بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

www.KitaboSunnat.com

سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا

تاریخی فیصلہ

مصنفہ

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

چیف جسٹس

وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد

اردو ترجمہ

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ

نزد سبیلہ چوک کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے
کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی
کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے
درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وتعاونوا على البر والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان
سلسلہ ۲۳۳۹

سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا

تاریخی فیصلہ

مصنفہ

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

چیف جسٹس

وفاقی شرعی عدالت اسلام آباد

اردو ترجمہ

صدّیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ
نزد لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

صدیقی ٹرسٹ پوسٹ بکس ۶۰۹ کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

اگر کوئی فرد یا ادارہ اس تاریخی فیصلہ کو انگریزی یا اردو میں شائع کرنا چاہے تو اس کو مصنف سے اجازت حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

نام کتاب : سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا تاریخی فیصلہ

مصنف : جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت

کمپوزنگ : ڈیننٹ پرنٹ انٹرپرائزز

پرنٹر : القادر پرنٹنگ پریس۔ کراچی

ناشر : صدیقی ٹرسٹ ۴۵۸ گارڈن ایسٹ۔ کراچی

تعداد : ایک ہزار

قیمت : روپے

صدیقی ٹرسٹ

صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس ۴۵۸ گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی نمبر ۷۴۸۰۰

حی علی الفلاح

صدیقی ٹرسٹ پوسٹ بکس ۶۰۹ کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حرف اولیں

وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس جناب جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کا تحریر کردہ سود کے خلاف تاریخی فیصلہ مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۹۱ء انگریزی زبان میں ہے' ہمارے ملک کی مشکل سے ایک فیصد آبادی انگریزی زبان سے آشنا ہوگی۔ خواہش تھی کہ یہ فیصلہ اردو کے قالب میں ڈھل جائے اور کتابی صورت میں شائع ہو جائے تو اس سے ملک کی عظیم اکثریت کو' جو اردو دان ہے' فائدہ پہنچے گا۔ الحمدللہ کہ یہ خواہش پوری ہوگئی۔ اس سلسلہ میں صدیقی ٹرسٹ چیف جسٹس صاحب کا ممنون ہے' جن کے تعاون کے سبب یہ ممکن ہو سکا۔

زیر نظر فیصلہ اپنے موضوع' مواد کی وسعت' قوت استدلال اور جسٹس صاحب کے دلنشین پیرایہ بیان کے سبب عدیم النظیر ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جسٹس صاحب موصوف کو دین و دنیا میں اجر عظیم عطا فرمائے اور ہم سب کو قرآن و سنت کی روشنی میں اس فیصلہ پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو۔ (آمین)

عجب اتفاق ہے کہ آج میدان عرفات میں لاکھوں فرزندان توحید فریضہ حج ادا کر رہے ہیں اور آج ہی کے دن اللہ کے آخری پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۱۴۰۹ سال قبل سود کی قطعی حرمت کا اپنے آخری خطبہ حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا تھا اور لوگوں کو واجب الادا سود چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔

۹ر ذوالحج ۱۴۱۸ھ
۷ر اپریل ۱۹۹۸ء

محمد منصور الزماں صدیقی
چیئرمین صدیقی ٹرسٹ

00366

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا

تاریخی فیصلہ

ترتیب

حرف اولین	۳
عدالت کا مرتب کردہ سوالنامہ	۱۲
استفسار کا جواب دینے والی اہم شخصیات	۱۳
عدالت میں پیش ہونے والے اسکالرز اور ان کی معروضات	۱۴
خالد ایم اسحاق کے نکات	۲۱
خالد اسحاق کے نکات کے جوابات	۲۱
ڈاکٹر اسعد گیلانی کی گزارشات	۲۵
مولانا گوہر رحمٰن کا تحریری جواب	۲۸
ایس۔ ایم۔ ظفر کے نکات	۲۹
نکات کی تنقیح	۳۳
ماہرین معاشیات کے پینل کی تشکیل	۳۵
جون ۱۹۸۰ء میں کونسل کی طرف سے رپورٹ کی منظوری	۳۶
کونسل کی مساعی کو خراج تحسین	۳۶
خاتمہ سود کی سمت میں حکومت کے اقدامات	۳۷
ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے افکار	۴۱
وفاقی شرعی عدالت پر قدغن	۴۳
ربا کا معنی و مفہوم	۴۴
ربا کے متعلق نصوص قرآنی	۴۸
سید قطب شہید کے افکار	۵۰
ربا کے بارے میں معروف احادیث	۵۳
ربا۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی نظر میں	۵۴
ربا کے بارے میں جدت پسندانہ رائے اور اس کا بطلان	۵۸
محمد عمر چھاپرہ کا موقف	۶۱
شیخ ابو زہرہ کا نقطہ نظر	۶۲
جدید بنک کے فرائض	۶۸
پیداواری اور صرفی دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے	۷۱
بھارتی اکیڈمی کی قرارداد	۷۲

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

او۔ آئی۔ سی کے تحت اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد	۷۳
حرمت سود پر امت کا اجماع	۷۴
بنک کے سود کی حرمت پر فتویٰ	۷۵
کیا ربا متشابہات میں داخل ہے؟	۷۵
ربا عربوں میں خوب معروف تھا	۸۰
ربا کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول	۸۲
مصالح کا شرعی تصور	۸۴
مصالح کے بارے میں البوطی کی تحقیق	۸۶
افراط زر اور اشاریہ بندی کا معاشی تجزیہ	۸۸
سونے کے معیار میں افراط زر	۸۹
اشاریہ بندی سود کا متبادل نہیں	۹۱
قرض کے بارے میں بنیادی اصول	۱۰۱
حضرت عبادۃ بن صامتؓ کی روایت	۱۰۳
اشاریہ بندی کونسل کی نظر میں	۱۰۷
مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے	۱۰۸
علامہ غلام رسول کا موقف	۱۰۸
اشاریہ بندی کے خلاف فقہ اکیڈمی کی قرارداد	۱۰۹
کرنسیوں کی قیمت میں تغیر کی بابت قرارداد	۱۱۰
جسٹس وجیہہ الدین کا فیصلہ	۱۱۲
فیصلہ کے بارے میں ڈاکٹر حسن الزماں کی رائے	۱۱۵
فیصلہ میں دیئے گئے شرعی دلائل کا جائزہ	۱۱۸
اسقاط زر کی صورت	۱۱۸
کھوٹے سکوں کا معاملہ	۱۱۹
فلوس کا معاملہ	۱۲۰
دلائل کا تجزیہ	۱۲۰
روپے کی قیمت خرید میں کمی بیشی اور قرض	۱۲۲
قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی	۱۲۳
جدہ سیمینار کی قرارداد	۱۲۳
پروفیسر نجات اللہ صدیقی کی رائے	۱۲۶
اشاریہ بندی کے بارے میں عمر چھاپرہ کی رائے	۱۲۷

سودی قوانین کا جائزہ

قانون سود ۱۸۳۹ء	۱۲۹
گورنمنٹ سیونگز بنک ایکٹ ۱۸۷۳ء	۱۳۰
قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء	۱۳۰
قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء	۱۳۶

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء	۱۵۴
سرکاری وکلاء کا موقف	۱۶۵
وفاقی شرعی عدالت کے اختیار سماعت کی حدود	۱۶۶
قانون انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۵ء	۱۶۷
قواعد انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۷ء	۱۶۹
قانون بیمہ ۱۹۳۸ء	۱۷۰
اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء	۱۷۲
مغربی پاکستان آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء	۱۷۲
مغربی پاکستان قواعد بابت ساہوکاران ۱۹۲۵ء	۱۷۳
پنجاب آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء	۱۷۳
سندھ آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء	۱۷۳
سرحد آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء	۱۷۳
بلوچستان آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء	۱۷۳
زرعی ترقیاتی بنک کے قواعد ۱۹۶۱ء	۱۷۴
بینکاری کمپنیات آرڈیننس ۱۹۲ء	۱۷۴
بینکاری کمپنیوں کے قواعد ۱۹۶۳ء	۱۷۵
بینکوں کو قومیانے (معاوضہ کی ادائی) کے قواعد ۱۹۷۴ء	۱۷۶
بینکاری کمپنیات (قرضوں کی وصولی) کا آرڈیننس ۱۹۷۹ء	۱۷۸
ہائی کورٹ کے اختیارات پر پابندی	۱۷۹
مسٹر ایس ایم ظفر کی دیگر معروضات اور وفاقی شرعی عدالت کی حدود	۱۷۹
درخواست گزارون کا تجاہل عارفانہ	۱۸۲
کیا سود پر پابندی اقتصادی بحران کے مترادف ہوگی؟	۱۸۳
غیر مسلم ممالک میں اسلامی بینکاری	۱۸۶
سود پر بین الاقوامی ورکشاپ کی رپورٹ	۱۸۷
عالم اسلام میں غیر سودی بینکاری	۱۸۹
ایران میں غیر سودی معیشت کا قیام	۱۸۹
اردن کا اسلامی بینک	۱۹۱
جرمنی اور فرانس میں	۱۹۱
کیا حکومت مزید مہلت کی مستحق ہے؟	۱۹۱
۱۹۸۸ء کے اقتصادی کمیشن کی رپورٹ دریا برد ہوگئی	۱۹۲
عدالتی حکم (فیصلہ)	۱۹۳

فیصلہ کے بعد	۱۹۵
احوال مصنف	۲۰۷

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا
تاریخی فیصلہ

وفاقی شرعی عدالت، اسلام آباد

(بصیغہ ابتدائی)

بہ اجلاس کاملہ (فل بنچ)

۱۔	مسٹر جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	چیف جسٹس
۲۔	مسٹر جسٹس ڈاکٹر فدا محمد خاں	جج
۳۔	مسٹر جسٹس عبید اللہ خان	جج

شریعت پٹیشن نمبر ۳۰/ آئی/ ۱۹۹۰ء و ۱۱۴ درخواست ہائے دیگر

ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل و ۱۱۴ دیگر درخواست گزاران

بنام

سیکریٹری وزارت قانون، عدل و پارلیمانی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد و دیگر مسئول الیہان

درخواست گزاران ۔ اکثر درخواست گزاران اصالتاً پیش ہوئے

بعض وکلاء بھی پیش ہوئے جن میں میسرز راجہ محمد اکرم، شوکت علی خان، محمد امین شیخ، چودھری رشید احمد دہنی وال، جی ایم سلیم، محمد اقبال، مختار احمد تارڑ، ایم سلطان خان، غوث محمد چودھری، نوید آصف، محمد عقیل مرزا، میاں غلام حسین، ایم ڈی طاہر، میاں صبح صادق، ایس ایم ضمیر زیدی، سید ظفر عباس، محمد رشید اختر، ایس ایم سعید، مختار احمد فارانی، رشید مرتضی قریشی، سید ثمر حسین، ظفر اقبال، محمد ارشد، محمد اعظم چٹھہ، محمد شریف خان، ایم ایم سلیم کوریجہ، محمد اسماعیل قریشی، آفتاب احمد جاوید، خواجہ سعید الظفر، شوکت علی خاں، اللہ یار، افضل حیدر، ایڈوو کیٹس شامل ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منجانب مسئول الیہان

وفاقی حکومت و ادارے : حافظ ایس اے رحمان، اور افتخار حسین چودھری، نظام احمد ڈپٹی اٹارنی جنرل، علی سبطین، طارق قاضی، شیخ محمد شفیع، جبکہ مسٹر ایس ایم ظفر ایڈووکیٹ مسٹر علی ظفر ایڈووکیٹ کی معیت میں وفاقی حکومت پاکستان کی جانب سے ۴۳ درخواستوں میں پیش ہوئے۔ نیز جناب خالد ایم اسحاق ایڈووکیٹ نے نیشنل بنک آف پاکستان اور اسٹیٹ لائف انشورنس پاکستان کی طرف سے پیروی کی۔

صوبائی حکومتیں : راجہ محمد افسر، ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان، مسٹر عبدالغفور منگھی، ایڈیشنل ایڈووکیٹ، جنرل سندھ، ملک حامد سعید، ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل سرحد، مسٹر شہاب الدین برق لاء آفیسر صوبہ سرحد، مسٹر محمد نواز اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب، مسٹر جاوید اسلام ایڈووکیٹ، اور مسٹر محمد اسلم یونس، برائے ایڈووکیٹ جنرل پنجاب

معاونین عدالت : مولانا محمد رفیع عثمانی، ڈاکٹر حسن الزماں، مولانا گوہر رحمٰن، سید معروف شاہ شیرازی ایڈووکیٹ، مسٹر منصور احمد خان ایڈووکیٹ، مسٹر خادم حسین صدیقی، ڈاکٹر محمد عزیر، ڈاکٹر محمد حسین، ڈاکٹر فیض محمد، مولانا ڈاکٹر اسعد گیلانی، ڈاکٹر رمضان اختر، مسٹر ضیاء الحق، ڈاکٹر سعید اللہ قاضی، مسٹر ارشد جاوید، مسٹر نوازش علی زیدی، پروفیسر ڈاکٹر علاؤالدین خروفہ (ملائشیا)، اور پروفیسر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی سعودی عرب (تحریرا" وبعضهم شخصا")

درخواستوں کی تفصیل — سود سے متعلق ۲۰ قوانین کے خلاف کل ۱۱۵ درخواستیں دائر کی گئیں جبکہ تین قوانین کے بارے میں عدالت نے ازخود نوٹس لیا (تفصیل اصل فیصلہ میں درج ہے)۔

تاریخ ہائے سماعت — ۷، ۲۶، ۲۷ فروری، ۲۸، ۲۹، ۳۰ مئی، ۹، ۱۰ جون، یکم، ۲، ۳ جولائی، ۱۳ تا ۱۷، ۲۲ و ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء

صدور فیصلہ کی تاریخ — ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

ترجمہ : اے اللہ ہمیں حق کو حق کے طور پر دیکھنے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق عطا کر اور باطل کو باطل سمجھنے اور اس سے اجتناب برتنے کی توفیق عطا فرما۔

فیصلہ

از قلم۔ جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ... چیف جسٹس

۱۔ سود کے بارے میں متعدد قوانین میں شامل دفعات کو چیلنج کرتے ہوئے عدالت میں کل ۱۱۵ درخواستیں ائر کی گئیں جبکہ تین قوانین کا عدالت نے ازخود نوٹس لیا۔ ان درخواستوں میں جن قوانین کو چیلنج کیا گیا' وہ درج ذیل ہیں:۔

۱۔ قانون سود مجریہ ۱۸۳۹ء

۲۔ گورنمنٹ سیونگز بنک ایکٹ ۱۸۷۳ء

۳۔ قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء

۴۔ قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء

۵۔ مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء

۶۔ کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء

۷۔ کوآپریٹو سوسائٹیز رولز ۱۹۲۷ء

۸۔ قانون بیمہ ۱۹۳۸ء

۹۔ اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء

۱۰۔ مغربی پاکستان قانون ساہوکاران ۱۹۶۰ء

۱۱۔ مغربی پاکستان ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۵ء

۱۲۔ پنجاب ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۳۔ سندھ ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء

۱۴۔ شمال مغربی سرحدی صوبہ ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء

۱۵۔ بلوچستان ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء

۱۶۔ پاکستان زرعی ترقیاتی بنک رولز ۱۹۶۱ء

۱۷۔ بنکاری کمپنیز آرڈیننس ۱۹۶۲ء

۱۸۔ بنکاری کمپنیز رولز ۱۹۶۳ء

۱۹۔ بنکوں کی نیشنلائزیشن (ادائیگی معاوضہ) کے قواعد ۱۹۷۴ء

۲۰۔ بنکاری کمپنیات (قرضہ جات کی وصولی) کا آرڈیننس مجریہ ۱۹۷۹ء

۲۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۳۰ آئی' ۲۱ ایل' ۲۷ ایل' ۸ کے بابت ۱۹۹۰ء اور ا کے' ۴ کے' ۳۲ ایل' ۴۸ ایل' ۶۸ ایل' ۷۱ ایل' ۶۵ آئی' ۱۶۔ سی/ آئی اور ۱۷۔ سی/ آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے قانون سود ۱۸۳۹ء کو چیلنج کیا گیا ہے جو سود سے متعلق صرف ایک دفعہ پر مشتمل ہے۔

۳۔ شریعت پٹیشن نمبر ۳۱ آئی/ بابت ۱۹۹۰ء کے ذریعے گورنمنٹ سیونگز بنک ایکٹ ۱۸۷۳ء کی دفعہ ۸ کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۴۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۲۱ آئی' ۲۷ ایل' بابت ۱۹۹۰ء' ۳۳ آئی' ۴۲ آئی' ۶۹ ایل' ۷۰ ایل' ۳۵ آئی' ۱۶۔اے/ ون' ۱۷۔اے/ ون بابت ۱۹۹۱ء اور ایس ایس ایم نمبر ۲ آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء کی دفعات ۷۸' ۷۹/ اور ۸۰ کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۵۔ شریعت پٹیشن نمبر ۲ ایل بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۳۴ کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۶۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۲۱ ایل' ۲۷ ایل و ۸ کے' بابت ۱۹۹۰ء' ا کے' ۴ کے' ۲۴ ایل' ۲۵ ایل' ۱۶ آئی' ۱۷ آئی' ۳۱ آئی' ۴۵ آئی' ۲۷/ ایل' ۴۷/ ایل' ۵۷/ آئی نیز ایس ایس ایم نمبر ۳/ آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کی دفعات ۳۴' ۳۴۔الف اور ۳۴ ب نیز حکم نمبر ۳۷ کے قاعدہ ۲ (الف) و (ب) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۷۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۲۷/ آئی' ۲۸/ آئی' ا/ ایل' ۸۵/ ایل اور ۳۰/ آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کی دفعہ ۵۹ (۲) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۸۔ شریعت پٹیشن نمبر ۱۶/ آئی بابت ۱۹۹۰ء کے ذریعے قانون بیمہ ۱۹۳۸ء کی دفعہ ۳ ب ب (۱)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

دفعہ ۲۷ کی ذیلی دفعہ (۳) کی کلاز (ب) دفعہ ۲۹ کی ذیلی دفعہ (۸) کی کلاز (ب) کی ذیلی کلاز IV اور کلاز (د) کی ذیلی کلاز IV نیز دفعہ ۴۷ ب دفعہ ۸۱ کی ذیلی دفعہ (۲) کی کلاز (د) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۹۔ شریعت پٹیشن ۱۷ر آئی بابت ۱۹۹۰ء کے ذریعے اسٹیٹ بنک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۲۲(ا) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۰۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۵۱ر آئی، ۶۴ر آئی، ۶۵ر آئی، ۶۶ر آئی اور ۶۷ر آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے مغربی پاکستان ساہوکاران آرڈیننس ۱۹۶۰ء کی دفعات ۲(کے)۲(آئی) ۱۶ اور ۲۰ نیز قاعدہ ۲۷ کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۱۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۱۴ر آئی، ۱۹ر آئی، ۱۷ر ایل، ۳۳ر ایل، ۶۸ر آئی، ۲۷ر آئی بابت ۱۹۹۰ء نیز ۱۳ر ایل، ۲۷ر ایل، ۳۴ر ایل، ۳۶ر ایل، ۳۹ر ایل، ۲۲ر ایل، ۳۹ر آئی، ۳۳ر آئی، ۴۱ر ایل، ۴۴ر آئی، ۶۰ر ایل، ۴۶ر آئی، ۴۷ر آئی، ۴۸ر آئی، ۴۶ر ایل، ۵۴ر آئی، ۶۲ر ایل، ۷۹ر ایل، ۶۹ر آئی اور ۶۸ر آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے پاکستان زرعی ترقیاتی بنک رولز ۱۹۶۱ء میں شامل رول نمبر ۱۷(ا) (۲) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۲۔ ۱۹۹۰ء کی شریعت پٹیشن نمبر ۱۸ر آئی کے ذریعے بنکنگ کمپنیات آرڈیننس ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۲۵ (۲) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۳۔ ۱۹۹۰ء کی شریعت پٹیشن نمبر ۲۱ آئی میں بنکنگ کمپنیات رولز ۱۹۶۳ء میں شامل قاعدہ ۹ (۲)، (۳) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۴۔ ۱۹۹۰ء کی شریعت پٹیشن نمبر ۲۰ آئی کے ذریعے بنکوں کی نیشنلائزیشن (ادائیگی معاوضہ) کے قواعد ۱۹۷۴ء میں شامل قاعدہ ۹ پر چیلنج کیا گیا ہے۔

۱۵۔ شریعت پٹیشن نمبرات ۱۲ر ایل، ۲۱ر ایل، ۷ر کے، ۲۷ر ایل، ۳۷ر ایل و ۱۳ر ایل بابت ۱۹۹۰ء نیز ۱ر کے، ۱۷ر ایل، ۱۸ر ایل، ۲۹ر ایل، ۳۰ر ایل، ۳۱ر ایل، ۳۲ر ایل، ۲۶ر آئی، ۲۸ر ایل، ۴۳ر آئی، ۴۲ر ایل، ۲۱ر ایل، ۴۹ر ایل، ۵۰ر آئی، ۶۷ر ایل، ۷۳ر ایل، ۷۶ر ایل، ۶۶ر ایل، ۸۹ر ایل، ۹۰ر ایل، ۹۱ر ایل، ۹۳ر ایل، ۸۵ر آئی ۱۶ر بی ون، ۱۷۔بی ون بابت ۱۹۹۱ء کے ذریعے بنکنگ کمپنیات (قرضہ جات کی بازیابی) کے آرڈیننس ۱۹۷۹ء کی دفعات ۸(ا)، ۸(۲)الف، ۲(ڈی)۷(۲)، ۱۳، ۲۵(۲) اور ۲۶(اے) کو چیلنج کیا گیا ہے۔

چونکہ ان تمام درخواستوں میں سود کے متعلق ایک مشترک سوال اٹھایا گیا ہے اس لئے ہم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس فیصلہ کے ذریعے ان سب درخواستوں کا ایک ساتھ تصفیہ کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

۱۶۔ جب ۲۶ جون ۱۹۹۰ء کو مالیاتی قوانین کا جائزہ لینے سے متعلق عدالت ہذا کا اختیار سماعت بحال ہوگیا تو اس عدالت میں بہت سی شریعت پیٹیشنیں دائر کی گئیں جن کے ذریعے متعدد مالیاتی قوانین کو جن میں سود سے متعلق دفعات شامل ہیں، چیلنج کیا گیا۔

۱۷۔ عدالت ہذا نے ۱۱ دسمبر ۱۹۹۰ء، ۱۳، ۶ اور ۲۳ جنوری ۹۱ء اور ۲۴ فروری ۹۱ء کو متعدد شریعت پیٹیشنوں کو باقاعدہ سماعت کے لئے منظور کیا۔ جن میں کئی مالیاتی قوانین کی سود سے متعلق دفعات کو موضوع بحث بنایا گیا تھا۔ اسی طرح کی مزید شریعت پیٹیشنیں دائر کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ جنہیں وقتاً فوقتاً باقاعدہ سماعت کے لئے منظور کیا جاتا رہا۔ سود سے متعلق پیٹیشنز کی آخری سماعت ۲۴ اکتوبر ۱۹۹۱ء کو ہوئی۔

عدالت کا مرتب کردہ سوالنامہ

۱۸۔ محولہ بالا شریعت درخواستوں کو نمٹانے کے لئے عدالت نے متنازعہ مالیاتی قوانین کے بارے میں ایک سوالنامہ تیار کرکے اندرون و بیرون ملک ممتاز علماء، دانشوروں، ماہرین معاشیات اور بنکاروں کو ارسال کیا، تاکہ وہ اپنی آراء سے مطلع کرسکیں۔ سوالنامہ درج ذیل سوالات پر مشتمل تھا :

۱۔ قرآن حکیم اور سنت نبویؐ کے مطابق ربا کی تعریف کیا ہے؟ کیا ربا میں وہ سود مفرد اور مرکب بھی شامل ہے جو آج کل کے مالیاتی معاملات میں مروج ہے؟

۲۔ اگر بنکاری کی بنیاد سود سے پاک لین دین پر رکھی جائے تو اسلامی احکام کے مطابق اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟

۳۔ (i) کیا قومی ضروریات پوری کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے جاری کئے جانے والے قرضوں پر دیا جانے والا سود ربا کے ذیل میں آتا ہے؟

(ii) بنکوں کے لئے کون سے متبادلات تجویز کئے جاسکتے ہیں اگر وہ مختلف ضروریات کے لئے بلاسود قرضے دیں؟

۴۔ کیا اسلامی احکام کی روشنی میں بنکاری سہولتوں یا خدمات کی فراہمی پر سود وصول کرنے کے بارے میں سرکاری اور نجی بنکاری میں کوئی تمیز کی جاسکتی ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۔ (i) کیا سرمایہ کو، اسلامی احکام کے مطابق، پیداوار کا عامل سمجھا جاسکتا ہے اور اس طرح اس کے استعمال پر معاوضہ طلب کیا جاسکتا ہے؟

(ii) کیا افراط زر کا جس سے کرنسی کے معنوں میں سونے کی قدر اور اشیائے ضرورت میں اضافہ ہوجاتا ہے، قرض لی گئی رقم پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

۶۔ آج کل کے معاشی حالات میں داخلی و خارجی تجارت کو کامیابی سے جاری رکھنے کے لئے سود پر مبنی بنکاری سہولتوں سے استفادہ کئے بغیر کون سے متبادل اقدامات کرنے ہوں گے؟

۷۔ کیا دو مسلم ریاستوں یا ایک مسلم اور دوسری غیر مسلم ریاست کے مابین لین دین پر سود جائز ہے یا نہیں؟

۸۔ کیا بیمہ کے کاروبار کو سود کے علاوہ بصورت دیگر جاری رکھنا ممکن ہے؟

۹۔ کیا پراویڈنٹ فنڈ پر حاصل ہونے والا سود ربا کے ذیل میں آتا ہے؟

۱۰۔ کیا انعامی بانڈز یا سیونگز بنک اکاؤنٹ یا اسی طرح کی دیگر اسکیموں پر انعام کی ادائیگی کو سود تصور کیا جاسکتا ہے؟

۱۱۔ کیا اسلامی قانون کے تحت تجارتی اور صرفی قرضوں میں امتیاز کرنا درست ہوگا، اس طرح کہ تجارتی قرضوں پر سود لیا جائے اور صرفی قرضے بلاسود ہوں؟

۱۲۔ اگر سود کا کلی خاتمہ کردیا جائے تو اسلامی نظام معیشت میں بچت کی ترغیب دینے اور سرمایہ کے استعمال میں کفایت شعاری پر آمادہ کرنے کے لئے کون سے محرکات کام میں لانے ہوں گے؟

۱۳۔ کیا اسلامی ریاست زکوٰۃ و عشر کے علاوہ اپنی رعایا پر کوئی اور ٹیکس لگاسکتی ہے؟

استفسار کا جواب دینے والی اہم شخصیات

۱۹۔ سوالنامہ کے جواب میں درج ذیل اسکالرز، ماہرین معاشیات، علماء اور بنکاروں کے تحریری جوابات موصول ہوئے:۔

۱۔ ڈاکٹر ایس ایم حسن الزماں، چیف آف اسلامک بنکنگ ڈویژن، اسٹیٹ بنک آف پاکستان، کراچی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۔ ڈاکٹر رمضان اختر اسسٹنٹ پروفیسر، انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۳۔ مسٹر ضیاء الحق، چیف آف ریسرچ پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس، قائداعظم یونیورسٹی اسلام آباد

۴۔ ڈاکٹر سعید اللہ قاضی، ڈائریکٹر شیخ زید اسلامک سینٹر، یونیورسٹی آف پشاور، پشاور

۵۔ مسٹر ارشد جاوید، وائس پریزیڈنٹ شعبہ غیر سودی بنکاری، حبیب بنک لمیٹڈ، ہیڈ آفس، حبیب بنک پلازہ، کراچی

۶۔ پروفیسر ڈاکٹر سید طاہر، انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۷۔ مسٹر نوازش علی زیدی، مشیر اسلامی بنکاری، انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۸۔ مولانا گوہر رحمان، شیخ الحدیث، مہتمم، دارالعلوم تفہیم القرآن، مالاکنڈ روڈ، مردان

۹۔ مولانا محمد رفیع عثمانی، شیخ القرآن والحدیث مہتمم دارالعلوم، کراچی ۱۴

۱۰۔ سید معروف شاہ شیرازی، ایڈووکیٹ، ڈاک خانہ چنار کوٹ، ضلع مانسہرہ

۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر علاؤالدین خروفہ، شعبہ قانون، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی (ملائشیا)

۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، انٹرنیشنل اسلامک اکنامکس سینٹر، ملک عبدالعزیز یونیورسٹی، جدہ

۲۰۔ ہر سوال کے جواب پر مبنی آراء کا ایک مجموعی کیفیت نامہ تیار کیا گیا جو اس فیصلہ کے ساتھ بطور ضمیمہ "الف" منسلک ہے۔ اس سے زیر بحث مسائل میں بطور اضافی ریفرنس مواد استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ ضمیمہ عدالت کے شعبہ تحقیق کی محنت کا نتیجہ ہے۔ (ضمیمہ کے لئے ملاحظہ ہو اصل فیصلہ مطبوعہ PLJ 1992، FSC 153)

عدالت میں پیش ہونے والے اسکالرز اور ان کی معروضات

۲۱۔ درج ذیل اسکالرز، ماہرین معاشیات اور بنکار عدالت کی درخواست پر عدالت میں پیش ہوئے اور اپنی گزارشات پیش کیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ مسٹر منصور احمد خان، ایڈووکیٹ، کراچی
۲۔ مسٹر خادم حسین صدیقی، سابق پریزیڈنٹ الائیڈ بنک لمیٹڈ، کراچی
۳۔ ڈاکٹر حسن الزماں چیف آف اسلامک بنکنگ ڈویژن، اسٹیٹ بنک آف پاکستان، کراچی
۴۔ ڈاکٹر محمد عذیر، مشیر مالیات نیشنل ڈویلپمنٹ فنانس کارپوریشن، کراچی
۵۔ ڈاکٹر محمد حسین، ڈائریکٹر، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد
۶۔ ڈاکٹر فیض محمد ڈائریکٹر جنرل، انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

۲۲۔ عدالت نے کراچی میں منعقدہ اپنے اجلاس کے دوران ایک معروف ایڈووکیٹ مسٹر منصور احمد خان کو معاون عدالت (Amicus-Curie) کے طور پر سنا۔ موصوف اس بنکاری وفد کے ایک رکن تھے جو حکومت نے ۱۹۸۷ء میں بیرون ملک بھیجا تھا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اسلام میں بنک کا سود حرام ہے۔ البتہ بنک اپنا کاروبار نفع و نقصان میں شراکت یا مضاربہ سسٹم کی بنیاد پر چلاسکتے ہیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ پاکستان میں تجارتی بنکنگ سسٹم شروع کیا جاسکتا ہے، جس کے تحت بنک کاروبار میں شریک ہو کر جمع شدہ رقم پر نفع کما سکتے ہیں اور اس میں کھاتہ داروں کو بھی شریک کرسکتے ہیں۔

۲۳۔ انہوں نے اس پاکستان بنکاری وفد کی رپورٹ کی ایک نقل بھی عدالت میں پیش کی، جو بعض اسلامی ملکوں میں وہاں کے بنکاری نظام اور کاروبار میں سرمایہ لگانے کے دوسرے طریقوں کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ وفد کے ایک ممبر کی حیثیت سے انہوں نے بتایا کہ وہ سارے مسلم ماہرین معاشیات اور اسکالرز جن کے ساتھ وفد نے ملاقات کی، اس رائے کے حامل تھے کہ "کسی قرض پر مدت کی قید کے ساتھ مقرر کردہ مالیاتی نفع خواہ اس کے بارے میں سوچ بچار کیا گیا ہو (Conceived) یا اس کی منصوبہ بندی کی گئی ہو (Planned)، وہ ربا سمجھا جائے گا جو اسلام میں حرام ہے۔" ماہرین فقہ و معاشیات نے متفقہ طور پر تجویز کیا کہ نظام بنکاری نفع نقصان میں

اس وفد کے دیگر ممبران میں مسٹر ایس نسیم احمد، ڈائریکٹر، نیشنل بنک آف پاکستان، بطور کنوینر اور رابطہ کار ڈاکٹر سید ریاض الحسن گیلانی، ڈپٹی اٹارنی جنرل، حکومت پاکستان، مسٹر عبدالطیف جوائنٹ سیکرٹری کمپنی لاء، حکومت پاکستان اور مسٹر صفوان اللہ، سینئر ایگزیکٹو وائس پریزیڈنٹ بنکرز ایکویٹی لمیٹڈ شامل تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شراکت پر مبنی ہونا چاہئے۔ وفد کی مذکورہ بالا رپورٹ سے متعلقہ اقتباسات ضمیمہ "الف" میں شامل کردیئے گئے ہیں۔

۲۴۔ عدالت نے کراچی کے ایک انتہائی تجربہ کار بینکار مسٹر خادم حسین صدیقی سابق پریذیڈنٹ الائیڈ بنک لمیٹڈ کو بھی سنا۔ وہ اس پینل کے رکن تھے جو اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۷۸ء میں ملکی معیشت سے سود کے استیصال کے لئے تشکیل دیا تھا۔ انہوں نے بڑی وضاحت سے بتایا کہ بنک کا سود ربا کی تعریف میں شامل ہے اور ربا اسلام میں حرام ہے۔ خواہ کسی شکل میں پایا جائے اور خواہ کسی بھی مقصد کے لئے ہو۔ جہاں تک اسلام میں سود کی حرمت کا تعلق ہے، پیداواری قرضوں اور صرفی قرضوں میں کوئی فرق نہیں۔ انہوں نے تجویز کیا کہ مرچنٹ بنکنگ غیر سودی بنکاری نظام کا متبادل ہے اور یہ کہ مضاربہ اور مشارکہ سود سے پاک بنکاری کے لئے قابل عمل طریقے ہیں۔ ان کی قطعی رائے تھی کہ بنکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں سے بلکہ حکومتی حلقوں سے بھی سود کو ایک ہی جست میں ختم کردینا چاہئے۔ پرائیویٹ بنکنگ اور سرکاری بنکنگ میں کوئی فرق نہیں کرنا چاہئے۔ سود کے خاتمہ کے لئے جزوی یا نیم دلی سے کئے گئے اقدامات فضول ثابت ہوں گے جیسا کہ گزشتہ ۱۰ سال کی تاریخ کے تجربہ سے ثابت ہے۔ انہوں نے تجویز کیا کہ بنکوں کو مستقل کی اجارہ کمپنیوں (Holding Companies) کے طور پر کام کرنا چاہئے اس غرض کے لئے موجودہ بنکاری نظام میں ساخت اور بناوٹ کی تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔

۲۵۔ افراط زر کے اثر کے بارے میں جس سے روپے کی قیمت گر جاتی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ قرض کی واپسی کو اس سے متاثر نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے حوالہ سے کہا کہ سود کے خاتمہ سے بچت پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ بچت کا تعلق ہمیشہ آمدنی سے ہوتا ہے اور اگر سود کو ختم کردیا جائے اور لوگوں کو سود سے پاک متبادلات فراہم کردیئے جائیں تو اس کا کوئی ناموافق اثر نہیں پڑے گا۔

۲۶۔ عدالت نے اسٹیٹ بنک آف پاکستان (کراچی) کے اسلامک بنکنگ ڈویژن کے چیف، ڈاکٹر حسن الزمان کی معروضات بھی سنیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ ربا (سود) اسلام میں اپنی تمام صورتوں میں اور جملہ مقاصد کے لئے حرام ہے۔ بلاسود بنکاری کا قیام مشارکہ اور مضاربہ کی بنیاد پر عمل میں آسکتا ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سکہ کی قیمت میں کمی کا قرضوں کی واپسی پر کوئی اثر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں پڑنا چاہئے اور یہ کہ سودی لین دین ایک مسلم اور دوسری غیر مسلم بلکہ غیر اسلامی ریاست کے مابین بھی حرام ہے۔ مزید یہ کہ سود کے سدباب سے لوگوں کو بچت کی ترغیب دینے والے محرکات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۲۷۔ ڈاکٹر حسن الزمان نے اس حقیقت پر زور دیا کہ بنکاری کا موجودہ نظام کوئی نظریاتی تبدیلی نہیں لا سکتا اس کے پورے ڈھانچہ کو بدلنا اور اسلامی تصورات کے مطابق از سرنو تعمیر کرنا ہوگا۔ ان کے خیالات کسی قدر تفصیل سے ضمیمہ "الف" میں آراء کے مجموعی کیفیت نامہ میں شامل کردیئے گئے ہیں۔

۲۸۔ ڈاکٹر محمد عذیر اکنامک ایڈوائزر' این ڈی ایف سی (پاکستان) نے اپنی گزارشات پیش کرتے ہوئے واضح طور پر کہا کہ سود خواہ مفرد ہو یا مرکب' ہر شکل میں حرام ہے۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔ ان کے نزدیک سود اور ربا میں امتیاز کرنے کی کوشش مغربی دانشوروں کے پھیلائے ہوئے شکوک و شبہات کا نتیجہ ہے۔ موجودہ بنکاری نظام کے متبادل کے بارے میں انہوں نے عرض کیا کہ مشارکہ اور مضاربہ اس کی دو متبادل صورتیں موجود ہیں۔ ایک طرف بنک اور امانت داروں کے درمیان اور دوسری طرف بنک اور ایسے گاہکوں کے درمیان شراکت ہوگی جو بنک سے لین دین کے خواہشمند ہوں گے مثال کے طور پر یہ انتظام کیا جاسکتا ہے کہ مقروض اور بنک نفع میں پچاس پچاس فیصد کی نسبت سے حصہ دار ہوں یا مقروض کے لئے ۶۰ فیصد اور بینک کے لئے ۴۰ فیصد کی نسبت Ratio یا باہمی مشورہ سے کوئی اور نسبت طے کی جاسکتی ہے۔ سرکاری بنک (پاکستان کی صورت میں اسٹیٹ بنک) اسے باضابطہ شکل دے سکتا ہے۔ اسی طرح بنک اور سرمایہ فراہم کرنے والوں (کھاتہ داروں) کے مابین نفع میں شراکت کے لئے پچاس پچاس کی یا ۶۰ فیصد بنک کے لئے اور ۴۰ فیصد کھاتہ دار کے لئے کی نسبت مقرر کی جاسکتی ہے۔ شائد پہلی نظر میں یہ ایک پیچیدہ انتظام محسوس ہو تاہم اگر ایک دفعہ اسے رائج کردیا گیا اور ہماری معیشت میں کام کرنے لگا تو یہ اسی طرح میکانکی اور روز مرہ کا معمول بن جائے گا جیسا کہ موجودہ نظام جس میں بنک امانتوں کی بعض قسموں پر بھاری شرح سے سود ادا کرتے ہیں جبکہ بعض قسم کے امانت داروں کو سرے سے کوئی سود نہیں دیتے۔ جیسے کرنٹ اکاؤنٹ ہولڈرز۔ بنک قرضہ داروں سے جو سود لیتا ہے اور کھاتہ داروں کو جو سود دیتا ہے' ان دونوں کا فرق اس کا ذریعہ آمدنی ہے۔ اسی طرح بلاسود بنکاری کے لئے مطلوب نئے نظام میں مقروض اور بنک باہم طے کردہ شرح فیصد یا نسبت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے منافع میں حصہ دار ہوں گے۔ جس میں مقروض کو بنک کے مقابلہ میں زیادہ شرح سے حصہ ملے گا۔ اس طرح کھاتہ دار بنک کی آمدنی میں حصہ دار ہوں گے۔ باہمی مشورہ سے اس نسبت میں ردوبدل کیا جاسکتا ہے۔

۲۹۔ ایک طرف قرضہ داروں اور بنک کے درمیان دوسری طرف بنک اور کھاتہ داروں کے مابین منافع میں شراکت کی شرح فیصد یا نسبت کا تعین کاروباری سرگرمیوں یا تجارت کے عام طریقہ سے ہونا چاہئے یا حکومت کو یا اسٹیٹ بنک کو یہ معاملہ تغیرپذیر پالیسی کے تحت طے کرنا چاہئے۔ جہاں تک نظریاتی فریم ورک کا تعلق ہے مذکورہ بالا دونوں میں سے کوئی بھی انتظام ہمارے مقاصد پورے کرسکتا ہے۔ مضاربت کا معاہدہ بھی دو طرفہ ہوگا۔ ایک بنک اور کھاتہ دار کے مابین دوسرا بنک اور مقروض کے درمیان، جس میں گاہک اور بنک معاہدہ میں طے کردہ نسبت سے نفع/ نقصان میں شریک ہوں گے۔ انہوں نے مزید کہا کہ سود ہر شکل میں حرام ہے خواہ اس کا لین دین حکومت کرے، بنک کریں یا افراد کی طرف سے کیا جائے۔ ان کے خیال میں بعض اشیاء کی مالیت/ قیمت میں افراط زر کی وجہ سے پیدا ہونے والی انڈیکسیشن (Indexation) کو نظریاتی اور عملی وجوہ کے پیش نظر سود کے متبادل کے طور پر اختیار نہیں کیا جاسکتا اور یہ کہ سود کے خاتمہ سے بچت پر معمولی اثر پڑے گا کیونکہ بچت کا تعلق ہمیشہ آمدنی سے ہوتا ہے (نہ کہ سود سے)۔

۳۰۔ انہوں نے مزید گزارش کی کہ کرنسی کی قیمت میں کمی کا ان قرضوں پر کوئی اثر نہیں پڑنا چاہئے جو اس کمی سے پہلے لئے گئے ہوں اور بازار میں کرنسی کی قیمت سے قطع نظر قرضے اسی مقدار میں قابل واپسی ہوں گے جس مقدار میں لئے گئے ہوں۔ نیز یہ کہ پرائز بانڈز اور بچت کی دوسری اسکیمیں ربا کے ذیل میں آتی ہیں اس لئے حرام ہیں۔ بیمہ کے متعلق انہوں نے کہا کہ اسے غیر سودی نظام کی بنیاد پر چلایا جاسکتا ہے جس طرح ملائشیا اور سوڈان جیسے اسلامی ملکوں میں رائج ہے۔

۳۱۔ عدالت نے اسلام آباد میں اجلاس کے دوران ڈاکٹر محمد حسین ڈائریکٹر انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (اسلام آباد) کو سنا۔ انہوں نے گزارش کی کہ اسلام میں سود کی ہر شکل حرام ہے۔ انہوں نے ربا کی تعریف بڑی وضاحت سے کی اور اس کے لئے ایک حنفی فقیہہ ابوبکر جصاص کی تعریف کا حوالہ دیا، جو اس طرح ہے۔ "کسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرض پر مدت کے عوض جو متعین نفع وصول کیا جاتا ہے وہ سود ہے۔" اس تعریف کی روشنی میں بنک کا سود ربا میں داخل ہے۔ انہوں نے مزید کہا کہ اسلامی ریاست میں بنکاری نظام کو مشارکہ اور مضاربہ کی بنیاد پر چلایا جاسکتا ہے۔ سود کے استیصال کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ نیز اس موضوع پر منعقد ہونے والے بعض دوسرے سیمینارز کی رپورٹوں کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے واضح کیا کہ اگر حکومت واقعی سود کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے تو سود سے پاک بنکاری نظام کی متبادل صورتیں موجود ہیں۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے بتایا کہ کرنسی کی قیمت میں کمی کا اس سے پہلے لئے گئے قرضوں کی واپسی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ نیز یہ کہ تمام انعامی اسکیمیں ربا میں داخل ہیں۔

۳۲۔ ڈاکٹر فیض محمد ڈائریکٹر جنرل انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی (اسلام آباد) نے بھی اپنی گزارشات پیش کیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ سود اپنی جملہ صورتوں میں حرام ہے اور یہ کہ سود اور ربا ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ یہودی تاجروں کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ ان لوگوں نے سولہویں صدی میں مغربی ممالک میں سود کا دھندا شروع کیا اور سود پر مبنی موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کو فروغ دیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ بانڈز کی جملہ اسکیمیں ربا کے زمرہ میں آتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے بعض علماء پرائز بانڈ اسکیم کے حق میں تھے لیکن جب انہیں اس اسکیم کے مقاصد سے آگاہ کیا گیا تو انہوں نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا۔ انہوں نے سود کے استیصال کے بارے میں انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس، بین الاقوامی یونیورسٹی (اسلام آباد) کے زیراہتمام منعقد ہونے والے بعض سیمینارز کے حوالہ سے بتایا کہ ان سیمینارز میں شرکت کرنے والے جملہ اسکالرز اور علماء اس بات پر متفق تھے کہ بنک کا سود ربا میں داخل ہے اور حرام ہے اور یہ کہ مشارکہ اور مضاربہ کی طرح بنکاری نظام میں نفع و نقصان میں شراکت کی کوئی شکل اختیار کی جاسکتی ہے اور سود کا استیصال ہر حال میں لازمی ہے۔

۳۳۔ عدالت نے ان درخواست گزاران کو بھی سنا جن کی طرف سے وکلاء پیش نہیں ہوئے۔ جملہ درخواست گزاران اور ان کے وکلاء کا موقف یہی تھا کہ ازروئے اسلام بنک کا سود حرام ہے۔ ان میں سے زیادہ تر نے سورۂ بقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۷۸ نیز تین عدالتی فیصلوں کا حوالہ دیا۔ ان میں سے ایک مقدمہ بنک آف اومان لمیٹڈ بنام ایسٹ ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ و دیگران کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ اس بنچ کے ارکان میں سے ایک چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن (تب جج ہائی کورٹ سندھ) نے کیا تھا جو پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ص ۴۰۴ میں شائع ہوا۔ دوسرے دو مقدمے ارشاد ایچ خان بنام پروین اعجاز (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۴۵۶) اور حبیب بنک لمیٹڈ بنام محمد حسین و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۶۳۹-۶۱۲) تھے جن میں بنک کے سود اور پرامیسری نوٹ پر طے کردہ سود کی بابت حکم جاری کرنے سے انکار کیا گیا اور سود سے متعلق کئی قوانین میں شامل متعدد دفعات کو قرآن و سنت سے متصادم قرار دیا گیا تھا۔ (یہ تینوں فیصلے چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے بحیثیت جج سندھ ہائی کورٹ تحریر کئے تھے)۔ بعض وکلاء نے لاہور ہائی کورٹ کے جسٹس خلیل الرحمٰن کے صادر کردہ ایک فیصلہ کا حوالہ بھی دیا جو انہوں نے شہباز الدین چوہدری و ۲۷ دیگران بنام سروسز انڈسٹریز ٹیکسٹائلز لمیٹڈ' ۴ دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۸ء لاہور ۱) نامی مقدمہ میں سنایا تھا۔ جس میں فاضل جج نے من جملہ دیگر امور کے اس رائے کا اظہار کیا کہ قرآن و سنت کے واضح اور غیر مبہم احکام کے پیش نظر مسئول ایہہ کمپنی کو اصلاح کن اقدامات کرنے چاہئیں نیز سرمایہ کاری کا طریقہ بھی بدلنا چاہئے جبکہ بعض دوسروں نے جسٹس وجیہہ الدین احمد کے دو فیصلوں کے حوالے دیئے۔ ان میں سے ایک فیصلہ اعجاز ہارون بنام انعام درانی (پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء کراچی ۳۰۴) نامی کیس میں سنایا گیا تھا۔ جس میں فاضل جج نے آئین کی دفعات کو قرارداد مقاصد کے ساتھ ملا کر پڑھتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اس طرح کا سود حرام ہے۔ تاہم قرض خواہ کو افراط زر کی صورت میں انڈیکسیشن کی بنیاد پر معاوضہ دیا جا سکتا ہے۔ دوسرے مقدمے طیب بنام الفا انشورنس کمپنی لمیٹڈ ودیگر (۱۹۹۰ء سی ایل سی ۴۲۸) میں بھی فاضل جج نے مذکورہ بالا نقطہ نظر کا اظہار کیا تھا۔

۳۴۔ مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے جیوش انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا نیز ایک کتاب "Pawns In Game By William Guy" کے حوالے سے عرض کیا کہ یہود نے مغربی دنیا پر قرضوں اور دوسرے مالی لین دین پر سود کے ذریعے دولت جمع کر کے تسلط جما رکھا ہے۔

۳۵۔ جناب الہ یار ایڈووکیٹ نے قرآن حکیم کی متعدد آیات کا حوالہ دیا اور قرآن حکیم کی کئی تفاسیر اور احادیث کی متعدد کتابوں کی فوٹو سٹیٹ نقول پیش کیں۔

۳۶۔ سید افضل حیدر ایڈووکیٹ نے درخواست گزاران میں سے ایک کی پیروی کی اور میسرز بنک آف اومان لمیٹڈ بنام ایسٹ ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۴۰۴) پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

انحصار کرتے ہوئے سود کے مسئلہ پر سنت کے تصور کا حوالہ دیا۔

۳۷۔ مسٹر محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ نے درخواست دہندگان میں سے ایک کی پیروی کرتے ہوئے قرآنی آیات کے علاوہ موطاء امام مالک اور صحیح بخاری سے دو حدیثوں کا حوالہ دیا۔

خالد ایم اسحاق کے نکات

۳۸۔ مسٹر خالد ایم اسحاق ایڈووکیٹ نیشنل بنک آف پاکستان اور اسٹیٹ لائف انشورنس کارپوریشن کی طرف سے ۱۰ جون ۱۹۹۱ء کو پیش ہوئے انہوں نے اپنے موکلوں کی طرف سے عبوری تحریری جواب داخل کیا۔ جس میں درج ذیل نکات اٹھائے گئے تھے۔

(i) پاکستان میں بنک بنکنگ دستاویزات کے اس فریم ورک کے اندر کام کررہے ہیں جو کہ سٹیٹ بنک کا تیار کردہ ہے اور اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک درست دستاویز کے طور پر اس کی توثیق کی ہے۔

(ii) اس حقیقت کی حمایت میں خاصی فقہی آرا دستیاب ہیں کہ افراط زر کی تلافی کے لئے رقم میں اضافہ قانوناً جائز ہو گا اور اسے ربا میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

(iii) اس بارے میں فقہی رائے موجود ہے کہ بنک کا سود ربا کے دائرہ میں نہیں آتا۔ ان کے خیال میں بنک معاشرہ/ قوم/ قوم کے پیداواری عمل میں حصہ لیتے ہیں' پیداواری محنت کو ممکن بناتے' سماجی دولت کو بڑھاتے اور اس نفع کا صرف ایک حصہ لیتے ہیں جو انہیں ملتا ہے۔

خالد اسحاق کے نکات کا جواب

۳۹۔ جہاں تک اس دلیل کا تعلق ہے کہ پاکستانی بنک سٹیٹ بنک کی مقررہ بنکاری کی دستاویز کے اس فریم ورک کے اندر کام کررہے ہیں جو اسلامی نظریاتی کونسل کا منظور کردہ ہے' اس کی حمایت میں فاضل وکیل نے "اسلامی نظام معیشت کے بارے میں مجموعی سفارشات" پر مبنی کونسل کی رپورٹ (ص ۶۷) کا حوالہ دیا۔ جو اصل میں بلاسود بنکاری نظام پر وزارت خزانہ کا تبصرہ تھا۔ اس لئے ان پر واضح کیا گیا کہ یہ حکومت کا اختیار کردہ موقف ہے۔ کونسل کے نقطہ نظر کی بابت ان کی توجہ صفحہ ۷۳ اور اس سے اگلے صفحات کی طرف مبذول کرائی گئی۔ جہاں کونسل کی طرف سے وزارت خزانہ کو دیا گیا جواب درج ہے۔ اس پر فاضل وکیل نے افسوس کا اظہار کیا اور بتایا کہ ان کے پاس مکمل رپورٹ نہیں تھی اس لئے ایسا ہو گیا۔ انہوں نے اس نکتہ کی مزید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پیروی نہیں کی اور عدالت کو یہ تاثر دیا کہ وہ اپنے موقف پر زیادہ زور نہیں دینا چاہتے۔ یوں فاضل وکیل اپنی دلیل کو درست ثابت کرنے میں ناکام رہے۔ اس کے باوجود عدالت نے اس نکتہ پر ایک دوسرے سیاق و سباق میں بحث کی ہے اور فاضل وکیل کے موقف کی نفی کی ہے۔

۴۰۔ دوسرے دو نکات کے سلسلہ میں فاضل وکیل نے جسٹس (ریٹائرڈ) قدیر الدین احمد' سابق چیف جسٹس مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے لکھے ہوئے ایک مضمون کا حوالہ دیا جو روزنامہ جنگ (کراچی) کے دو شماروں ۲۸' ۲۹ نومبر ۱۹۷۸ء میں "ربوٰی قطعی حرام ہے تاہم بعض علماء نے بعض حالات میں اسے روا قرار دیا ہے" کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ فاضل وکیل کی توجہ بنچ کے ارکان میں سے ایک (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ایڈووکیٹ تب اعزازی مشیر قانون برائے ادارہ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد) کے لکھے ہوئے جواب کی طرف مبذول کرائی گئی۔

یہ جواب روزنامہ جنگ (کراچی) کی چار اشاعتوں مورخہ ۹'۱۰'۱۳ اور ۱۶ر دسمبر ۱۹۷۸ء میں۔ "ربوٰی قطعی حرام ہے۔ اس میں رخصت (اجازت) کی کوئی گنجائش نہیں۔ حالات خودساختہ ہیں۔ شریعت کے نفاذ میں تعاون کیجئے" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ یہ مضمون صدیقی ٹرسٹ کراچی کی طرف سے شائع کردہ کتاب "قرآن حکیم اور ہماری زندگی" میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ چونکہ جسٹس (ریٹائرڈ) قدیرالدین احمد کے دلائل کو ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی طرف سے دیئے گئے جواب میں غلط ثابت کیا گیا تھا اس لئے ہم ان دلائل اور جوابی دلائل کو دہرا کر اس فیصلہ کو گراں بار نہیں کرنا چاہتے۔

۴۱۔ اس کے بعد عدالت نے فاضل وکیل سے کہا کہ وہ اپنے دو دلائل کی حمایت میں قرآنی آیات' احادیث یا فقہی نقطہ نظر پیش کریں' اس پر انہوں نے عدالت سے وقت مانگا کیونکہ وہ اس موضوع پر تیاری کرکے نہیں آئے تھے۔ اس لئے مذکورہ بالا درخواستیں ۹۱-۷-۱ پر ملتوی کر دی گئیں۔ تاہم وہ اگلی تاریخ پر پیش نہیں ہوئے' بلکہ اپنے موکل کی معرفت ایک طویل نوٹ بھیجا۔ ساتھ میں گرمیوں کی تعطیلات کے بعد طویل التواء کی استدعا کی گئی تھی۔ عدالت نے ان کی درخواست التواء قبول کرلی۔

۴۲۔ اس نوٹ میں ہم نے دیکھا کہ ۶۸ صفحات نجی ملکیت کے موضوع کے لئے وقف کئے گئے تھے جس کا زیر بحث مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ نوٹ کے آخری حصہ میں افراط زر کی تلافی سے متعلق تجویز کی حمایت کی گئی تھی اور سود کو قانونی جواز فراہم کیا گیا تھا لیکن وہ رسول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکرمؐ کی کوئی حدیث یا صحابہ کرامؓ کا کوئی اثر یا ماضی یا حال کے کسی ماہر قانون (فقیہہ) کی برائے نام رائے بھی نقل کرنے میں ناکام رہے۔ بہرحال انہوں نے سورہ بقرہ کی آیت نمبر۲۷۹ کے ایک جز "لاتظلمون ولا تظلمون" (نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے) کا حوالہ دیا۔ ایسا لگتا ہے کہ فاضل وکیل ربوٰی کے سیاق و سباق میں ظلم کے پوشیدہ فلسفہ کی تہہ تک نہیں پہنچے۔ یہاں "ظلم" کے لفظ سے کسی سے اصل رقم کے بدلے زیادہ رقم لینا یا اصل زر سے کم دینا مراد ہے۔ (ربوٰی کے موضوع پر ہر سہ آیات کے سیاق و سبق کی روشنی میں) یہ ایک طرح کی ناانصافی (ظلم) ہے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ قرآن حکیم اصل رقم واپس لینے کی اجازت دیتا ہے۔ لیکن اس میں کمی بیشی کی ممانعت کرتا ہے۔ "رؤس اموا لکم" کے الفاظ سرمایہ کی قوت خرید کو نہیں بلکہ اس کی اصل مقدار کو ظاہر کرتے ہیں جبکہ وہ گردش میں ہو۔ جہاں تک قرض لی گئی رقم پر افراط زر کی صورت میں زیادتی کا تعلق ہے، اس کے لئے قرض دینے والوں یا لینے والوں کو، جو بھی صورت ہو، ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیونکہ اس صورتحال کو پیدا کرنے والے حالات ان کے کنٹرول سے باہر ہوتے ہیں اور اگر انہیں اس کی سزا دی جائے تو یہ بجائے خود ناانصافی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و حدیث کے کسی مفسر یا فقیہہ نے اپنے زمانہ میں قیمتوں میں اتار چڑھاؤ کے عنصر کے باوجود کبھی اس کی حمایت نہیں کی۔ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اکنامکس کے ڈائریکٹر محمد حسین نے مثال کے طور پر بتایا کہ امام ابو یوسف کے دور میں افراط زر کی شرح، خلفائے راشدین کے زمانے کے مقابلہ میں پندرہ فیصد بڑھ گئی تھی۔ اس کے باوجود انہوں نے افراط زر کی وجہ سے ہونے والے نقصان کی تلافی کو جائز نہیں ٹھہرایا۔ ہم اس مسئلہ پر کسی قدر تفصیل سے مزید بحث کسی مناسب جگہ کریں گے۔

۴۳۔ اگلی تاریخ سماعت (۹۱-۱۰-۱۳) پر فاضل وکیل نے اس موقف کی حمایت میں ایک اور نوٹ پیش کیا کہ بنک کا سود ربوٰی کی تعریف میں داخل نہیں، سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنے نوٹ میں حوالے تو اصل مصنفوں کے دیئے ہیں لیکن محض ثانوی ماخذ استعمال کئے ہیں، چونکہ وہ اپنے ساتھ اصل ماخذ پر مبنی مواد نہیں لائے تھے، اس لئے ان سے کہا گیا کہ نوٹ میں جن مصنفین کے نام لئے گئے ہیں ان کی لکھی ہوئی اصل کتابوں کی فوٹو اسٹیٹ نقول ارسال کردیں۔ مورخہ ۲۳ر اکتوبر ۹۱ء کو ان میں سے بعض کی فوٹو اسٹیٹ نقول دفتر کو موصول ہوگئیں۔ جن کی تفصیل اس طرح ہے:۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

۱۔ نابل اے صالح کی کتاب "Unlawful Gain and Legitimate Profit in Islamic Law" کے ٹائٹل سمیت کل تین صفحات

۲۔ ڈاکٹر وہبتہ الزحیلی کی کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" کے ٹائٹل سمیت کل ۷ صفحات۔

۳۔ مولانا ابوالکلام احمد کی "ترجمان القرآن" شائع کردہ شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور (جلد اول) کے ٹائٹل سمیت کل چار صفحے۔

۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب "سود" شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ، لاہور کے ٹائٹل سمیت پانچ صفحات

۵۔ مولانا مودودی کی کتاب "سود" کے ساتھ منسلک "ضمیمہ نمبرا" کے ٹائٹل سمیت چار صفحات۔

۶۔ مولانا مفتی محمد شفیع، مفتی اعظم پاکستان کی کتاب "مسئلہ سود" کے ٹائٹل سمیت سات صفحات۔

۷۔ مولانا عبداللہ یوسف علی کے ترجمہ قرآن The Holy Quran (شائع کردہ لبنان) کے ٹائٹل سمیت کل تین صفحات۔

۴۴۔ ہم نے مذکورہ بالا نوٹ کا مطالعہ کیا جس میں ابن قیم جوزی، محمد عبدہ، رشید رضا، عبدالرزاق سنہوری، دوالیبی، شیخ دراز، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، مفتی محمد شفیع اور ڈاکٹر وہبہ الزحیلی کی آرا، کو مبینہ طور پر بنک کے سود کے متعلق ان کے اختیارات کردہ موقف کے حق میں بتایا ہے۔ جہاں تک ابن قیم کا تعلق ہے، اگرچہ فاضل وکیل نے ان کی کتاب اعلام الموقعین (جلد دوم صفحہ ۱۳۵) کا حوالہ دیا ہے۔ تاہم انہوں نے اصل کتاب بھیجنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ انہوں نے محض ثانوی ماخذ کا حوالہ دینے پر اکتفا کیا، جیسا کہ نابل اے صالح نے اپنی کتاب کے صفحہ ۲۷ پر اسے نقل کیا ہے۔ انہوں نے ابن قیم کی کتاب کے عربی متن کا اقتباس بھی فراہم نہیں کیا۔ گو اس کتاب کا نام ابن قیم کی سند کا حوالہ دینے کے بعد پہلی سطر میں لکھا ہے۔ شیخ سنہوری، دوالیبی، شیخ دراز، محمد عبدہ اور رشید رضا کے معاملہ میں بھی ایسا ہی کیا گیا ہے۔ ان کے متن نہیں بھیجے۔ انہوں نے ان قابل قدر مصنفین کی کتابوں کے نام تک نہیں لکھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حقیقت میں انہوں نے زیادہ تر نوٹس نابل کی اس کتاب سے لئے ہیں جو ہم نے فہرست میں پہلے نمبر پر درج کی ہے۔ ہمیں مسٹر نابل کی اسناد (Credentials) معلوم نہیں کیونکہ فاضل وکیل نے ان کی کتاب بھیجنے کی تکلیف گوارا نہیں کی، حالانکہ انہیں بتادیا گیا تھا کہ محولہ بالا کتاب عدالت کی لائبریری میں نہیں ہے۔ اس لئے جب تک ان بڑے ائمہ یا فقہا کی اصل تحریریں پیش نہیں کی جاتیں، ہم نابل کے ثانوی ماخذ پر اعتبار کرنے سے معذور ہیں۔

۴۵۔ جہاں تک مولانا ابوالکلام آزاد کا تعلق ہے فاضل وکیل نے جو صفحات بھیجے ہیں، افسوس ہے کہ ان میں نہ تو فاضل وکیل کی طرف سے اٹھائے گئے نکات کا حوالہ ملتا ہے، نہ ہی اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے نزدیک تجارتی اغراض کیلئے لئے گئے قرضوں پر سود لینا جائز ہے۔ فاضل وکیل نے محمد عبدہ اور رشید رضا کے جن افکار کا حوالہ دیا ہے متن سے ان کی تائید نہیں ہوتی۔ دوالیبی کے جن لیکچرز کا ذکر کیا گیا، وہ بھی عدالت کو مہیا نہیں کئے گئے۔ بہرحال ہم دوالیبی کے اس موقف کی تائید نہیں کرتے جس کا اظہار نابل کی روایت کے مطابق انہوں نے ۱۹۵۱ء میں اپنے لیکچر میں کیا تھا۔

ڈاکٹر اسعد گیلانی کی گزارشات

۴۶۔ ڈاکٹر اسعد گیلانی (درخواست گزار) اصالتاً عدالت میں پیش ہوئے اور اپنے تحریری دلائل پیش کئے جن کی توثیق ستاون (۵۷) علماء کی طرف سے کرائی گئی تھی۔ ان میں سے اکثر عدالت میں بھی موجود تھے۔ اپنے تحریری دلائل میں ڈاکٹر اسعد گیلانی نے منجملہ دیگر باتوں کے، لکھا ہے :

"سود" کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، عالم اسلام کا ایک بھی مستند اور معتمد علیہ عالم دین ایسا نہیں ہے۔ جس نے مروجہ "سودی نظام" کو حرام نہ سمجھا ہو، دنیا بھر کے عامۃ المسلمین بھی اسے حرام سمجھتے ہیں۔ اس کی تحریم واضح ہے اور "الحرام بین" کی مصداق ہے۔ پاک و ہند کے اہل فتویٰ اور عالم اسلام کے اصحاب افتاء نے تو اسے شروع سے حرام قرار دے رکھا ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں کے بارے میں بے حساب لٹریچر وجود میں آچکا ہے۔ لیکن اس سے آگے ایک قدم بڑھا کر ہم عرض کریں گے کہ ۱۹۶۲ء سے لے کر ۱۹۸۳ء تک اسلامی نظریاتی کونسل نے ملک کے جید اور معتمد علیہ علماء ماہرین اقتصادیات، بنکنگ کونسل اور وزارت خزانہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نمائندوں کے ساتھ مذاکرات' مباحثات اور علمی تحقیقات کے نتیجہ میں سود' بنکاری اور مالیاتی قوانین کی بابت جائزہ مکمل کرلیا اور بتایا کہ ان میں سے کونسی شکل ربا کے زمرہ میں آتی ہے اور کونسی نہیں آتی۔ دسمبر ۱۹۶۳ء میں وزارت خزانہ حکومت پاکستان کے ایک استفسار کے جواب میں موجودہ بنکاری نظام کے تحت افراد' اداروں یا حکومت کے مابین تجارت یا قرضوں کے لین دین میں اصل سرمایہ پر جو زائد رقم وصول یا ادا کی جاتی ہے' اس کے متعلق قرار دیا کہ وہ ربوٰی میں شامل ہے۔ اسی طرح درج ذیل صورتوں کو بھی ربا میں شامل قرار دیا۔

۲۔ مختصر مدت کے لئے جاری کی گئی مالیاتی ہنڈیوں پر جو ڈسکاؤنٹ ادا کیا جاتا ہے۔

۳۔ سیونگز سرٹیفکیٹس پر جو قرضے دیئے جاتے ہیں ان پر ادا کیا جانے والا سود۔

۴۔ پرائز بانڈز پر دیئے جانے والے انعامات۔

۵۔ پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل لائف انشورنس میں جمع کی جانے والی رقوم پر ملنے والا سود۔

۶۔ صوبوں' مقامی ہیت ہائے مقتدرہ اور سرکاری ملازمین کو دیئے جانے والے قرضوں پر وصول کیا جانے والا سود۔

انہوں نے کہا : کونسل نے ۱۹۷۷ء کے بعد جنرل محمد ضیاء الحق کی دعوت اور ترغیب پر سودی نظام کے متبادل کے طور پر شرکت و مضاربت کے اصولوں پر مبنی ایک تفصیلی نظام تیار کرکے پیش کیا۔ پھر مسلسل اس کے نفاذ کے لئے سفارشات پیش کرتی رہی' ان مساعی میں اس عدالت کے موجودہ چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کا بڑا حصہ ہے۔ ان سفارشات کے چند اقتباسات حسب ذیل ہیں۔

"پاکستانی بنکوں کے اندرونی لین دین سے سودی عناصر کا بالکل استیصال کردینے کے لئے درکار جرات مندانہ اقدام جو اب سے بہت پہلے کیا جانا چاہئے تھا۔ اب اس میں مزید تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔" (مجموعی سفارشات اسلامی نظام معیشت پر صفحہ ۱۱۵) مطبوعہ ۱۹۸۳ء

ربا کے بارے میں وزارت خزانہ' حکومت پاکستان کے استفسار کے جواب میں کہا گیا۔

"سود کو ملک کے اندرونی لین دین سے بالکل ختم کردینے کے لئے جو جرات مندانہ قدم آج سے بہت پہلے اٹھایا جانا چاہئے تھا۔ اس میں اب مزید تاخیر کرنا مناسب نہیں ہوگا۔" (ایضاً ص ۱۳۵)

"مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر کونسل اپنے آپ کو اس امر کے لئے مجبور محسوس کرتی ہے کہ وہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پورے زور کے ساتھ اس امر کی سفارش کرے کہ زیادہ سے زیادہ یکم جولائی ۱۹۸۴ء تک ہر قسم کا سودی لین دین قطعی طور پر ممنوع قرار دے دیا جائے۔ اس مقصد کے لئے ایک آرڈیننس کا مسودہ ارسال خدمت ہے جناب صدر مملکت کی ذات گرامی سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس کے نفاذ کو عمل میں لا کر عنداللہ ماجور ہوں گے، کونسل اپنی اس تجویز کے ساتھ کہ زیر نظر آرڈیننس کا نفاذ عمل میں آنا چاہئے، یہ سفارش کرنا بھی ضروری سمجھتی ہے کہ بنکوں اور دیگر مالیاتی اداروں کو اس امر کی ہدایت کی جائے کہ ۳۰ر جون ۱۹۸۴ء تک جو مہلت انہیں دی گئی ہے، اس میں وہ اپنے گاہکوں سے اسلامی خطوط پر لین دین کی بات چیت مکمل کرلیں، تاکہ جب یہ آرڈیننس عملاً نافذ ہو، اس وقت سود کا لین دین کسی صورت میں باقی نہ رہے اور بنکوں کی جانب سے سرمایہ کاری کا عمل شریعت اسلامیہ کے اندر متبادل بنیادوں پر بروئے کار لایا جاسکے۔" (ایضاً ص ۱۳۶)

غیر ممالک سے بنکوں کا سودی لین دین:۔

"کونسل نے اس مسئلے پر دوبارہ غور کیا۔ وہ سمجھتی ہے کہ پاکستانی بنکوں کی غیر ممالک میں قائم شاخوں کو چاہئے کہ وہ بھی سودی بنیادوں پر ہر قسم کا لین دین بالکل ترک کردیں۔ اسی طرح پاکستانی بنکوں میں جو رقمیں غیر ملکی کرنسی کی صورت میں جمع ہوں انہیں بھی سود سے پاک ذرائع سے کاروبار میں لگایا جانا چاہئے۔ کونسل کی رائے ہے کہ جہاں تک پاکستانی بنکوں کی ان شاخوں کا تعلق ہے جو مسلم ممالک میں قائم ہیں، ان کی حد تک اس سفارش پر عملدرآمد میں کوئی مشکل محسوس نہ کی جانی چاہئے۔ البتہ غیر مسلم ممالک کے معاملے میں وہاں کے بنکاروں اور متعلقہ حکام سے سرکاری سطح پر بات چیت کے ذریعے لین دین کے غیر سودی ذرائع تلاش کرکے انہیں زیر استعمال لانا چاہئے۔ غیر ممالک کے اسلامی بنک جو اپنے ملکوں میں اپنی کاروباری صلاحیت ثابت کرکے ضروری اعتماد و اعتبار قائم کرچکے ہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی جانی چاہئے۔ تاکہ وہ پاکستان میں بھی اپنی شاخیں قائم کریں، سودی کاروبار کرنے والے غیر ملکی بنکوں کو اس امر کی کھلی چھٹی دینا کہ وہ پاکستان میں جب چاہیں اپنی شاخیں قائم کریں لیکن سود سے پاک لین دین کرنے والے اسلامی بنکوں کو اپنی شاخیں کھولنے سے روکنا ایک امتیازی طرز عمل ہے جو ہماری اعلان کردہ اس پالیسی سے قطعاً کوئی مطابقت نہیں رکھتا کہ ہم اپنا عدالتی نظام اسلام کے طے کردہ اصولوں اور خطوط پر چلائیں گے۔

چونکہ اسلام کی رو سے ربا، کا لینا اور دینا دونوں حرام ہیں لہٰذا ہماری حکومت کو چاہئے کہ وہ مذہبی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنیادوں پر غیر ملکی حکومتوں اور مالی اداروں کے سربراہوں کو اس امر کا قائل کرے کہ وہ پاکستان کے ساتھ لین دین ایسے طریقوں اور ایسی بنیادوں پر کریں جو احکام شریعت سے ہم آہنگ ہوں۔" (ایضاً ص ۱۰۴)

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے بیسویں اجلاس منعقدہ کراچی (۲۴ر دسمبر ۸۳ء) بصدارت چیئرمین کونسل جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اس پیش رفت کا جائزہ لیا جو سود سے پاک بنکاری کے میدان میں خاتمہ سود کے موضوع پر کونسل کی رپورٹ پیش ہونے کے بعد ہوئی' کونسل نے یاد دلایا کہ مذکورہ بالا رپورٹ میں متعدد سفارشات کا مقصد یہ تھا کہ سودی بنیاد پر قائم پاکستانی معیشت بتدریج ترک کرکے سود سے پاک نظام کے قیام میں سہولت اور آسانی پیدا کی جائے' اس مقصد کے لئے کونسل نے ایک عملی نقشہ کار تجویز کرتے ہوئے طے کیا کہ دسمبر ۱۹۸۱ء کے آخر تک چند واضح مرحلوں میں سود کو اس کی جملہ اقسام اور صورتوں کے ساتھ کلیتہ" ختم کردیا جائے۔" (ص ۱۰۰)

رسول اکرمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر سود کا لین دین بالکل ختم کردیا تھا نجران کے عیسائیوں سے حضور انورؐ کا جو معاہدہ ہوا' اس میں یہ شرط واضح طور پر شامل کی گئی تھی کہ اگر معاہد عیسائیوں نے کسی صورت میں سود کا لین دین کیا تو یہ معاہدہ فسخ ہو جائے گا اور مسلمان ان کے خلاف ہتھیار اٹھالیں گے۔ قبیلہ بنو مغیرہ کے لوگ سود پر رقمیں قرض دینے کے لئے مشہور تھے چنانچہ فتح مکہ کے بعد رسول اکرمؐ نے ان کا پورا سود منسوخ کردیا اور مکہ میں اپنے عامل کو یہ ہدایت کی کہ اگر یہ لوگ سودی لین دین سے باز نہ آئیں تو ان کے خلاف جنگ کرکے انہیں اس فعل شنیع سے روک دیا جائے۔ خود رسول اکرمؐ کے چچا حضرت عباسؓ دور جاہلیت میں بڑے مہاجن تھے جو لوگوں کو سود پر قرضے دیتے تھے۔ ان کے متعلق حضورؐ نے حجتہ الوداع کے موقع پر صاف صاف اعلان فرمادیا کہ دور جاہلیت کا پورا سود کالعدم ہوگیا ہے اور سب سے پہلے میں اس سود کو منسوخ کرتا ہوں جو میرے چچا عباس بن عبدالمطلب کا لوگوں کی طرف نکلتا ہے۔"

ان گزارشات کی روشنی میں ہم درخواست کرتے ہیں کہ حکومت اولاً کسی مہلت کی مستحق نہیں ہے۔ لیکن انتظامی لحاظ سے اگر بعض معاملات کے لئے ضروری ہو تو وہ مہلت دی جاچکی۔ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے ۱۹۷۹ء میں تین سال کی قطعی مدت کا وعدہ کیا تھا۔

مولانا گوہر رحمٰن کا تحریری جواب

۴۷۔ مولانا گوہر رحمان بھی اس درخواست کی سماعت کے دوران درخواست گزار کے قانونی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مشیر کی حیثیت سے پیش ہوئے اور زبانی دلائل دیئے۔ دراصل انہوں نے اپنے اس تحریری جواب کے بعض پیروں کا حوالہ دیا جو ان کی طرف سے سوالنامہ کے جواب میں بھیجا گیا تھا۔ وہ جواب ضمیمہ "الف" کا ایک حصہ ہے۔

ایس ایم ظفر کے نکات

۴۸۔ مسٹر ایس ایم ظفر ایڈووکیٹ نے جو ۹ر جون ۹۱ء کو حافظ ایس اے رحمان اور علی ظفر (ایڈووکیٹس) کے ہمراہ ۱۶ شریعت پٹیشنز میں وفاق پاکستان اور بنکنگ کونسل کی طرف سے پیش ہوئے۔ عرض کیا وفاق پاکستان کا موقف یہ ہے کہ ربویٰ (سود) ازروئے اسلام حرام ہے۔ حکومت پاکستان کا فرض ہے کہ سود کو اس کی تمام صورتوں میں پاکستان کے اقتصادی نظام اور مالیاتی اداروں سے ختم کرے۔ انہوں نے شریعت ایکٹ مجریہ ۱۹۹۱ء کی دفعہ ۸ کا حوالہ دیا' جس کا تعلق معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے اور اس امر کو یقینی بنانے کے لئے اقدامات کرنے سے ہے کہ پاکستان کا معاشی نظام اسلام کے اقتصادی مقاصد' اصولوں اور ترجیحات پر استوار کیا جائے گا۔ انہوں نے استدعا کی کہ حکومت پاکستان کو مندرجہ بالا مقاصد کے حصول کے لئے مناسب وقت دیا جائے۔

بعدازاں ۱۵ر اکتوبر ۹۱ء کو انہوں نے ۲۷ دوسری شریعت پٹیشنز میں وفاق پاکستان کی نمائندگی کرتے ہوئے اور اپنا سابقہ موقف دہراتے ہوئے حسب ذیل تنقیحات قائم کیں' جو انہی کے الفاظ میں نقل کی جاتی ہیں۔

۱۔ بعض جدید علماء کی رائے ہے کہ پیداواری قرضوں پر وصول کیا جانے والا سود اس ربا کے زمرہ میں نہیں آتا جو اسلام میں حرام ہے۔ صرف وہ سود حرام ہے جو صرفی قرضوں پر وصول کیا جاتا ہے کیونکہ اس سے قرض دی گئی رقم میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

۲۔ بعض علماء سود کا تعلق افراط زر سے جوڑتے ہیں جس سے ان کی مراد یہ ہے کہ کرنسی کی قیمت میں کمی کی موخر کردہ ادائیگیوں یہاں تک کہ قرضوں میں بھی تلافی کی جانی چاہئے۔

۳۔ سابقہ معاہدے' جن کے تحت سودی قرضے لئے گئے اور قرض لینے والوں نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے' وہ اس قابل ہیں کہ جاری رکھے جائیں۔

۴۔ چونکہ دنیا بھر میں اقتصادی نظام سود پر چل رہا ہے اس لئے اس سے انحراف معاشی بحران

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے مترادف ہو گا۔ وفاقی حکومت نے جیسا کہ شریعت بل میں کہا گیا ہے' ایک کمیشن قائم کیا ہے جو سود کے استیصال کی تدابیر اور طریقے تجویز کرے گا۔ امید ہے کہ یہ کمیشن اپنے فرائض خوش اسلوبی سے انجام دے گا' اس لئے اس کی رائے اور سفارشات کا انتظار کرنا چاہئے۔"

اس کے ساتھ ہی انہوں نے چند دن کی مہلت مانگی تاکہ اپنی معروضات کی حمایت میں کچھ مضامین اور کتابیں بھیج سکیں۔

۴۹۔ فاضل وکیل نے ۲۳ر اکتوبر ۹۱ء کو بعض مضامین نیز کچھ کتابوں سے لئے گئے اقتباسات کی فوٹو اسٹیٹ نقول معہ ایک تحریری نوٹ ارسال کیں' جو ۲۹ر اکتوبر ۹۱ء عدالت ہذا کے دفتر میں موصول ہوئیں۔

۵۰۔ مذکورہ بالا نوٹ میں فاضل وکیل نے اپنے اس سابقہ موقف کو دہرایا ہے جو وفاق کی طرف سے ۹ر جون ۹۱ء کو داخل کردہ ابتدائی بیان میں اختیار کیا تھا' یہ کہ "وفاق ربوٰی کو از روئے اسلام حرام سمجھتا ہے اور ریاست پاکستان کا فرض ہے کہ ملک کے مالیاتی اور اقتصادی نظام سے سود کو ختم کرے۔" تاہم فاضل وکیل نے اپنی ان تنقیحات میں جو ۱۵ر اکتوبر ۹۱ء کو قائم کی تھیں' کچھ ردوبدل کے بعد حسب ذیل نئی تنقیحات قائم کیں۔

i) آیا پیداواری قرضے لفظ ربوٰی کی تعریف میں آتے ہیں؟ کیونکہ جس وقت حرمت کا حکم دیا گیا' اس وقت عرب میں پیداواری قرضوں کا کوئی تصور نہیں تھا۔ لوگ محض صرفی ضروریات پوری کرنے کے لئے قرض لیتے تھے۔

ii) یہ کہ قرآن حکیم یا حدیث نبویؐ میں لفظ ربا کی کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ اس لئے یہ "متشابہات" کے دائرہ میں آتا ہے۔ پس موجودہ نظام کو اس وقت تک جاری رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے جب تک شریعت بل کے تحت قائم شدہ کمیشن کی طرف سے مناسب غوروخوض کے بعد متبادل نظام کا اعلان نہ کردیا جائے۔

ii) یہ کہ قرآن حکیم یا حدیث نبویؐ میں لفظ ربا کی کوئی تعریف نہیں کی گئی۔ اس لئے یہ "متشابہات" کے دائرہ میں آتا ہے۔ پس موجودہ نظام کو اس وقت تک جاری رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے جب تک شریعت بل کے تحت قائم شدہ کمیشن کی طرف سے مناسب غوروخوض کے بعد متبادل نظام کا اعلان نہ کردیا جائے۔

iii) یہ کہ مشرقی جاوا (انڈونیشیا) میں نجتہ العلماء کانفرنس نے امت کی "مصلحت" کے پیش نظر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بنک کے سود کے بارے میں "اجماع سکوتی" اختیار کیا اور اسے متشابہات کے درجہ میں رکھا گیا۔

iv) یہ کہ جو معاہدے ہو چکے ہیں اور جن کے تحت مختلف درخواست دہندگان فائدے حاصل کر چکے ہیں۔ انہیں نصفت (Equity) کے اصول کے تحت نافذ کرنے کی ضرورت ہے اور کم از کم اس حد تک تو ان پر ضرور عملدر آمد ہونا چاہئے کہ اگر مقروضوں نے کچھ فائدہ اٹھایا ہے تو وہ اس حد تک اس کی تلافی کریں یا بعض بنکوں کو افراط زر کے باعث سرمایہ میں جو نقصان اٹھانا پڑا ہے، اس کا معاوضہ ادا کیا جائے۔

v) یہ کہ وفاق اس بات کے حق میں ہے کہ جب تک شریعت ایکٹ کے تحت قائم شدہ کمیشن اپنی تحقیق مکمل کرتا اور قطعی فیصلہ دیتا ہے۔ سود کے مسئلہ پر غور ملتوی کر دیا جائے کیونکہ اس کا مجموعی نظام معیشت سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ پاکستان کا پورا مالیاتی نظام اس طرح باہم مربوط ہے کہ دیگر مسائل (مثلاً افراط زر، کاغذی کرنسی، بنکاری کا تصور، رضاکارانہ طور پر قرضے دینا وغیرہ) کو اس سے وابستہ کئے بغیر محض اس نظام کے متعلق فیصلہ کرنا بہت سی نئی مشکلات اور بحران پیدا کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں قوم کو فائدہ کی بجائے نقصان ہو گا۔

۵۱۔ فاضل وکیل نے مذکورہ بالا تنقیحات یا نکات کی تائید میں اپنے نوٹ کے ساتھ حسب ذیل مواد منسلک کیا۔

i) ایک مضمون کی فوٹو اسٹیٹ نقل جو ۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا عنوان "A Study of Commercial Interest in Islam." ہے اور یہ انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جناب فضل الرحمٰن ایم اے کا لکھا ہوا ہے۔

ii) Bro Jamari Mohatar کے ایک مطبوعہ مقالہ زیر عنوان "What is Riba Exactly"? کی گیارہ (۱۱) صفحات پر مشتمل فوٹو اسٹیٹ نقل۔

iii) ایک ٹائپ شدہ مضمون زیر عنوان "I jmak Sukuti on Bank Interest" کا ترجمہ ۶ صفحات۔

iv) سید احمد پروفیسر معاشیات میک ماسٹر یونیورسٹی ہملٹن، اونٹاریو (کینیڈا) کے مضمون بعنوان "Reflections On The Concept And Law of Riba" کی ۱۱ صفحات پر مشتمل فوٹو اسٹیٹ کاپی۔

v) ۳ صفحات پر مشتمل

'Islamic Banking and Finance. prospect for the 1990. by the

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

Andrew Cunningham, Middle East Economic Digest, 21 John Street. London. WCIN. 2 B.P. England" کی فوٹو اسٹیٹ کاپی۔

vi) این۔ اے جعفری کے مضمون بعنوان "The Case for Ijtehad in Respect of Interest on Productive Loans." کی ۳ صفحات پر مشتمل فوٹو کاپی۔

vii) سید یعقوب شاہ کے مضمون بعنوان "Islam and Productive Credit" کی چار صفحات پر مشتمل فوٹو کاپی۔

۵۲۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مسٹر فضل الرحمٰن کا پہلا مضمون "A Study of Commercial Interest in Islam" حقیقت میں مسٹر ایس ایم ظفر کے اٹھائے گئے نکات یا قائم کردہ تنقیحات کے خلاف ہے کہ تجارتی قرضوں پر سود ربا میں داخل ہے جو اسلام میں حرام ہے۔ مصنف نے بڑی تفصیل سے سرسید احمد خان اور ان کے مسلک سے تعلق رکھنے والوں مثلاً ڈپٹی نذیر احمد اور سید طفیل احمد منگلوری وغیرہ کے اس موقف کو جھٹلایا ہے کہ تجارتی قرضوں پر سود ربا میں شامل نہیں ہے۔ مصنف نے اپنی کتاب "تجارتی سود' تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے" میں اپنی اس رائے کی حمایت میں بڑے واضح دلائل دیئے ہیں کہ تجارتی قرضوں پر سود ربا میں شامل ہے۔ ہم آگے چل کر اس کتاب سے اقتباسات پیش کریں گے۔

ii) دوسرے مضمون میں جو Bro Jamani Mohtar کا لکھا ہوا ہے فاضل مضمون نگار نے دونوں طرف کے دلائل پر بحث کی ہے یعنی:-

i) تجارتی قرضوں پر سود ربا میں داخل ہے۔

ii) تجارتی قرضوں پر سود ربا میں داخل نہیں ہے۔

اس مضمون کا مطالعہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے ان دونوں آرا میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔ محض دونوں موقف بیان کردیئے ہیں۔

iii) تیسرا مضمون جسے انڈونیشی زبان سے انگریزی میں منتقل کیا گیا ہے "بنک سود کے جواز پر اجماع سکوتی" کے موضوع پر ہے۔ یہ مشرقی جاوا (انڈونیشیا) کی نجتہ العلماء کی رائے ہے جس میں مشاورتی کونسل کے علماء نے "مصالح" کی بنیاد پر بنک کے سود کے جواز کی حمایت میں فیصلہ دیا ہے۔ اس فیصلہ میں قرآن و سنت سے دلائل نہیں دیئے گئے۔ علاوہ ازیں یہ اجماع کے شرعی تقاضے بھی پورے نہیں کرتا (دیکھئے المستصفی از امام غزالیؒ جلد اول صفحہ ۱۸۱-۱۷۳)

جہاں تک سود کو جائز قرار دینے کے لئے مصالح کے تصور کا تعلق ہے ہم اس پر کسی مناسب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جگہ علیحدہ بحث کریں گے۔

iv) چوتھا مضمون سید احمد پروفیسر معاشیات میک ماسٹر یونیورسٹی' ہملٹن (کینیڈا) کا ہے۔ انہوں نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے کہ آیا ربا سود کا مماثل ہے اور جدید سود کی بعض صورتوں کو ربا کے دائرہ سے خارج کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم انہوں نے قرآن و سنت سے کوئی دلیل نہیں دی۔

v) پانچواں مضمون مصر کے شیخ طنطاوی کے ایک فتویٰ پر مشتمل ہے جو انہوں نے ستمبر ۱۹۸۹ء میں دیا۔ اس میں کہا گیا ہے کہ گورنمنٹ سیونگز سرٹیفکیٹ پر سود شرعاً جائز ہے۔ تاہم اسی دستاویز میں یہ بھی لکھا ہے کہ ۱۹۹۰ء میں مصر کے اکثر علماء نے اس فتویٰ کی مخالفت کی' اس لئے یہ فتویٰ شیخ طنطاوی کی انفرادی رائے کی حیثیت رکھتا ہے۔

vi) اگلا مضمون "پیداواری قرضوں پر سود" کے بارے میں این اے جعفری کی تحریر ہے جس میں انہوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ ربا جیسے اہم مسائل میں اجتہاد کی ضرورت ہے۔ ان کا نقطہ نظر اور استدلال بڑی حد تک غلط فہمی پر مبنی ہے۔ اجتہاد ان معاملات میں کیا جاسکتا ہے جن میں قرآن حکیم یا حدیث رسولؐ سے قطعی احکام نہ ملتے ہوں اور وہ معاملہ قیاس کے دائرہ میں آتا ہو۔ اپنے مقالہ کے آخر میں انہوں نے یہ معاملہ امت کے ضمیر پر چھوڑ دیا ہے جو بنک کے سود کو جائز نہیں سمجھتا۔

vii) آخری دستاویز سید یعقوب شاہ کا لکھا ہوا ایک مضمون ہے جس میں انہوں نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ عہد نبویؐ میں تجارتی قرضوں پر سود مروج نہیں تھا۔ اس رائے کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے فضل الرحمٰن نے اپنی کتاب "تجارتی سود" میں اور خود مسٹر ایس ایم ظفر کے پیش کردہ مضمون میں بری طرح چیلنج کیا گیا ہے۔

نکات کی تنقیح

۵۳۔ مسٹر ایس ایم ظفر کی طرف سے پیش کردہ محولہ بالا مواد کے بارے میں ہماری مجموعی رائے اور نقطہ نظر' ماسوائے اس مضمون کے جو فہرست میں پہلے نمبر پر ہے' ان کی تنقیح کے بالکل خلاف ہے جس کا کم سے کم اظہار ان الفاظ میں کیا جاسکتا ہے کہ یہ اپنی اصل میں ناکافی' قائل نہ کرنے والا' نامکمل اور سطحی ہے۔ جہاں تک رباء النسیہ کا تعلق ہے قرآن و حدیث کے احکام اور اجماع امت کے مقابلہ میں یہ مواد کوئی وزن نہیں رکھتا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۵۴۔ مسٹر ایس ایم ظفر کی طرف سے پیش کئے گئے مواد کے بارے میں یہ ہماری مختصر رائے ہے۔ ہم مسٹر خالد ایم اسحاق اور ایس ایم ظفر کے اٹھائے گئے نکات پر اس فیصلہ کے' آئندہ صفحات میں کسی قدر تفصیل سے بحث کریں گے' کیونکہ ان دونوں کی تنقیحات کئی لحاظ سے بڑی حد تک ملتی ہیں۔ تاہم وہ بحث شروع کرنے سے پہلے ہم دستور پاکستان اور گزشتہ سالہا سال کے دوران حکومت کی طرف سے کئے گئے اقدامات کے متعلق' صدر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم کے دور کے خصوصی حوالہ سے پاکستان میں ربا کے مسئلہ کا کچھ تاریخی پس منظر بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

۵۵۔ سود کے بارے میں ۱۹۵۶ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۸ (الف) میں کہا گیا تھا کہ ریاست ربا کو بہ عجلت ممکنہ ختم کرنے کی کوشش کرے گی' لیکن یہ مقصد حاصل کرنے کے لئے کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا گیا۔ ۱۹۶۲ء کے دستور میں شامل پالیسی کے اصولوں (اصول نمبر۱۸) میں دوبارہ عہد کیا گیا کہ ربا (سود) کو جلد از جلد ختم کیا جائے گا۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں بھی آرٹیکل ۳۸ (الف) کی رو سے اس عہد کو دہرایا گیا لیکن عملاً اس سمت میں جو کچھ ہوا وہ سب کے سامنے ہے۔

۵۶۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا قیام پہلی بار ۱۹۶۲ء میں عمل میں آیا۔ اس کی تشکیل کے مقاصد میں منجملہ دیگر امور کے ایسے اقدامات کی بابت سفارشات پیش کرنا شامل ہے جو مسلمانوں کو ان کی زندگیاں اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈھالنے کے قابل بناسکیں۔ ربا کے مسئلہ میں کونسل نے ۶۶۔۱۹۶۴ء کے دوران ہی اس رائے کا اظہار کردیا تھا کہ یہ حرام ہے اور موجودہ بنکاری نظام بلاشبہ سود پر مبنی ہے۔ اس سلسلے میں کونسل نے ۳؍ دسمبر ۱۹۶۹ء کو ہونے والے اپنے اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی تھی جس میں صاف طور پر کہا گیا کہ :۔

مشاورتی کونسل اس امر پر متفق ہے کہ ربوٰی اپنی ہر صورت میں حرام ہے اور شرح سود کی کمی بیشی سود کی حرمت پر اثرانداز نہیں ہوتی۔ افراد اور اداروں کے لین دین کی مندرجہ ذیل صورتوں پر کامل غوروخوض کرنے کے بعد کونسل اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ

(الف) موجودہ بنکاری نظام کے تحت افراد اداروں اور حکومتوں کے درمیان کاروباری لین دین اور قرضہ جات یعنی اصل رقم پر جو بڑھوتری لی یا دی جاتی ہے وہ ربوٰی میں داخل ہے۔

(ب) خزانہ کی طرف سے تھوڑی مدت کے قرضہ پر جو چھوٹ دی جاتی ہے' وہ بھی ربوٰی میں داخل ہے۔

(ج) سیونگز سرٹیفکیٹ پر جو سود دیا جاتا ہے وہ ربا میں شامل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(د) انعامی بانڈز پر جو انعام دیا جاتا ہے' وہ ربا میں شامل ہے۔

(ہ) پراویڈنٹ فنڈ اور پوسٹل بیمہ زندگی وغیرہ پر جو سود ادا کیا جاتا ہے' وہ بھی ربا میں شامل ہے۔

(و) صوبوں' مقامی اداروں اور سرکاری ملازمین کو دیئے گئے قرضوں پر بڑھوتری ربا میں داخل ہے۔ (دیکھئے اسلامی نظام معیشت کے بارے میں اسلامی نظریاتی کونسل کی مجموعی سفارشات' مطبوعہ ۱۹۸۳ء صفحہ ۹ اور ۱۰) لیکن حکومت نے ان سفارشات پر کوئی توجہ نہیں دی۔

۵۷۔ یہ معاملہ ۱۹۷۰ء کے دوران منعقد ہونے والے اجلاسوں میں بھی کونسل کے پیش نظر رہا' اس کے مختلف پہلوؤں پر طویل غوروخوض کے بعد اسلامی معاشرتی نظام پر ایک جامع لائحہ عمل (Blue-Print) منظور کرکے ۱۹۷۱ء میں حکومت کو بھیجا گیا (دیکھئے مذکورہ بالا رپورٹ کا صفحہ ۱۰) لیکن نظام معیشت سے سود کے استیصال کے لئے کوئی قانون سازی نہیں کی گئی جیسا کہ آئین کا تقاضا تھا (دیکھئے ۱۹۷۳ء کے دستور کا آرٹیکل ۲۳۰)

ماہرین معاشیات کے پینل کی تشکیل

۵۸۔ جولائی ۱۹۷۷ء میں جنرل محمد ضیاء الحق کے بطور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر عنان اقتدار سنبھالنے کے بعد ستمبر ۱۹۷۷ء میں کونسل کی تشکیل نو کی گئی اور ۲۹ر ستمبر ۷۷ء کو کونسل سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کونسل پر زور دیا کہ وہ سود کے مسئلہ پر اچھی طرح غوروفکر کرکے اپنی تفصیلی رپورٹ حکومت کو جلد از جلد پیش کرے تاکہ قوم کو سود کی لعنت سے چھٹکارا مل سکے۔ کونسل نے ڈاکٹر احسان رشید (کراچی یونیورسٹی) کی سربراہی میں ماہرین معاشیات و بنکاری کا ایک پینل قائم کیا' جس میں درج ذیل دیگر ممبران شامل تھے۔ (۲)

(۲) ۱۔ ڈاکٹر رفیق احمد --- پرو-وائس چانسلر' پنجاب یونیورسٹی۔ ۲۔ شیخ محمود احمد --- لاہور۔
۳۔ مسٹر عبدالجبار خاں --- پریذیڈنٹ حبیب بنک لمیٹڈ' کراچی۔
۴۔ ڈاکٹر نورالاسلام میاں --- ڈائریکٹر انسٹی ٹیوٹ آف اکنامک اسٹڈیز' پشاور یونیورسٹی۔
۵۔ ڈاکٹر سید نواب حیدر نقوی --- ڈائریکٹر' پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف ڈویلپمنٹ اکنامکس' اسلام آباد۔
۶۔ ڈاکٹر میاں نذیر --- پروفیسر معاشیات' پشاور یونیورسٹی۔
۷۔ مسٹر ڈی ایم قریشی --- مینجنگ ڈائریکٹر' بنکرز ایکویٹی لمیٹڈ' کراچی۔
۸۔ پروفیسر شکراللہ خاں --- صدر شعبہ معاشیات بلوچستان یونیورسٹی' کوئٹہ۔
۹۔ ڈاکٹر اے ایچ صدیقی --- ڈائریکٹر آف اسٹڈیز' ایڈمنسٹریٹو اسٹاف کالج' لاہور۔
۱۰۔ مسٹر خادم حسین صدیقی --- ممبر پاکستان بنکنگ کونسل' کراچی۔
۱۱۔ مسٹر اے کے سومار --- کراچی ۱۲۔ مسٹر عبدالواسع --- بنک آف کریڈٹ اینڈ کامرس' کراچی۔
۱۳۔ ڈاکٹر ایس ایم حسن الزماں --- چیف اسلامی معاشیات ڈویژن' اسٹیٹ بنک آف پاکستان
۱۴۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد --- ڈپٹی گورنر اسٹیٹ بنک آف پاکستان۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جون ۱۹۸۰ء میں کونسل کی طرف سے رپورٹ کی منظوری

کونسل نے اولاً پینل کی مرتب کردہ عبوری رپورٹ بابت ۱۹۷۸ء جنرل ضیاء الحق (جو اس وقت تک صدر مملکت کا منصب بھی انہوں نے خود ہی سنبھال لیا تھا) کی خدمت میں پیش کی۔ اس رپورٹ کی روشنی میں صدر نے خاتمہ سود کے بارے میں ۱۹۷۹ء میں بعض عبوری اقدامات کئے جن سے ہاؤس بلڈنگ فنانس کارپوریشن' نیشنل انویسٹمنٹ ٹرسٹ (NIT)' سرمایہ کاری کارپوریشن (ICP) نفع و نقصان میں شراکت اور بلاسود بنیاد پر چلانے کا فیصلہ کیا گیا۔ ۱۲ر ربیع الاول ۱۳۹۹ھ (۱۰ر فروری ۱۹۷۹ء) کے صدارتی حکم کے مطابق ملکی معیشت سے سود کے مکمل استیصال کے لئے تین سال کی مدت مقرر کی گئی۔ ۱۵ر جون ۱۹۸۰ء کو جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن (چیئرمین) کی قیادت میں کونسل نے خاتمہ سود کی حتمی رپورٹ منظور کی' اس وقت کونسل کے ممبران میں درج ذیل حضرات شامل تھے۔ (۳)

کونسل کی مساعی کو خراج تحسین

کونسل کی حتمی رپورٹ ۲۵ر جون ۱۹۸۰ء کو صدر کو پیش کردی گئی اس میں ایسا فریم ورک دیا گیا تھا جس پر عمل پیرا ہوکر حکومت فروری ۱۹۸۲ء تک ملکی معیشت سے سود کا مکمل خاتمہ کرسکے۔ اس رپورٹ کو ''اسلام کے معاشی نظام'' پر ۷ر تا ۱۱ر مارچ ۱۹۸۱ء اسلام آباد میں منعقد ہونے والے بین الاقوامی سیمینار میں زیر غور لایا گیا۔ سیمینار نے اپنے اعلامیہ میں سود سے متعلق رپورٹ پر کونسل کو ذیل کے الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا :

---

(۳) ۱۔ مولانا ظفر احمد انصاری (کراچی)
۲۔ مسٹر خالد ایم اسحاق' ایڈووکیٹ' کراچی
۳۔ مفتی سیاح الدین کاکا خیل' پشاور
۴۔ خواجہ قمرالدین سیالوی' سیال شریف (سرگودھا)
۵۔ مولانا محمد تقی عثمانی' (کراچی)
۶۔ مولانا محمد حنیف ندوی' (لاہور)
۷۔ ڈاکٹر ضیاء الدین احمد' (کراچی)
۸۔ علامہ سید رضی مجتہد' (کراچی)
۹۔ مولانا شمس الحق افغانی
۱۰۔ ڈاکٹر بیگم خاور خاں چشتی
۱۱۔ مسٹر فضل الرحمان سیکریٹری وزارت مذہبی امور جنہوں نے بہ لحاظ عہدہ کونسل کے اجلاس میں شرکت کی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"سیمینار میں حکومت پاکستان اور اسلامی نظریاتی کونسل کی ان کوششوں اور جانفشانیوں پر جو انہوں نے استیصال سود کے ذرائع و وسائل دریافت کرنے کے سلسلہ میں کی ہیں، خراج تحسین پیش کیا گیا، اور خاتمہ سود سے متعلق کونسل کی رپورٹ کو ایک تاریخی دستاویز اور نظام بنکاری کے میدان میں اولین کوشش قرار دیتے ہوئے امید ظاہر کی گئی کہ یہ دستاویز تمام اسلامی ممالک کی ان کوششوں کے لئے مشعل راہ ثابت ہوگی جو وہ اپنے نظام بنکاری کو اسلامی اصولوں کے مطابق از سرنو استوار کرنے کے سلسلے میں کررہے ہیں۔ سیمینار میں سفارش کی گئی کہ اسلامی کونسل کی اس رپورٹ کا عربی اور اسلامی ممالک کی دیگر زبانوں میں ترجمہ ہونا چاہئے۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ اہل علم حضرات اس سے استفادہ کرسکیں۔" (مجموعی سفارشات بابت اسلامی نظام معیشت صفحہ ۴۵، مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۳ء)" چنانچہ رپورٹ کا عربی ترجمہ ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سے "تقریر مجلس الفکر الاسلامی بشان الغاء الفائدہ من اقتصاد باکستان کے نام سے شائع ہوچکا ہے۔

کونسل کی اس رپورٹ میں شامل فیصلوں اور سفارشات کا خلاصہ اس فیصلہ کے ضمیمہ (ب) میں منسلک ہے۔ اس خلاصہ کو عدالت کے زیر نظر فیصلہ میں ملاحظات Observations کے تابع رہتے ہوئے پڑھنا چاہئے۔ (۴)

خاتمہ سود کی سمت میں حکومت کے اقدامات

۵۹۔ حکومت پاکستان نے کونسل کی حتمی رپورٹ موصول ہونے پر اس سمت میں چند اقدامات کئے۔ عوام کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ بنکوں میں اپنے کھاتوں کو نفع و نقصان شراکت کے کھاتوں میں بدل لیں۔ بعد ازاں سیونگ اکاؤنٹ کو بھی نفع نقصان شراکت کے کھاتہ میں بدل دیا گیا۔ کچھ عرصہ بعد حکومت نے مضاربہ اور مشارکہ اسکیمیں شروع کیں جو کہ اسلام کے مالکاری نظام کی سمت میں ملک میں مروجہ بنکاری نظام کا ایک اچھا متبادل تھا۔ تاہم یہ اسکیمیں محدود پیمانے پر شروع کی گئیں۔ عوام کا یہ اختیار باقی رہا کہ وہ چاہیں تو اسلامی نظام اپنالیں اور چاہیں تو پرانے نظام سے چمٹے رہیں جواب بھی سود پر مبنی رہا۔

۶۰۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کونسل سود سے پاک کاؤنٹر کھولنے کے خلاف تھی، تاہم حکومت نے کونسل کی سفارشات کی واضح مخالفت کرتے ہوئے "غیرسودی کاؤنٹر" کھول دیئے۔

---

(۴) ضمیمہ "ب" کے لئے ملاحظہ ہو "خاتمہ سود کے سلسلہ میں اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کا خلاصہ" جسے صدیقی ٹرسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی نے حال ہی میں شائع کیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کونسل نے ۳۱ر مئی ۸۱ء کو اپنی تشکیل نو کے بعد اس پر احتجاج کیا۔ جیسا کہ اسلامی نظام معیشت سے متعلق کونسل کی رپورٹ میں شامل درج اقتباسات سے ظاہر ہوتا ہے۔ "کونسل نے ۸۱۔۱۹۸۰ء میں کئے جانے والے ان اقدامات کا جائزہ لیا جو حکومت نے اسلامی نظام معیشت کے نفاذ کے سلسلہ میں کئے ہیں۔ ان میں خاتمہ سود کے لئے کئے جانے والے اقدامات' ان سفارشات کے بالکل برعکس ہیں جو کونسل نے پیش کی تھیں۔

"کونسل نے اپنی رپورٹ میں سود کے خاتمے کے ہر ہر مرحلے کو منطقی ترتیب دے کر واضح کردیا تھا اور ان خطرات کی نشاندہی بھی کردی تھی جو اس تجربے کی ناکامی پر منتج ہوسکتے ہیں لیکن حکومت کی طرف سے اس وضاحت اور تنبیہہ کو مسترد کردیا گیا اور وہ طریقہ اختیار کیا گیا جو مقصد کو فوت کرنے کا سبب بنا۔"

"کونسل نے شراکت و مضاربت اور قرض حسنہ کو سودی نظام کا اصل اور حقیقی بدل قرار دیا تھا' البتہ عبوری دور کے لئے اور ناگزیر حالات میں بعض دیگر طریقوں کی سفارش بھی کی تھی۔ حکومت نے اپنی اسکیم میں مارک اپ اور مارک ڈاؤن کا جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ سود کے علاوہ کچھ نہیں۔"

"اسی طرح ہنڈیوں کی کٹوتی کے سلسلے میں حکومت نے سود کی اضافی قیمت کے نام کو اور بعض جگہ کم قیمت کے نام کو استعمال کرکے سود کو برقرار رکھا ہے۔ کونسل کی طرف سے تعزیری سود کے طریقے کی مخالفت کے باوجود اسے برقرار رکھا گیا۔ اس کی بجائے تعزیری جرمانہ عائد کیا جانا چاہئے تھا جو متعلقہ حکومت کے خزانہ میں جمع کرایا جائے۔" (مجموعی سفارشات صفحہ ۵۱۔۵۰)

کونسل نے واضح الفاظ میں مثالی بنک کے قیام اور غیر سودی کاؤنٹرز کھولنے کی شدت سے مخالفت کی تھی اور ماہرین معاشیات و بنکاری کے قوی دلائل کے پیش نظر ایسے کسی بھی اقدام کو حصول مقصد کے لئے نقصان دہ قرار دیا تھا۔ (بلاسودی بنکاری رپورٹ پیرا ۱۳۲ تا ۱۳۴)۔

"کونسل کو یہ دیکھ کر مایوسی ہوئی کہ حکومت نے وہی لائحہ عمل اختیار کیا جو کونسل کے نزدیک غیر سودی نظام کو ناکام بنانے اور سود کو ہمیشہ جاری و ساری رکھنے میں معاون ہوسکتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ لائحہ عمل میں بھی وہ طریق کار اختیار کیا گیا جس سے کونسل نے اپنی سفارشات میں جگہ جگہ محتاط رہنے یا باز رہنے کی تائید کی تھی۔" (ایضاً صفحہ ۵۴)

"اسلام اور غیر سودی نظام کے نام سے سود کی موجودگی اور اس پر اصرار نہ صرف اللہ تعالیٰ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نزدیک ناپسندیدہ ہے بلکہ اس سے حکومت کی کوششوں پر بھی حرف آتا ہے۔ پاکستان میں اسلام کے نام پر لائی جانے والی تبدیلیوں سے دوسرے مسلم اور غیر مسلم ممالک کی بڑھتی ہوئی دلچسپی کے پیش نظر یہ طریق کار ہمارے خلاف الزام تراشیوں اور بدگمانیوں کا مواد فراہم کرے گا اور اس سے زیادہ خطرناک نتیجہ نکلے گا کہ خاتمہ سود کے نام پر سود کو برقرار رکھنے والوں کو پاکستان کی مثال ڈھال کا کام دے گی۔

کونسل شروع سے غیر سودی کاؤنٹرز کے خلاف رہی ہے موجودہ غیر سودی کاؤنٹر کی اسکیم مکمل طور پر نہ غیر سودی ہے نہ اسلامی اور نہ ہی عملی۔ یہ عین ممکن تھا کہ اگر یہ اسکیم واقعی غیر سودی اور اسلامی ہوتی تو عوام میں آہستہ آہستہ اس سے دلچسپی بڑھتی لیکن سرکاری ذرائع ابلاغ کی کوششوں کے باوجود ایسی کوئی صورت دیکھنے میں نہیں آئی بلکہ جوں جوں وقت گزرتا گیا لوگوں کی سردمہری اور بے اعتنائی میں اضافہ ہوتا گیا۔

صدر مملکت کی دینداری اور ان کی طرف سے سرکاری طور پر اسلام کی سرپرستی کے علی الرغم غیر سودی کاؤنٹر کی اسکیم وہی تاثر پیدا کرتی ہے جو کسی سیکولر حکومت میں اقلیتوں کو بعض نجی معاملات میں مذہبی آزادی سے ہوتا ہے' جس میں حکومت خود کو مذہب سے بے نیاز رکھتی ہے' اسی طرح ہماری حکومت نے عوام کے لئے غیر سودی کاؤنٹر کے نام سے ایک ادارہ قائم کرکے اپنے آپ کو سود کے معاملے میں احکام شریعت سے بے نیاز سمجھ لیا ہے گویا سود کی حرمت کچھ افراد کا انفرادی معاملہ ہے اور حکومت خود اس معاملے میں غیر جانبدار ہے۔ امرواقعہ یہ ہے کہ پاکستان اور اسلام لازم و ملزوم ہیں' حکومت اور اس کا کوئی ادارہ اس سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ حکومت کو اپنے عزم' خلوص اور اسلام کے ساتھ وفاداری کا مظاہرہ کرنے کے لئے پہلے اپنے معاملات سے سود کا خاتمہ کرنا چاہئے تھا' حکومت کی اس بے نیازی نے عام آدمی میں کوئی جوش اور ولولہ پیدا نہیں ہونے دیا۔ (مجموعی سفارشات صفحہ ۵۷)

اسکیم شروع ہوتے ہی حکومت کی طرف سے اس کے حق میں ذرائع ابلاغ کے بھرپور استعمال کے باوجود اخبارات نے پہلے ہفتے سے ہی ان بلاسودی کاؤنٹرز کی افادیت اور صلاحیت پر کلام کرنا شروع کردیا۔ بعض اخبارات نے سودی اور غیر سودی نظام کے ایک ساتھ قائم رکھنے پر تبصرہ کرتے ہوئے دو عملی کے خاتمہ پر زور دیا اور بعض نے سود کے مکمل خاتمہ کی تائید کی۔ جبکہ بعض اخبارات و رسائل نے اس ساری اسکیم کو بھی سودی نظام کی بدلی ہوئی شکل قرار دیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ملاحظہ ہو "بزنس ریکارڈر" مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۸۱ء کا اداریہ نیز پاکستان اکنامسٹ شمارہ فروری ۸۱ء)

غیر سودی کاؤنٹر میں دلچسپی لینے سے پہلے عام آدمی حکومت میں اصلاح احوال یا اخلاص کے دوسرے مشاہد بھی دیکھنا چاہتا ہے اور ان مشاہد کے پیش نظر حکومت کی پالیسی کے بارے میں رائے قائم کرنا چاہتا ہے۔ ایک طرف غیر سودی کاؤنٹرز کا چرچا ہے۔ دوسری طرف شرح سود کو شرح منافع قرار دیا جارہا ہے پھر اس شرح کو لوگوں کے لئے زیادہ سے زیادہ پرکشش بنا کر ذرائع ابلاغ کے ذریعے مسلسل اس کا پروپیگنڈہ کرنا لوگوں کو فکر اصلاح اور اخلاص کی تائیدی شہادت فراہم نہیں کرتا۔

شاید یہی وہ عوامل ہیں جن کی بنا پر غیر سودی کاؤنٹرز جو پہلے پہل لوگوں کی بھرپور دلچسپی کا باعث بنے تھے، دھیرے دھیرے غیر مقبول ہوتے گئے۔ تا آنکہ چھ ماہ گزرنے کے باوجود یہ کھاتے بنک کی جملہ امانتوں کا پانچ فیصد سے آگے نہ بڑھ سکے۔ اس ناکامی کو اسلام سے عناد رکھنے والے مبصرین عوام میں سود کی مقبولیت اور اسلامی احکام سے عدم دلچسپی پر محمول کرتے ہیں۔" (ملاحظہ ہو نوٹ لندن اکنامسٹ مورخہ ۲۱ر مارچ ۱۹۸۱ء)

"حکومت کی جاری کردہ مارک اپ اور مارک ڈاؤن اسکیم پر ملک میں جو رد عمل ظاہر ہوا، اس سے صدر مملکت کو وقتاً فوقتاً آگاہ کیا جاتا رہا ہے۔ توقع تھی کہ اس سال کے بجٹ کے موقع پر ضروری اصلاحات روبہ عمل لائی جائیں گی لیکن کونسل کے ارکان کو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی کہ اس طرح کے کوئی اقدامات نہیں کئے گئے۔ بلکہ حکومت کی جاری کردہ اسکیم کو غیر سودی اقدام قرار دیا گیا۔ جو نہ صرف حقیقت کے بالکل خلاف ہے بلکہ اس سے اندرون و بیرون ملک یہ تاثر قائم ہوگا کہ پاکستان میں ایسی اسکیموں کو جو واضح طور پر سودی ہیں۔ غیر سودی کہہ کر لوگوں کو مغالطے میں ڈالا جارہا ہے۔ ظاہر ہے یہ صورت حال ملک یا حکومت کے لئے انجام کار بدنامی کا موجب ہوسکتی ہے جس سے بہرصورت احتراز لازم ہے نیز آخرت کے مواخذہ سے ڈرنے کی ضرورت بھی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۸)

"سود کے خاتمہ کے سلسلے میں کونسل کی رپورٹ میں جو تجاویز شامل ہیں وہ کونسل کی نظر میں پوری طرح قابل عمل ہیں۔ کونسل کے نزدیک معیشت اور بنکاری کے نظام کو اسلام کے مطابق ڈھالنے کا عملی خاکہ نہ تو تنہا علماء تیار کرسکتے ہیں، نہ نظری معاشیات کے ماہرین، نہ انتظامیہ کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

افسران، اور نہ تنہا بنکار، اس مقصد کے لے ان تمام طبقات کی مشترکہ کوشش ہی کارگر ہو سکتی ہے۔ کونسل نے اسی طریقہ کو اختیار کیا تھا، کام کے مختلف مراحل میں علماء، ماہرین معاشیات و بنکاری اور کاروباری طبقوں کے نمائندوں نے کونسل کا ہاتھ بٹایا تھا۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ حکومت نے ان تمام طبقات کی مشترکہ مساعی پر اپنی انفرادی حکمت عملی کو ترجیح دی ہے۔" (ایضاً صفحہ ۵۹۔۵۸)

ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی کے افکار

۶۱۔ اس سلسلے میں ایک معروف ماہر معاشیات پروفیسر نجات اللہ صدیقی (ملک عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ) کے خیالات و افکار کو جن کا اظہار انہوں نے اپنی کتاب "غیر سودی بنکاری" (شائع کردہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور، ۱۹۶۹ء صفحات ۱۱، ۱۲، ۱۳) میں کیا ہے۔ نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر اسلامی زندگی سے ظلم اور بے انصافی کی ایک بری شکل کو ختم کرنا چاہا ہے اور عملی اعتبار سے دور جدید میں اسلامی زندگی کی تنظیم نو کے سلسلے میں یہ ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ جدید معیشت میں سود اور سودی کاروبار کو کلیدی اہمیت کا حامل ہے۔ بنکنگ کا پورا نظام سود پر قائم ہے، معاشی زندگی کی اسلامی تعمیر نو کے لئے ضروری ہے کہ سود کے بغیر بنکنگ کا نظام قائم کیا جائے اور کامیابی سے چلایا جائے۔

"اسلامی معاشیات کے موضوع پر لکھنے والے اس بات پر متفق ہیں کہ سود کے بغیر بھی بنکنگ کا کام اسی طرح چلایا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے معروف وظائف انجام دے سکیں۔ یہ مفکرین اس بات پر بھی متفق ہیں کہ بنکنگ کی تنظیم نو شراکت و مضاربت کے شرعی اصولوں کی بنیاد پر کی جا سکتی ہے۔"

"یہ واضح کردینا بھی مناسب ہوگا کہ ہم اسلام میں سود کی حرمت کو ایک مسلمہ امر تسلیم کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں اور تجارتی سود یا بنک کے سود کو حرام سود کی تعریف میں داخل سمجھتے ہیں۔

"اس کتاب میں صرف یہ واضح کیا جائے گا کہ شراکت اور مضاربت کے اصولوں پر بنکاری کا قیام کس طرح عمل میں لایا جا سکتا ہے اور وہ اپنے معروف وظائف کس طرح انجام دے سکتا ہے۔

"غیر سودی بنکاری کا مطالعہ کرتے وقت یہ حقیقت بھی سامنے رہنی چاہئے کہ اس نظام کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے ضروری ہے کہ جس ملک میں اسے نافذ کیا جائے وہاں سود قانوناً ممنوع ہو، اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سودی لین دین کو قابل سزا جرم قرار دیا جائے جہاں اس قانون کو سختی سے ساتھ نافذ نہیں کیا جائے گا وہاں اس کا امکان باقی رہے گا کہ بعض اصحاب سرمایہ ذاتی اغراض کے تحت اجتماعی مفاد کو نقصان پہنچائیں۔ وہاں سودی لین دین کا "چور بازار" (Black Market) وجود میں آکر غیر سودی نظام کی کارکردگی کو متاثر کرسکتا ہے اس ناگزیر شرط کے علاوہ بعض ایسے حالات بھی ہیں جن کو پیدا کئے بغیر اس بات کی توقع نہیں کی جاسکتی کہ غیر سودی معیشت میں توازن پیدا ہوسکے، مثلاً حاجت مند صارفین کے لئے اجتماعی کفالت کا معقول انتظام اور سرمایہ کی ذخیرہ اندوزی کی محاصل کے ذریعے ہمت شکنی۔ یہ اور ان جیسے دوسرے سازگار حالات ایسے اسلامی نظام میں بدرجہ اولیٰ پیدا کئے جاسکیں گے جو سود کو قانوناً ممنوع قرار دینے کے ساتھ ساتھ دوسرے شرعی قوانین کو بھی نافذ کرے اور شرعاً مطلوب مقاصد کو حاصل کرنے کا پورا اہتمام کرے۔" (صفحہ ۱۱، ۱۲ اور ۱۳)

(یاد رہے کہ کونسل نے بھی ۱۹۸۳ء میں سود کی حرمت کا ایک مسودہ قانون مرتب کیا تھا) دیکھئے اسلامی نظام معیشت پر کونسل کی رپورٹ صفحہ ۱۱۷)

۶۲۔ غالب احتمال یہ ہے کہ انکم ٹیکس اور ایکسائز قوانین کی سختی اور بعض دیگر وجوہ کی بنا پر، جیسا کہ کونسل کو پہلے ہی خدشہ تھا، سود کی بنیاد پر قرضوں کا لین دین اور قرض کی دوسری سہولتیں کسی رکاوٹ کے بغیر جاری رہیں، یہاں ہم "ملک کی معیشت سے سود کے خاتمہ" پر کونسل کی رپورٹ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں:

"کونسل اس امر پر زور دینا چاہتی ہے کہ بنکاری کے نئے نظام کو کامیاب کرنے کے لئے یہ امر انتہائی ضروری ہے کہ حکومت ملک کے پورے نظام محاصل کا ازسرنو مکمل جائزہ لے۔ خاص طور پر انکم ٹیکس کے طریق کار کو آسان بنائے۔ کونسل نے نظام زکوٰۃ کی سفارش کرتے وقت بھی اس اقدام کی ضرورت کا اظہار کیا تھا اور لکھا تھا کہ جب تک انکم ٹیکس کے نظام اور اس کی تشخیص کے طریق کار کو سادہ اور آسان نہیں بنایا جائے گا، زکوٰۃ کی صحیح صورت میں وصولی ممکن نہ ہوگی۔ افسوس ہے کونسل کی اس سفارش پر ابھی تک عملدرآمد نہیں ہوسکا۔ کونسل زیر نظر رپورٹ پیش کرتے ہوئے اس سلسلے میں ایک مرتبہ پھر اپنی گہری تشویش کا اظہار کرنا چاہتی ہے، خصوصاً" اس لئے کہ انکم ٹیکس کے نظام کی مکمل اصلاح سود سے پاک نظام بنکاری کی کامیابی کے لئے ایک لازمی شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نئے نظام میں بنکوں کی آمدنی کا انحصار بڑی حد تک ان کاروباری اداروں کے منافع پر ہوگا جو بنکوں سے مالی امداد لیں گے، لہٰذا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اگر انکم ٹیکس کا موجودہ نظام جوں کا توں رہا تو کاروباری ادارے بھی پہلے کی طرح بدعنوانیوں کے مرتکب ہوتے رہیں گے۔ وہ اپنا منافع چھپائیں گے اور دوہرے تہرے حسابات رکھیں گے' نتیجتاً" ان اداروں کے منافع میں سے بنکوں کا جائز حصہ انہیں نہیں ملے گا جس سے بنکوں کی آمدنی متاثر ہوگی۔" (رپورٹ بلاسود بنکاری۔ تعارف ص ۱۲۔۱۳)

وفاقی شرعی عدالت پر قدغن

۶۳۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ صدر جنرل ضیاء الحق نے ۲۶ر جون ۱۹۸۰ء کو وفاقی شرعی عدالت قائم کرتے وقت اور اس عدالت کو یہ اختیار دیتے وقت کہ اگر اس کی نظر میں کوئی قانون قرآن و سنت کے احکام سے متصادم ہو تو اسے کالعدم قرار دے سکے گی عدالت کے دائرہ اختیار سے ایسے تمام امور کو تین سال کے لئے خارج کردیا جن کا تعلق ربا سمیت مالی معاملات سے ہو۔ (ملاحظہ ہو دستور کا باب ۳۔اے' آرٹیکل ۲۰۳۔بی(سی)) اس طرح سود کا مسئلہ ۲۵ر جون ۱۹۸۳ء تک کے لئے عدالت کے دائرہ اختیار سے نکل گیا۔ پھر تین سال کی محولہ بالا مدت کو ایک ترمیمی حکم (Second Amendment Order 1983) (صدارتی حکم نمبرے مجریہ ۱۹۸۳ء کی دفعہ ۲) کے ذریعے ۱۹ر مئی ۱۹۸۳ء کو "چار سال" کردیا گیا۔ بعدازاں ۱۹۸۴ء کے صدارتی حکم نمبر ۲ کے تحت ۲۶ر اپریل ۱۹۸۴ء کو "پانچ برس" اور آخر میں ۱۹۸۵ء کے صدارتی حکم نمبر ۱۴ کی دفعہ ۲ کی رو سے ۲ر مارچ ۱۹۸۵ء کو "دس سال" کردیا گیا یعنی عدالت پر یہ پابندی ۲۵ر جون ۱۹۹۰ء تک برقرار رہی۔ ۱۰ سال مدت گزرنے پر پابندی ختم ہوگئی تو عدالت کو مالیاتی قوانین' جن میں محاصل اور فیسوں کے عائد کرنے اور ان کی وصولی نیز **بنکنگ** اور انشورنس وغیرہ کے قوانین شامل ہیں' کا جائزہ لینے اور انہیں خلاف شرع قرار دینے کا اختیار حاصل ہوگیا۔

۶۴۔ یہ امر بھی لائق توجہ ہے کہ ۸۸۔۱۹۸۱ء کے دوران وزارت مذہبی امور کے زیراہتمام منعقد ہونے والی "علماء مشائخ کانفرنسوں" میں' جن کی صدارت جنرل ضیاء الحق مرحوم خود کرتے تھے' علماء و مشائخ کے اس پرزور مطالبہ اور سفارش کے باوجود کہ وفاقی شرعی عدالت پر سے مذکورہ بالا پابندی ختم کی جائے' اس کی مدت میں وقتاً" فوقتاً" توسیع کی جاتی رہی' حد یہ ہے کہ دسمبر ۱۹۸۴ء میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ریفرنڈم کے ذریعے مینڈیٹ حاصل کرنے کے بعد بھی صدر نے اس پابندی کو ختم نہیں کیا' جیسا کہ گزشتہ پیراگراف سے ظاہر ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ربا کا معنی و مفہوم

۶۵۔ "ربا" کے موضوع کو زیر بحث لاتے ہوئے جو کہ ان تمام درخواستوں کا مشترک مسئلہ ہے' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اس کے لفظی معنی بتائے جائیں' پھر قرآن و سنت کے حوالے سے اس کے مفہوم پر روشنی ڈالی جائے اور آخر میں دور جدید کے بنکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں سے' جیسا کہ ان درخواستوں میں استدعا کی گئی ہے' اس کے خاتمہ کے لئے اس کی حرمت واضح کی جائے۔

۶۶۔ قرآن مجید میں سود کے لئے "ربوا" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ اس کا مادہ "رب و" ہے جس کے معنے میں زیادہ "نمو" بڑھوتری اور بڑھنے کا اعتبار ہے۔ ربا بڑھا اور زیادہ ہوا' "ربا فلان الرابیہ" وہ ٹیلے پر چڑھ گیا' "ربا فلان السویق۔" اس نے ستو پر پانی ڈالا اور ستو پھول گیا۔ "ربا فی حجرہ" اس نے فلاں کی آغوش میں نشو ونما پایا۔ "اربی الشیئ" چیز کو بڑھایا۔ "ربوۃ" بلندی۔ "رابیہ" وہ زمین جو عام سطح ارض سے بلند ہو۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں اس مادہ کے مشتقات آئے ہیں' سب میں زیادتی۔ زیادت' علو اور نمو کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ مثلاً

۱۔ فانا انزلنا علیھا الماء اھتزت وربت (الحج : ۵)

"پھر جب ہم نے اس پر پانی برسایا' وہ برگ و بار لانے لگی۔"

۲۔ یمحق اللہ الربوا و یربی الصدقات (البقرہ : ۲۷۶)

"اللہ سود کو مٹاتا اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔"

۳۔ واوینھما الی ربوۃ (المومنون۔ ۵۰)

"اور ہم نے (ابن مریم اور ان کی ماں کو) ایک سطح مرتفع پر رکھا۔"

۴۔ فاحتمل السیل زبداً الرابیا (الرعد : ۱۷)

"پھر جب سیلاب اٹھا تو سطح پر جھاگ بھی آ گئے۔"

۵۔ کمثل جنتہ بربوۃ (البقرہ : ۲۶۵)

("ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے) جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو۔"

۶۔ وقل رب ارحمھما کما ربینی صغیراً" (بنی اسرائیل : ۲۴)

"ان کے حق میں ہمیشہ دعا کرو' کہ پروردگار' جس طرح انہوں نے مجھے صغر سنی میں پالا پوسا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پوسا۔"

۷۔ فاخذھم اخذۃ الرابیہ (الحاقہ : ۱۰)

"تو اس نے ان کو بڑی سختی سے پکڑا۔"

۸۔ قال الم نربک فینا ولیدا" (الشعرا)

("فرعون نے کہا) کیا ہم نے تجھ کو اپنے ہاں بچہ سا نہیں پالا تھا۔"

اسی مادہ سے "ربوا" ہے اور اس سے مراد مال کی زیادتی اور اس کا اصل سے بڑھ جانا ہے۔ چنانچہ اس معنی کی تصریح بھی خود قرآن میں کردی گئی ہے۔

۹۔ وذروا مابقی من الربو

"جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔" (البقرہ....۲۷۹)

۱۰۔ وما اتیتم من ربا" لیربوا فی اموال الناس فلا یربوا عنداللہ (الروم : ۳۹)

"اور جو سود تم نے دیا ہے تاکہ لوگوں کے مال بڑھیں تو اللہ کے نزدیک اس سے مال نہیں بڑھتا۔"

۶۷۔ قرآن پاک سے نقل کردہ ان عبارتوں سے ظاہر ہے کہ ربا کے لفظی معنی اضافہ، زیادتی، اور بڑھوتری کے ہیں۔ شریعت میں اس سے اصل زر پر اضافہ مراد ہے، خواہ وہ کسی قدر تھوڑا ہو، اس لئے اس میں سادہ سود اور مرکب سود دونوں شامل ہیں۔ (دیکھئے Lane's Arabic-English_____Lexicon اس کی تائید عربی زبان پر بہترین سند امام راغب اصفہانی کی "مفردات القرآن" اور زبیدی کی "تاج العروس" سے ہوتی ہے۔

۶۸۔ لفظ "Interest" "بہ معنی سود" ایک بڑی حد تک قبول کرلیا گیا ہے اور اسے "ربا" کے معنوں میں لیا جاتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (Stiengass English-Arabic Dictionary, Lahore, 1979, The Word "Interest")

۶۹۔ Thomas Patric Hughes میں A Dictionary of Islam (P-544) نے "ربا" کی تعریف اس طرح کی ہے "یہ اسلامی قانون/ شرع کی اصطلاح ہے، جس سے "قانونی پیمانہ، پیمائش یا وزن کے مطابق ایک یا دو ہم جنس اشیاء میں جو متضاد ہوں، تبادلہ کے سمجھوتہ میں اضافہ یا زیادتی مراد ہے جس کی رو سے اشیاء میں سے ایک میں ایسا اضافہ کسی بدل کے بغیر لازمی شرط کے طور پر شامل ہوتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی منافع شامل ہوتا ہے خواہ وہ رقم کے قرض پر ہو یا اشیاء یا کسی قسم کی جائیداد پر۔ شریعت موسوی میں رقم یا مال کے قرضہ پر منافع کی شرائط طے کرنے سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا تھا۔ (ملاحظہ ہو (Exold. XXII: 25: Lev XXV. 36(USURI)

۷۱۔ پس "ربا" میں سادہ اور مرکب دونوں طرح کا سود شامل ہے، جیسا کہ انگریزی اصطلاحات میں اسے جانا جاتا ہے۔ قانونی مفہوم میں یہ وہ زائد رقم ہے جو قرض دینے والا مقروض سے اپنے قرضہ کی بازیابی کے لئے مہلت دینے کے عوض وصول کرتا ہے۔ امام طبری (متوفی ۳۱۰ ہجری) تفسیر طبری (جلد سوم صفحہ نمبر ۶۴) میں قرآن پاک کی آیت "احل اللہ البیع و حرم الربوا" پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"الربا ینص الزیادۃ التی یزاد رب المال بسبب زیادۃ غریمتہ فی الاجل وتاخیر دینہ علیہ"

یعنی "ربا وہ (مالی) اضافہ ہے جو صاحب مال مقروض کو قرضہ کی واپسی کے لئے مہلت دینے کے عوض وصول کرتا ہے۔"

۷۲۔ ابن اثیر اپنی مشہور تصنیف "کتاب النہایتہ فی غریب الحدیث والاثر" (مطبوعہ قاہرہ ۱۳۲۲ھ جلد دوم ص ۶۶) میں کہتے ہیں۔

"الربوا الاصل فیہ الزیادۃ وفی الشرع الزیادۃ علی اصل المال من غیر عقد تبائع"

یعنی "ربا کے اصل معنی زیادتی کے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اس سے مراد کسی معاہدہ بیع کے بغیر اصل زر میں اضافہ کرنا ہے۔"

۷۳۔ ابن عربی نے اپنی معروف تصنیف "احکام القرآن" (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۷ء، جلد اول۔ ص ۲۴۲) میں ربا کی تعریف اس طرح کی ہے۔

"الربا فی اللغتہ ھو الزیادۃ والمراد بہ فی الایتہ کل زیادۃ لم یقابلھا عوض۔"

لغوی معنوں میں ربا زیادتی ہے اور آیت میں "ربا" سے مراد وہ زیادتی مراد ہے جس کے عوض کوئی مال نہ ہو۔"

علامہ برہان الدین المرغینانی (متوفی ۵۹۳ ھ) نے بھی اپنی کتاب "الہدایہ" (مطبوعہ قرآن محل، کراچی جلد سوم ص ۷۸) کی کتاب البیوع میں یہی تعریف لکھی ہے، یعنی

"الربا ھو الفضل المستحق لاحد المتعاقدین فی المعاوضہ الخالی عن عوض شرط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیہ"۔

"قانون میں ربا معاہدہ قرض پر زیادتی کو ظاہر کرتا ہے جس میں ویسی زیادتی فریقین معاہدہ میں سے کسی ایک پر ایک لازمی شرط کے طور پر کسی معاوضہ (مال) کے بغیر عائد کی جائے۔"
(ملاحظہ ہو ہدایہ کا انگریزی ترجمہ از ہملٹن مطبوعہ لاہور ص ۲۸۹) (Book XIV on Sale Chap. VIII on Riba)

امام فخرالدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) اپنی مشہور "تفسیر الکبیر" میں لکھتے ہیں:

"لفظ ربا کے لغوی معنے زیادتی کے ہیں' تاہم اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر قسم کی زیادتی پر ربا کا اطلاق ہوتا ہے اور وہ حرام ہے۔ ربا کی ممانعت ایک خاص قسم کے معاہدہ سے تعلق رکھتی ہے جو عربوں میں "ربا النسیئۃ" (قرض پر ربا) کے نام سے مشہور تھا۔" (ربا کی دوسری قسم "ربا الفضل" کہلاتی ہے جو ہماری موجودہ بحث سے خارج ہے)

۷۴۔ امام الجصاص نے "احکام القرآن" (مطبوعہ استنبول ۱۳۳۵ھ' جلد اول ص ۴۶۹) میں ربا کی یوں تعریف کی ہے:

"ھو القرض المشروط فیہ الاجل و زیادۃ مال علی المستقرض"۔

یعنی "ربا وہ قرض ہے جو خاص مدت کے لئے اس شرط کے تحت دیا جائے کہ مدت پوری ہونے پر مقروض اسے کچھ اضافہ کے ساتھ واپس کرے گا۔"

۷۵۔ مولانا مودودی نے سود کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔

"پس سود کی تعریف یہ قرار پائی کہ قرض میں دیئے ہوئے راس المال پر جو زائد رقم مدت کے مقابلہ میں شرط اور تعین کے ساتھ لی جائے' وہ سود ہے۔" (ملاحظہ ہو "سود" مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ' لاہور' ایڈیشن ۱۹۶۷ء ص ۱۳۹)

۷۶۔ قانون عامہ (Common Law) میں "سود" کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

"اصل قرض پر زیادتی یقیناً" وہ عوض ہے جو قرض دہندہ کسی خاص مدت کے لئے اپنی رقم قرض دینے کے معاوضہ میں وصول کرتا ہے۔ اس حقیقت سے اس کی اصلیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسے کھل کر "سود" نہ کہا گیا ہو۔" (آل انڈیا رپورٹر ۱۹۴۴ء مدراس ۲۴۳)

۷۷۔ ہالسبری کی کتاب "Laws of England" (جلد نمبر ۲۳ دفعہ ۲۵۳) میں سود کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"سود (Interest) پر جب رقم کے حوالہ سے غور کیا جائے تو یہ اس بدل یا معاوضہ کی واپسی کو ظاہر کرتا ہے جو ایک فریق سرمایہ کے استعمال کے عوض دوسرے فریق کو ادا کرتا ہے۔"

۷۸۔ ان تعریفات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سود محض سادہ زیادتی کا نام نہیں ہے بلکہ شریعت میں یہ ایک خاص قسم کی زیادتی ہے ورنہ ایک طرح کا اضافہ تو بیع (فروخت) میں بھی ہوتا ہے' جسے اصطلاحاً" منافع کہا جاتا ہے' جبکہ ربا وہ معاوضہ ہے جو ادائیگی کی مدت کے عوض ادا کیا جاتا ہے۔ چونکہ یہ مدت قیمتی مال کی شکل میں نہیں ہوتی' اس لئے اس کی واپسی کو خلاف قانون قرار دیا گیا ہے' خواہ وہ سرمایہ ہو یا کوئی اور چیز۔ بالفاظ دیگر جب ایک طرف سرمایہ ہو اور دوسری طرف رعایتی مدت یا قرض کی واپسی کو موخر کرنے کا مطالبہ' اس صورت میں جو "منافع" طے کیا جائے' اسے "ربا" کہتے ہیں۔ تجارتی سرگرمیوں اور قرض کے لین دین کی ان مختلف صورتوں کے بغور مطالعہ سے' جو کہ رسول اکرمؐ کے زمانہ میں عربوں میں مروج تھیں' پتہ چلتا ہے کہ ایسا لین دین جس میں راس المال پر زیادتی یا اضافہ' جو مدت کے حوالے سے ادا کیا جاتا تھا اور جس کی ادائیگی کی بابت پیشگی شرط طے کرلی جاتی تھی' ربا کہلاتا تھا۔ پس جس لین دین میں بھی مذکورہ بالا عناصر پائے جائیں' وہ "ربا" ہے اور اس طرح کی فروخت' لین دین یا قرض' خواہ وہ نقدی کی صورت میں ہو یا جنس کی شکل میں' ربا کا کاروبار ہے جسے دارالاسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے اور اس پر مسلم فقہاء کا اجماع ہے۔

ربا کے متعلق نصوص قرآنی

۷۹۔ "ربا" کا لفظ اپنی مختلف لسانیاتی صورتوں میں قرآن حکیم میں قریباً ۲۰ جگہ استعمال ہوا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورۃ البقرہ: ۲۶۵' ۲۷۵' ۲۷۶' ۲۷۸' سورۃ آل عمران: ۱۳۰' سورۃ النساء ۱۶۱' الرعد:۱۷' النحل:۹۲' بنی اسرائیل:۲۴' الحج:۵' الشعراء:۱۸' الروم:۳۹' حم السجدہ:۳۹ اور الحاقہ:۱۰) ۔ سورہ بقرہ کی آیات ۲۷۵' ۲۷۶ اور ۲۷۸ تا ۲۸۱ سرفہرست ہیں۔ ان کا ترجمہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

۸۰۔ "جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کردیا ہو' اور اس حالت میں ان کے مبتلا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ "تجارت بھی تو آخر سود ہی جیسی چیز ہے۔" حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام' لہٰذا جس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شخص کو اس کے رب کی طرف سے یہ نصیحت پہنچے اور آئندہ کے لئے وہ سود خوری سے باز آجائے تو جو کچھ پہلے کھاچکا سو کھا چکا' اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو اس کے بعد بھی اس حرکت کا اعادہ کرے گا' وہ جہنمی ہے' جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔" (۲۷۵)

"اللہ سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کو بڑھاتا ہے اور (یاد رکھو) تمام ایسے لوگوں کو جو نصیحت الٰہی کے ناسپاس اور نافرمان ہیں' اس کی پسندیدگی حاصل نہیں ہو سکتی۔" (۲۷۶)

"مسلمانو! اگر فی الحقیقت تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو اور جس قدر سود مقروضوں کے ذمے باقی رہ گیا ہے' اسے چھوڑ دو (۲۷۸)

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ (کیونکہ ممانعت کے صاف صاف حکم کے بعد) اس کی خلاف ورزی کرنا اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف جنگ آزما ہو جانا ہے۔ اور اگر اس (باغیانہ روش سے) توبہ کرتے ہو تو پھر تمہارے لئے یہ حکم ہے کہ اپنی اصل رقم لے لو اور سود چھوڑ دو' نہ تو تم کسی پر ظلم کرو' نہ تمہارے ساتھ ظلم کیا جائے۔" (۲۷۹)

"اور اگر ایسا ہو کہ ایک مقروض تنگ دست ہے (اور فوراً" قرض ادا نہیں کر سکتا) تو چاہیئے کہ اسے فراخی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے' اور اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو تمہارے لئے بہتری کی بات تو یہ ہے کہ (ایسے تنگ دست بھائی کو) اس کا قرض بطور خیرات بخش دو۔" (۲۸۰)

"اور دیکھو اس دن (کی) پرستش سے ڈرو جبکہ تم سب اللہ کے حضور لوٹائے جاؤ گے۔ پھر ایسا ہو گا کہ ہر جان نے اپنے عمل سے جو کچھ کمایا ہے اس کا بدلہ پورا پورا اسے مل جائے گا۔ یہ نہ ہو گا کہ کسی کی بھی حق تلفی ہو۔" (۲۸۱)

اس کے بعد سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ میں فرمایا گیا ہے:

"مسلمانو! سود کی کمائی سے اپنا پیٹ نہ بھرو' جو قرض کی اصل رقم میں مل کر دوگنی چوگنی ہو جاتی ہے۔ اللہ سے ڈرو اور اس کی نافرمانی سے بچو' تاکہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ۔"

سورۃ الروم میں "ربا" کا ذکر اس طرح آیا ہے:

"جو سود تم دیتے ہو تاکہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر بڑھ جائے' اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادہ سے دیتے ہو' اسی کے دینے والے دراصل اپنا مال بڑھاتے ہیں۔" (الروم۔۳۹)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سورۃ النساء میں ارشاد خداوندی ہے:

"الغرض یہودیوں کے اس ظلم کی وجہ سے ہم نے (کئی ایک) اچھی چیزیں ان پر حرام کر دیں جو (پہلے) حلال تھیں۔ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے بہت روکنے لگے تھے (اور ہدایت کی راہ میں سراسر روک ہو گئے تھے)۔" (۱۶۰)

"نیز ان کی یہ بات کہ سود لینے لگے' حالانکہ اس سے روک دیئے گئے تھے اور یہ بات کہ ناجائز طریقہ پر لوگوں کا مال کھانے لگے' (حالانکہ انہیں ہر انسان کے ساتھ دیانتدار ہونے کا حکم دیا گیا تھا) اور یاد رکھو' ان میں جو لوگ (اس طرح احکام حق کے منکر ہو گئے' ہم نے ان کے لئے (پاداش عمل میں) دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (۱۶۱)

۸۱۔ **المنتخب** فی تفسیر القرآن میں جو کہ عرب جمہوریہ مصر کی وزارت مذہبی امور کے تحت سپریم کونسل امور دینیہ کی مجلس قرآن و سنت (لجنۃ القرآن والسنۃ) کی لکھی ہوئی ہے' کہا گیا ہے کہ:

"ربا سے مراد جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں بیان کیا گیا ہے اور عربوں میں قبل از اسلام رائج تھا' وہ اضافہ ہے جو مقروض سے قرض کی واپسی کے لئے مقررہ مدت میں مہلت کے عوض وصول کیا جاتا ہے۔ جو کہ حرام ہے' خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ۔"

اس سلسلے میں امام جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری کی مقبول عام تفسیر "**الکشاف** عن حقائق غوامض التنزیل" (جلد اول' صفحہ ۳۲۳۔ ۳۱۹) کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

۸۲۔ **محمد علی الصابونی** (جو آج کل سعودی عرب میں مقیم ہیں) اپنی "تفسیر آیات الاحکام" (مطبوعہ دمشق ۱۳۹۷ھ / جلد اول ص ۳۸۳) میں لکھتے ہیں:

"ربا کے لغوی معنے "مطلق زیادتی" کے ہیں اور شریعت میں اس سے مراد وہ زیادتی یا اضافہ ہے جو قرض دہندہ قرض کی واپسی کے لئے مقررہ مدت کے عوض مقروض سے وصول کرتا ہے۔"

سید قطب شہید کے افکار

۸۳۔ **سید قطب شہید** (ان پر خدا کی لاکھوں رحمتیں ہوں) نے سود کے بارے میں اپنی مشہور عالم تفسیر "فی ظلال القرآن" میں سورہ بقرہ کی آیات ۲۷۵ تا ۲۸۱ پر بحث کرتے ہوئے ربا کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مسئلہ پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی بحث کا حاصل یہ ہے کہ "سود اور اسلام مسلم معاشرہ میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔" مذکورہ بالا تفسیر کے ترجمہ سے ایک اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے :

"اولین حقیقت یہ ہے کہ ہم جس سماج میں سودی نظام کے زیر سایہ اپنی زندگیاں گزار رہے ہیں' وہاں اسلام کا کوئی وجود قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ اسلام اپنی اساس کے لحاظ سے سودی نظام سے براہ راست متصادم ہے اور یہ دونوں نظام ایک وقت میں اور ایک معاشرے میں اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ بلکہ سود کے وسیع تر اثرات اسلام کو لوگوں کی اخلاقی اور اعتقادی زندگی میں بھی پہنچنے نہیں دیتے اور دلوں کی گہرائیوں سے بھی اسلام کو کھرچ کھرچ کر نکال دیتے ہیں۔

دوسری حقیقت یہ ہے کہ سود انسانیت کے اخلاق' ایمان اور تصور حیات ہی کے لئے مصیبت نہیں ہے بلکہ خالص اقتصادی اور عملی لحاظ سے بھی ایک زبردست لعنت ہے۔ سودی نظام انسانی سعادت پر ڈاکہ ڈالتا اور انسان کی معتدل نشوونما میں بگاڑ پیدا کرتا ہے۔ حالانکہ سودی نظام کی ظاہری چمک دمک سے ایسا لگتا ہے جیسے یہ انسان کی نشوونما میں مددگار و معاون ہے۔

تیسری حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں اخلاقی اور عملی نظام باہم دگر مربوط اور پیوست ہیں۔ اسلام میں انسان کا ہر عمل شرط خلافت کے ساتھ مشروط ہے اور یوم آخرت میں ہر عمل کی جوابدہی کرنا ہے یعنی اسلام کا اقتصادی نظام بغیر اخلاق کے قائم نہیں ہو سکتا۔

چوتھی حقیقت یہ ہے کہ سودی معاملات فرد کے ضمیر' اخلاق اور شعور کو تباہ اور جماعتی زندگی کو ختم کر کے رکھ دیتے ہیں' کیونکہ سودی کاروبار میں لوگوں کے دلوں میں طمع' حسد' لالچ' کینہ' دھوکہ بازی اور فریب کاری جیسے امراض پیدا ہو جاتے ہیں جو اجتماعی زندگی کو گھن کی طرح کھا جاتے ہیں۔ سود سرمائے کو بہا کر ہر اس جگہ لے جاتا ہے جہاں سے سرمایہ دار کو زیادہ سے زیادہ فائدے کی امید ہو' اسی وجہ سے دور جدید میں سرمائے کا بہاؤ عریاں فلموں' گندی صحافت' رقص گاہوں' کلبوں اور ان تمام چیزوں کی جانب ہو چکا ہے جو انسانی اخلاق کے لئے تباہ کن ہیں کیونکہ سودی سرمایہ کاری کا مقصد زیادہ نفع کمانا ہے' اسی لئے وہ انہی کاموں میں کھپتی ہے جہاں انسان کی پست خواہشات بھڑکتی ہوں اور سفلی جذبات تسکین پاتے ہوں۔

پانچویں حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل اور جامع نظام عبادت ہے۔ جب وہ سودی تعامل کو حرام قرار دیتا ہے تو ایک ایسا اقتصادی نظام بھی پیش کرتا ہے جس میں سرے سے سود کی کوئی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضرورت پیش نہیں آتی' اسلام انسان کی اجتماعی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو اس طرح تشکیل کرتا ہے کہ ان کی نشوونما بھی جاری رہے اور سود کا بھی کہیں گزر نہ ہو سکے۔

چھٹی حقیقت یہ ہے کہ اگر کسی وقت اسلامی نظام زندگی عملی شکل میں برپا ہوتا ہے تو سودی لین دین کی بندش کے ساتھ ساتھ جدید تہذیبی و اقتصادی اداروں کو ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ ان کی تطہیر کر کے انہیں اسلامی اصولوں کی روشنی میں از سرنو مرتب کیا جائے گا۔

ساتویں حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی مسلمان ہے اور مسلمان رہنا چاہتا ہے' اسے بہرحال یہ کامل یقین رکھنا چاہئے کہ یہ امر محال ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کسی ایسی شے کو حرام قرار دیں جو حیات انسانی کی نشوونما کے لئے ضروری ہو' اور اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں ہے کہ کوئی بات برائی ہو' اور اس کے باوجود بھی انسانی زندگی کے لئے ناگزیر ہو' اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور زندگی کی تخلیق فرمائی۔ اسی نے انسان کی زندگی کی نشوونما اور فروغ کا حکم دیا۔ اس لئے خدا کسی ایسی شے کو حرام نہیں قرار دے سکتا جو انسانی زندگی کے تقدم اور نشوونما کے لئے ضروری ہو۔ اور نہ ہی یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی خبیث اور بری شئے انسانی زندگی کے لئے ناگزیر بن جائے۔ یہ تصور کہ سود اقتصادی نشوونما کے لئے ناگزیر ہے' ایک انتہائی غلط اور خبیث پروپیگنڈہ کا نتیجہ ہے۔ اس تصور کو ساری دنیا میں خوب خوب اچھالا گیا ہے' اسے تعلیمی اور ثقافتی مراکز میں اجاگر کیا گیا ہے اور سود خوروں کی کوششوں سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات اتار دی گئی ہے کہ معاشی زندگی سود کے بغیر استوار نہیں ہو سکتی۔ اس تصور کے تمام ذہنوں میں سرایت کر جانے کی دو وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو لوگوں کے دلوں کا ایمان سے خالی ہونا ہے اور دوسری وجہ ان کے ذہنوں کا کسی غیر سودی نظام کے سوچنے سے عاجز ہونا ہے' کیونکہ سود خوروں نے اس تصور کو خوب اچھی طرح پھیلا دیا ہے اور وہ دنیا کی تمام حکومتوں اور ذرائع ابلاغ کے دروبست پر کلیتاً قابض ہو چکے ہیں۔

آٹھویں حقیقت یہ ہے کہ اگر امت مسلمہ پاک و صاف' سچے ارادے اور حقیقی عزم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہو اور عالمی سود خوروں کی ٹولیوں سے آزادی حاصل کر لے تو وہ اب بھی اسلام کا غیر سودی اقتصادی نظام برپا کر سکتی ہے جو عملاً ایک عرصے تک قائم رہ چکا ہے اور جس کے تحت انسانیت نشوونما اور فروغ پا چکی ہے۔ اور اب بھی انسانیت کی فلاح اسلامی نظام ہی میں مضمر ہے۔ بشرطیکہ انسانیت اس حقیقت کو سمجھ لے۔" (تفسیر فی ظلال القرآن (اردو ترجمہ) شائع کردہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی اکیڈمی لاہور۔ پارہ دوم، ص ۷۰)

۸۴۔ مولانا مودودی مرحوم اپنی مشہور کتاب "سود" (شائع کردہ اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ لاہور ایڈیشن ۱۹۶۱ء، ۱۴۸-۱۴۹) میں رقمطراز ہیں:

"سود کے مسئلہ میں ابتدائی حکم صرف یہ تھا کہ قرض کے معاملات میں جو سودی لین دین ہوتا ہے وہ قطعاً حرام ہے، لیکن بعد میں رسول اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کی اس حمی (چراگاہ) کے اردگرد بندشیں لگانا ضروری سمجھا تاکہ لوگ اس کے قریب بھی نہ پھٹک سکیں۔ اس فیصل سے وہ فرمان نبویؐ ہے، جس میں سود کھانے اور کھلانے کے بعد سود کی دستاویز لکھنے اور اس پر گواہی دینے کو بھی حرام کیا گیا ہے اور اس سے قبل وہ احادیث ہیں جن میں رباء الفضل کی تحریم کا حکم دیا گیا ہے۔"

ربا کے بارے میں معروف احادیث

۸۵۔ نصوص قرآنی کے ساتھ رسول اکرمؐ کی بہت سی احادیث موجود ہیں جن میں ربا کی حرمت و ممانعت کا ذکر ہے۔ ان روایتوں کا امام مالک، امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، احمد بن حنبل، دار قطنی اور دیگر محدثین نے اپنے مجموعہ ہائے احادیث میں مختلف اسناد سے نقل کیا ہے۔ یہاں ان میں سے چند درج کی جاتی ہیں۔

(۱) "زید بن اسلم سے روایت ہے، دور جاہلیت میں ربا اس قسم کا تھا کہ جب کوئی شخص دوسرے شخص کا مخصوص مدت کے لئے مقروض ہوتا اور وہ مدت گزر جاتی تو قرض دینے والا مقروض سے تقاضا کرتا کہ تم مجھے رقم واپس کردو یا سود بڑھادو۔ اگر وہ رقم ادا کردیتا تو فبھا، بصورت دیگر قرض خواہ قرض کی رقم میں اضافہ کردیتا اور ادائیگی کی مدت بھی بڑھ جاتی۔"

(۲) "الترتیب والبیان" (مطبوعہ مصر ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۹۵۷ء، جلد دوم ص ۲۳۴) میں محمد ذکی صالح لکھتے ہیں:

"جابر بن عبداللہؓ کے مطابق رسول اکرمؐ نے سود لینے والے، دینے والے، سود کی دستاویز لکھنے والے اور گواہی دینے والے سب پر لعنت کی ہے اور فرمایا ہے کہ یہ سب برابر ہیں۔" (مسلم)

(۳) امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ "رسول اکرمؐ نے سود لینے والے، دینے والے، دستاویز لکھنے والے اور اس کی شہادت دینے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ مزید فرمایا کہ (ارتکاب گناہ کے لحاظ سے) یہ سب برابر ہیں۔ (مسلم)

۸۶۔ البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) نے اپنی سنن میں "کل قرض جر منفعتہ فھو ربا" کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عنوان سے پورا باب اس موضوع کے لئے وقف کیا ہے' جس میں یہ حدیث بھی موجود ہے:

"رسول اکرمؐ کے ایک صحابی فضالہ بن عبیدؓ روایت کرتے ہیں کہ ہر قرض جس سے قرض خواہ کو کچھ نفع حاصل ہوتا ہے ربا کی صورتوں میں سے ایک ہے۔"

۸۷۔ علامہ سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) نے اپنی کتاب الجامع الصغیر (مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۴ء' ص ۹۴) میں لکھا ہے۔ "کل قرض جر منفعته فھو ربا" ہر وہ قرض جس سے کچھ نفع حاصل ہوتا ہو' ربا ہے۔

اسی طرح محدث علی المتقی برہان پوری (متوفی ۹۷۵ھ) نے بھی اس حدیث کو کنزالعمال میں نقل کیا ہے۔

۸۸۔ ابو داؤد نے اپنی سنن میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ "محارب روایت کرتے ہیں' میں نے جابر بن عبداللہؓ سے سنا ہے کہ رسول اکرمؐ کے ذمے جابرؓ کی کچھ رقم تھی' جس کی ادائیگی کے موقع پر رسول اکرمؐ نے اصل زر میں کچھ اضافہ کردیا۔" (یہ غیر معین کردہ اور رضاکارانہ اضافہ کی ایک مثال ہے)

۸۹۔ ربا کی حرمت کے متعلق حدیث کے مزید مواد کے لئے مولانا مفتی محمد شفیع کی کتاب "مسئلہ سود" (مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء ص ۹۹۔۶۸) دیکھئے جس میں اس موضوع پر ۷۴ احادیث جمع کی گئی ہیں۔

۹۰۔ یہاں رسول اکرمؐ کے آخری خطبہ کا حوالہ دینا بیجا نہ ہوگا جو قریباً ایک لاکھ صحابہؓ نے سنا۔ اس میں یہ الفاظ بڑے اہم ہیں' جنہیں تفسیر الخازن (جلد اول ص ۳۰۱) میں نقل کیا گیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے حجتہ الوداع کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے حرمت سود کے متعلق فرمایا :

"سود کی ہر شکل منسوخ کردی گئی البتہ اصل رقم تمہاری ہے جو تم لے سکتے ہو۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو' نہ تم پر ظلم کیا جائے۔ اللہ نے سود کی قطعی حرمت کے متعلق اپنا حکم بھیج دیا ہے۔ میں عباس بن عبدالمطلب کے سود کی منسوخی سے اس کی ابتدا کرتا ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے اپنے چچا عباسؓ کا وہ سارا سود معاف کردیا جو لوگوں کے ذمے تھا۔"

"ربا"۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی نظر میں

۹۱۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (حال مقیم پیرس) جو اپنے تقویٰ اور علم و فضل کی بدولت اہل علم میں بڑے احترام و عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ اپنی انگریزی کتاب "محمد رسول اللہؐ" (مطبوعہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کراچی پیرا ۳۴) میں کعبہ کی تاریخ بیان کرتے ہوئے اس کی تعمیر' دوبارہ تعمیر اور مرمت کے متعلق لکھتے ہیں کہ :

"۶۰۵ء میں زوردار آندھی سے کعبہ میں آگ کے شعلے بھڑک اٹھے۔ پردوں نے آگ پکڑلی۔ چشم زدن میں یہ آگ اتنی پھیلی کہ ساری عمارت کو جلا کر خاکستر ہو گئی۔ اس کے بعد زور کا طوفان آیا جس سے کعبہ کی پوری عمارت زمین بوس ہو گئی۔ اس کی تعمیر نو کے لئے اہل شہر سے چندہ مانگا گیا۔ اس موقع پر خلوص دل سے اعلان کیا گیا کہ مقدس عمارت کے لئے صرف حلال کی کمائی میں سے چندہ دیا جائے' طوائف اور سود خور اس میں حصہ نہ ڈالیں۔"

یہ عبارت ظاہر کرتی ہے کہ عرب کے زمانہ جاہلیت یعنی انسانی تہذیب کے اس تاریک دور میں بھی سود کو ناجائز ذرائع سے حاصل ہونے والی کمائی سمجھا جاتا تھا۔ اسی کتاب کے پیرا نمبر ۱۴۴ اور ۲۲۶ میں لکھا ہے کہ "رسول اکرمؐ نے شہر کی مسلم اور غیر مسلم ساری آبادی کا ایک عام اجلاس طلب کیا تاکہ ریاست مدینہ کا اس کے ارد گرد واقع دوسری بفر اسٹیٹس کے ساتھ ایک معاہدہ ضبط تحریر میں لایا جائے۔ یہ کسی ریاست کا پہلا تحریری دستور تھا جو اس کے سربراہ نے نافذ کیا۔ نجران کے عیسائیوں نے جو انتہائی منظم مذہبی لوگ اور اپنے مذہب پر سختی سے کاربند تھے۔ اپنا ایک وفد مدینہ بھیجا جس میں دوسروں کے علاوہ ایک بشپ اور ایک پادری بھی شامل تھا۔ انہوں نے مدینہ کی مسلم ریاستوں کے ساتھ غیر مسلم باشندوں کی حیثیت سے رضاکارانہ الحاق کرلیا اور ایک چارٹر حاصل کیا جس میں ان کو مذہبی اور انتظامی خودمختاری کی ضمانت دی گئی تھی۔ اس چارٹر میں دیگر شرائط کے علاوہ یہ بھی درج تھا کہ "آج کے بعد قرض خواہوں کو ان کی اصل رقم ادا کریں گے' کوئی سود نہیں دیں گے۔" اس سے فطری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ رسول اکرمؐ نے انہیں اس بات سے بھی منع کیا ہو گا کہ وہ خود سود وصول نہ کریں۔ اس پورے معاہدہ کو ضبط تحریر میں لایا گیا اور وہ آج بھی تاریخ کے صفحات میں دستیاب ہے۔

۹۲۔ قرآن و سنت پر مبنی مذکورہ بالا مواد کا تجزیہ کرتے ہوئے ہم دیکھتے ہیں کہ عربوں میں سودی لین دین ایک عرصہ سے مروج تھا۔ ان کی معاشی و سماجی زندگی میں اس کی جڑیں بڑی گہری تھیں۔ سود کی حرمت کا حکم بتدریج آیا۔ سورۃ الروم کی آیت نمبر۳۹ میں مذکور حکم مشاورتی نوعیت کا تھا جس میں یہ سمجھا گیا کہ حقیقت میں سود دولت کو نہیں بڑھاتا بلکہ اللہ کی خوشنودی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے لئے دی گئی زکوٰۃ و خیرات سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔ دوسرے حکم (سورہ آل عمران آیت ۱۳۰) میں مسلمانوں کو سود مرکب (دوگنا چوگنا) لینے سے منع کیا گیا تاکہ وہ اللہ کے سچے تابعدار بن جائیں اور انہیں حقیقی خوش حالی نصیب ہو سکے۔ بعض لوگ بیع اور سود کو یکساں سمجھتے تھے' اس پر سرزنش کی گئی اور کہا گیا کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں ان کا حال اس شخص کا سا ہوتا ہے جسے شیطان نے چھو کر باؤلا کردیا ہو۔ پھر انہیں سود لینے سے صاف منع کیا گیا اور کہا گیا کہ جو سود لینا چھوڑدے گا' اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے' لیکن جو سود خوری سے باز نہیں آئے گا' اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ پھر قطعی حکم آیا کہ اگر تم واقعی خدا پر ایمان رکھتے ہو تو لوگوں پر تمہارا جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے' وہ چھوڑدو' لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہوجاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ ہے۔ اس تنبیہہ سے درحقیقت ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ امن سے رہنا چاہتا ہو' اسے سود خوری چھوڑدینی چاہئے۔ اس کے بعد یہ حکم نازل ہوا کہ صرف اپنی اصل رقم لینے پر اکتفا کرو۔ ساتھ ہی یہ نصیحت کی گئی کہ اگر تمہارا قرض دار تنگدست ہو تو اسے ہاتھ کھلنے تک مہلت دو اور اگر صدقہ کردو تو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے۔ آخر میں پھر یاد دلایا گیا ہے (سورہ بقرہ۔ آیت ۲۸۱) کہ جب تم اللہ کی طرف واپس جاؤ گے تو وہاں ہر شخص کو اس کی کمائی ہوئی نیکی یا بدی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔

کیا صرف سود مرکب حرام ہے؟

۹۳۔ جن لوگوں کا خیال یہ ہے کہ صرف وہی سود حرام ہے جو دوگنا چوگنا (اضعافاً مضاعفۃ) ہوجاتا ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر دیگر آیات کو مدنظر نہیں رکھا۔ قرآن کی تفسیر و تعبیر کے مسلمہ اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی تشریح خود قرآن سے کی جائے۔ قرآن پاک کی کسی آیت کی درست تفسیر کے لئے اس موضوع پر دیگر آیات سے مدد لی جائے تاکہ قرآن کا حقیقی منشاء سمجھ میں آسکے۔ اس کے بعد رسول اکرمؐ کے قول و فعل کو دیکھا جائے' اگر وہاں سے بھی کوئی رہنمائی نہ ملے تو حضورؐ کی تقریر (کسی امر کو سن کر خاموشی اختیار کرنا) سے استفادہ کیا جائے۔ اس لئے سود کے موضوع پر لکھنے والے جن لوگوں نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ صرف سود مرکب (یا حد سے زیادہ سود) ایسا ہے جسے حرام ٹھہرایا گیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں سود کی زیادہ شرح تو حرام ہے البتہ کم شرح پر اس حکم کا اطلاق نہیں ہوتا' ان کے متعلق کم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے کم یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ سراسر غلط فہمی کا شکار ہیں' یہاں ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری کی گراں قدر تالیف "The Quranic Fundamentals and Structure of Muslim Society." (شائع کردہ عائشہ باوانی وقف کراچی جلد دوم ص ۳۲۷) سے ایک اقتباس نقل کرنا بے محل نہ ہوگا:

"چونکہ ربا کا ترجمہ عام طور سے سود مرکب (Usury) کیا جاتا ہے اور چونکہ جدید محاورہ میں سود مرکب کا اطلاق صرف بھاری شرح سود پر ہوتا ہے۔ اس لئے بعض لوگ اس غلطی میں پڑگئے کہ قرآن نے حقیقت میں جس چیز کی ممانعت کی ہے وہ بھاری شرح سود ہے حالانکہ یہ ربا کے اصطلاحی مفہوم کی غلط تشریح و تعبیر اور قرآنی تعلیم سے انحراف کے مترادف ہے۔ کتاب مقدس بھاری اور معقول شرح سود میں کوئی امتیاز روا نہیں رکھتی جیسا کہ سورہ بقرہ کی آیات ۲۷۸ تا ۲۸۰ سے ظاہر ہے۔"

اس سلسلے میں سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۴ سے بھی استدلال کیا جاسکتا ہے' جس میں کہا گیا ہے۔ "ولا تشتروا بایتی ثمناقلیلا" (اور میری آیات کو ذرا ذرا سے معاوضے لے کر بیچنا چھوڑدو) کیا اس کے معنے یہ ہیں کہ "صرف تھوڑے سے نفع کے لئے بیچنا حرام ہے؟ اگر نفع کی تعداد زیادہ ہو تو اس میں کوئی حرمت نہیں؟" صرف کوئی لفظ پرست (ظاہری معنے کا پیرو) اور قرآن کے اسلوب بیان سے بے خبر شخص ہی ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اس آیت سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ اگر ایک مسلمان کو اللہ کی ایک آیت کے بدلے پوری دنیا پیش کی جائے' تو وہ بھی کم ہے اور مسلمان کو اپنا دین اس کے عوض فروخت نہیں کرنا چاہئے۔ اس لئے مضاعفتہ کے الفاظ اس صورت حال کی سنگینی کو نمایاں کرنے کے لئے استعمال ہوئے ہیں جو اس وقت عرب میں برپا تھی اور انتہائی ناپسندیدہ حد کو چھورہی تھی۔

۹۴۔ اگر ربا کے بارے میں قرآنی حکم کے معنے' وسعت اور اطلاق کو صرف اس کے دوگنے چوگنے ہونے تک محدود کردیا جائے تو یہ بات براہ راست اس تاریخی شہادت کے خلاف ہوگی کہ پوری اسلامی تہذیب کے دوران سود کے سارے نظام کو حرام اور ناجائز ٹھہرایا گیا۔ حرمت کی علت اس کا دوگنا چوگنا ہونا نہیں' بلکہ اس کے ذریعے غریبوں اور محتاجوں کا استحصال کیا جاتا ہے' جس کی شہادت خود قرآن نے "لاتظلمون ولا تظلمون" کے الفاظ میں دی اور "ذروامابقی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

من الربوا" کا جو غیر مبہم اور قطعی حکم دیا گیا ہے' اس بارے میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں چھوڑتا کہ سود کے طور پر جو کچھ وصول کیا جاتا ہے' چاہے وہ بڑی رقم ہو یا چھوٹی سود مفرد ہو یا مرکب' خواہ وہ دوگنا ہو جائے یا چوگنا' خواہ وہ کسی شکل اور کسی قسم کا ہو' اسے چھوڑ دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ مقروض سے صرف اصل رقم وصول کرسکتے ہو اور اگر قرض دار تنگدستی کا شکار ہو تو اسے فراخ دستی حاصل ہونے تک بلامعاوضہ مہلت دینے کا حکم ہے۔ ایسی صورت میں اصل زر بھی معاف کر دینے کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔

۹۵۔ پس معاملہ یہ نہیں کہ محض بھاری یا زیادہ شرح سود ممنوع ہے بلکہ اس میں معمولی شرح بھی شامل ہے۔ "الفاظ ربا جیسا کہ وہ قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے' اپنے معنی میں مطلق ہے جو اس کی مقدار کے کسی وصف کا احاطہ نہیں کرتا" (دیکھئے المنتخب فی تفسیر القرآن)

"ربا" کے بارے میں جدت پسندانہ رائے اور اس کا بطلان

۹۶۔ بعض جدت پسندوں نے' جن میں یعقوب شاہ سابق آڈیٹر جنرل پاکستان اور جعفر شاہ پھلواروی قابل ذکر ہیں' یہ موقف اپنایا ہے کہ قرآن کا حرام قرار دیا گیا "ربا" وہ ہے جو نزول قرآن کے وقت عربوں میں مروج تھا کیونکہ لفظ ربا کو الف لام لگا کر خاص کر دیا گیا ہے۔ اس لئے یہ حکم ربا کی اس خاص قسم کے متعلق ہے' جس کا عربوں میں عام رواج تھا چونکہ اس زمانے میں برآمدی مقاصد کے لئے تجارتی سود مروج نہیں تھا' اس لئے تجارتی قرضوں پر بنک جو سود لیتے ہیں' اس ربا کے دائرہ میں نہیں آتا جو ازروئے قرآن حرام ہے۔ اس لئے کہ اس وقت بنکاری نظام کا سرے سے کوئی وجود نہیں تھا۔" (ملاحظہ ہو کمرشل سود کی فقہی حیثیت۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور)

۹۷۔ یہ دلیل دو وجوہ کی بنا پر قرین قیاس نہیں۔ اولاً اگر بحث کی غرض سے یہ مان بھی لیا جائے کہ لفظ "ربا" اسم معرفہ ہے جس کا اطلاق صرف اس "ربا" پر ہوتا ہے جو عربوں میں مروج تھا' تو قرآن کے اس انداز تخاطب "یاایھاالذین امنوا" کا تعلق صرف ان مسلمانوں سے ہونا چاہئے جو اس وقت تک دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے جب قرآن نازل ہوا۔ اسی طرح لفظ الخمر اپنا وسعت اور اطلاق میں اس قسم کی شراب تک محدود ہو کر رہ جائے گا جو خمر کی حرمت سے متعلق آیات کے نزول کے وقت اہل عرب استعمال کرتے تھے۔ اسی کلیہ کے تحت لفظ الفحشاء اپنی وسعت اور اطلاق میں بے حیائی کی ان قسموں تک محدود ہو کر رہ جائے گا جو ان دنوں عربوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں عام تھیں۔ ایسی بہت سی مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن صرف ایک ناواقف آدمی ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔

۹۸۔ یہاں یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ انگریزی قانون میں لفظ "Interest" کے بنیادی معنے ہی مفاد یا نفع کے ہیں' جب اسے قرض کے حوالہ سے استعمال کیا جائے گا تو اس سے قرض خواہ کا وہ منافع یا منفعت مراد ہوگی جو وہ مقروض سے اپنی رقم کے استعمال کے عوض وصول کرتا ہے۔ اگر معاہدہ قرض میں یہ شرط شامل ہو کہ رقم کے استعمال کے بدلے مقروض اسے کچھ اضافی رقم ادا کرے گا تو اس منافع کو سود کہیں گے' خواہ اسے کسی نام سے پکارا جائے یا اس کا کوئی نام نہ رکھا جائے۔ (ملاحظہ ہو' یونائیٹڈ بنک لمیٹڈ بنام ربڑ انڈسٹری ۱۹۸۲ء سی ایل سی ۲۵۲۲)

۹۹۔ ثانیا" یہ تاریخ کو جھٹلانے والی بات ہے کہ رسول اکرمؐ کے عہد مسعود میں پیداواری مقاصد کے تجارتی قرضوں پر سود کا کوئی رواج نہیں تھا۔ اگرچہ زرعی قرضوں پر سود کی وصولی کا اعتراف کیا گیا ہے۔ ان کی یہ دلیل غلط نتیجہ پر مبنی ہے۔ قرضہ خواہ کاروبار کے لئے لیا جائے یا تجارت کے لئے' زراعت کے لئے یا صنعت کے لئے' وہ پیداواری قرض ہی ہے یعنی اس سے پیداواری مقاصد کی تکمیل مقصود ہوتی ہے۔

۱۰۰۔ اس لئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ قرآن و سنت نے جس "ربا" کی ممانعت کی ہے اور حرام ٹھہرایا ہے' اس میں وہ سود بھی شامل ہے جو بنکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کی طرف سے تجارتی و پیداواری قرضوں پر وصول اور ادا کیا جاتا ہے۔ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ نزول قرآن کے وقت عرب تجارتی اغراض کے لئے مقررہ شرح سود پر قرض لیا اور دیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں چند روایات قابل ذکر ہیں۔

(i) قبل از اسلام دور میں تجارتی و پیداواری اغراض کے لئے سود پر قرض لینے کا عام رواج تھا۔ مکہ' طائف اور نجران مشہور تجارتی مراکز کے طور پر معروف تھے۔ چونکہ اس زمانہ میں زراعت یا صنعت نہیں تھی' اہل عرب ایسے قرضے زیادہ تر اپنی معاشرتی زندگی کے رکھ رکھاؤ اور تجارت کو فروغ دینے کے لئے لیتے تھے۔ سرمایہ دار تاجروں اور ضرورت مندوں کو سود پر قرضے دیتے تھے۔ (ملاحظہ ہو جواد علی۔ المفصل فی التاریخ العرب قبل الاسلام مطبوعہ بیروت' جلد ہفتم' صفحات ۲۱۹-۲۷)

(ii) طائف کے رہنے والے بنو ثقیف سودی کاروبار کے لئے مشہور تھے۔ اسی لئے رسول اکرمؐ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نے اہل طائف سے معاہدہ کرتے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ سود پر چلنے والا تمام کاروبار ختم کردیا جائے گا اور دونوں طرف سے باقی ماندہ سارا سود معاف کردیا جائے گا۔ طائف کے بعض لوگوں نے مکہ والوں کو جو قرضے مقررہ شرح سود پر دے رکھے تھے' اس معاہدہ کے بعد قرض داروں کو صرف اصل رقم لوٹانا پڑی اور سود کی ادائیگی سے بچ گئے۔ (دیکھئے تجارتی سود' تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے' از فضل الرحمٰن مطبوعہ علی گڑھ ص ۱۰)

(iii) جب سورہ بقرہ کی آیت وذروامابقی من الربوا نازل ہوئی تو ہر قسم کے سودی کاروبار پر پابندی لگ گئی۔ قرآن' حدیث اور فقہ پر بہت زیادہ کتابیں لکھنے والے علامہ جلال الدین سیوطی محولہ بالا آیت کی شرح کرتے ہوئے الدرا لمنثور (جلد اول' صفحہ ۳۶۶' مطبوعہ بیروت) میں لکھتے ہیں:

"یہ آیت حضرت عباسؓ اور بنو مغیرہ کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی جو قبل از اسلام دور میں پارٹنر کے طور پر کام کرتے تھے اور طائف کے قبیلہ بنو ضماراۃ کے لوگوں کو سود پر تجارتی قرضے دیتے تھے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو لوگوں کے ذمے ان کی خاصی رقوم واجب الادا تھیں۔ تاہم یہ آیت نازل ہونے کے بعد انہوں نے سود کے بقایا جات چھوڑ دیئے۔"

وہ اس سلسلہ میں مزید لکھتے ہیں:

"اس آیت کے متعلق ابن جریج سے روایت ہے کہ طائف کے قبیلہ (**بنو ثقیف**) نے رسول اکرمؐ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں انہوں نے اقرار کیا کہ آئندہ نہ سود لیں گے نہ دیں گے' فتح مکہ کے بعد حضور انورؐ نے عتاب بن اسیدؓ کو مکہ کا گورنر مقرر کیا۔ بنو عامر بنو مغیرہ کے لوگوں سے سود لیتے تھے اور سود پر قرض دیتے تھے۔ جب وہ مسلمان ہوگئے تو بنو مغیرہ کے ذمے ان کی بھاری رقوم تھیں' بنو عامر نے اس کا تقاضا کیا۔ بنو مغیرہ نے سود ادا کرنے سے انکار کردیا۔ معاملہ حضرت عتابؓ کے پاس پہنچا۔ انہوں نے اس کے متعلق دربار رسالت کو لکھا۔ اس پر محولہ بالا آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ رسول اکرمؐ نے حضرت عتابؓ کو مطلع کیا "ان لوگوں سے کہو کہ سود کے بقایا جات چھوڑ دیں' ورنہ ہمیں ان کے خلاف جنگ کرنی ہوگی۔"

سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا آیت کی شرح میں ضحاکؒ کا قول ہے کہ زمانہ قبل از اسلام میں اہل عرب سود پر تجارتی قرضے لیتے اور دیتے تھے۔ جب اسلام آیا تو انہیں حکم دیا گیا کہ سود چھوڑ دیں اور اپنی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصل رقم لے لیں۔"

۱۰۱۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہو گا کہ حضرت زبیر بن عوامؓ لوگوں کی بچت کی رقوم امانت کے طور پر رکھا کرتے تھے تاکہ ان رقوم سے تجارت میں سرمایہ کاری کر سکیں اور نفع کما سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کے ذمے لوگوں کے پانچ لاکھ درہم واجب الادا تھے اور ان کے ترکہ میں پانچ کروڑ دو لاکھ درہم نقد موجود تھے۔ (صحیح بخاری از محمد بن اسماعیل، جلد اول ص ۴۳۱، مطبوعہ دہلی)

۱۰۲۔ حضرت عمر فاروقؓ کے دور میں عراق کے گورنر ابو موسیٰ اشعریؓ نے حضرت عمرؓ کے دو بیٹوں عبداللہؓ اور عبیداللہؓ کو قرض دیا اور انہوں نے اس رقم سے تجارت کی۔ (موطا، امام مالک، مطبوعہ قاہرہ، ص ۱۸۶)

۱۰۳۔ اسی طرح حضرت فاروق اعظمؓ کے زمانہ خلافت میں ہند بنت عتبہ نے تجارت میں لگانے کے لئے بیت المال سے قرضہ لیا۔ (الطبری ابن جریر۔ جلد سوم ص ۸۷، مطبوعہ قاہرہ)

۱۰۴۔ خود حضرت عمرؓ نے مضاربت کے اصول پر بیت المال سے قرض لیا۔ جب ان کے وصال کا وقت قریب آیا تو اپنے بیٹے عبداللہؓ کو اس رقم کی واپسی کی وصیت کی۔ (تکملہ فتح الملھم، جلد اول، ص ۵۷۳، مطبوعہ کراچی)

۱۰۵۔ عبدالرحمٰن بن یعقوبؒ نے حضرت عثمان غنیؓ سے تجارتی مقاصد کیلئے نفع میں باہمی شراکت کی بنیاد پر قرض لیا۔ (السنن الکبریٰ، البیہقی، جلد ششم، ص ۱۱، مطبوعہ ملتان)

محمد عمر چھاپرہ کا موقف

۱۰۶۔ ایک معاصر مسلم ماہر معاشیات جناب محمد عمر چھاپرہ (اقتصادی مشیر برائے حکومت سعودی عرب) اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اپنے آخری حج کے موقع پر خطبہ دیتے وقت رسول اکرمؐ نے جہاں سود کے خاتمہ کا اعلان فرمایا، وہاں انہوں نے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سود کو معاف کر دینے کا اعلان بھی کیا۔ یہ ان تجارتی قرضوں پر واجب الادا سود تھا جو طائف کے قبیلہ بنو ثقیف کو دیئے گئے تھے۔ اس قبیلہ نے حضرت عباسؓ اور دوسرے لوگوں سے صرف ضروریات پوری کرنے کے لئے نہیں بلکہ اپنی تجارت کو فروغ دینے کے لئے قرضے لے رکھے تھے۔ یہ کوئی منفرد واقعہ نہیں۔ اس زمانے میں تجارتی مال کاری کی یہی عام مروجہ شکل تھی۔ قبیلہ کے متعدد آدمی جو تجارت اور کاروبار کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تجربہ رکھتے تھے' مل کر بڑے شراکت داروں کی طرح کام کرتے تھے اپنے ہی قبیلہ والوں یا دوست قبائل سے رقوم ادھار لیتے اور اس سے بڑے پیمانے پر تجارت کرتے تھے کیونکہ اپنے ذاتی وسائل سے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بیرون ملک مشرق سے مغرب کے زیادہ تجارتی چکر نہیں لگاسکتے تھے۔ ایک تو سست رفتار ذرائع مواصلات' دوسرے خراب اور ناہموار راستے' اوپر سے شدید گرم آب و ہوا' اس لئے وہ سال میں صرف دو تجارتی قافلے لے جانے پر اکتفا کرتے تھے۔ ایک موسم سرما میں اور دوسرا گرمیوں میں۔ (جیسا کہ قرآن حکیم سورہ ۱۰۶' آیت نمبر ۲ میں اشارہ کیا گیا ہے) چنانچہ وہ مقامی پیداوار کی خرید پر اپنا سارا سرمایہ' جو وہ جمع کرسکتے تھے' لگادیتے اور اسے باہر لے جاکر بیچ آتے۔ وہاں سے آتے وقت ایسی اشیائے تجارت لے آتے جن کی سوسائٹی کو ضرورت ہوتی۔ ربا کی حرمت کے حوالے سے مستند تفاسیر میں سودی معاملات کا ذکر کیا گیا ہے' وہ اسی طرح کے قرضے تھے جو قبائل ایک دوسرے سے لیتے تھے۔ ہر قبیلہ ایک بڑی شراکتی کمپنی کے طور پر کام کرتا تھا۔ اسلام نے سود کی بنیاد پر قائم نظام کو ختم کیا اور نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر چلنے والے کاروبار کو نہ صرف باقی رکھا بلکہ ترقی دی تاکہ سرمایہ دار کو اس کا منصفانہ حق مل جائے اور مقروض کو ناموافق حالات کا شکار نہ ہونا پڑے۔ کیونکہ اس زمانے میں ایک صورت حال یہ پیش آتی تھی کہ سفر کے دوران اکثر ڈاکہ پڑجاتا تھا۔"

ملاحظہ ہو

"Twoards A Just Monetary System"
By M. Umar Chapra. Wiltshire. P-63-64

شیخ ابو زہرہ کا نقطہ نظر

۱۰۷۔ مصر کے ممتاز عالم دین' شیخ محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں:

"اگر لفظ ربا سے وہ ربا مراد لیا جائے جو قبل از اسلام زمانہ میں رائج تھا' تو اس میں کسی کلام کی گنجائش نہیں کہ وہ صرف صرفی قرضوں پر وصول کیا جاتا تھا' پیداواری یا تجارتی قرضوں پر نہیں۔ تاہم قاری کے لئے مستند تاریخ سے جو کچھ شہادت دستیاب ہے' وہ بتاتی ہے کہ "ربا" زیادہ تر پیداواری قرضوں پر لاگو ہوتا تھا۔ عربوں کے حالات' مکہ کی پوزیشن اور قریش کی تجارت' سب اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اس وقت جو قرضے لئے اور دیئے جاتے تھے' وہ پیداواری (تجارتی) اغراض کے لئے ہوتے تھے' صرفی ضروریات کے لئے نہیں۔" (بحوث فی الربا۔ ص ۵۲'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بیروت ایڈیشن)

۱۰۸۔ ایک معروف مستشرق ابراہام اودووتیہ لکھتا ہے:

''اس امر کا کوئی دعویٰ کہ ازمنہ وسطیٰ میں قرض محض صرفی ضروریات کیلئے لیا جاتا تھا' پیداواری مقاصد کے لئے نہیں' ازمنہ وسطیٰ کے مشرق قریب کے حوالے سے بودا اور غیر مستحکم ہے۔''

(Partnership and Profit in Medieval Islam"
By Abraham Udoviteh, Presiceton P-86)

۱۰۹۔ یہاں یہ ذکر کرنا بر محل ہو گا کہ صرفی ضروریات کے لئے قرضوں اور پیداواری قرضوں پر سود میں فرق درجہ کا ہے' قسم کا نہیں' کیونکہ سود کی حیثیت قرض کی رقم پر اضافہ کے سوا کچھ نہیں۔

۱۱۰۔ مسٹر فضل الرحمٰن' لیکچرار' شعبہ سنی دینیات' مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے اپنی کتاب ''تجارتی سود' تاریخی اور فقہی نقطہ نظر سے'' میں مسئلہ سود کا تجزیاتی مطالعہ کیا ہے۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلے حصہ میں اس سوال پر بحث کی گئی ہے کہ آیا قبل از اسلام عرب میں تجارتی سود کا رواج تھا یا نہیں؟ مزید یہ کہ آیا پیدا آور اغراض کے لئے بھی قرض لینے کا طریقہ مروج تھا یا نہیں؟ دوسرے حصہ میں انہوں نے فقہی نقطہ نظر سے اس سوال کو موضوع بحث بنایا ہے کہ آیا تجارتی سود ربا کی تعریف میں آتا ہے یا نہیں؟ مجموعی طور پر یہ کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کی طرف سے شائع کردہ ''کمرشل انٹرسٹ کا فقہی جائزہ'' پر ایک تفصیلی تنقید لگتی ہے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جعفر شاہ پھلواروی کی محولہ بالا کتاب پر (جس میں یعقوب شاہ کا بھی ایک مضمون شامل ہے) تفصیلی محاکمہ دہلی کے مشہور علمی اور دینی اردو ماہنامہ ''برہان'' میں قسط وار شائع ہوا تھا۔ ایسا لگتا ہے کہ بعد میں مسٹر فضل الرحمٰن نے انہی مضامین کو مرتب کرکے کتابی شکل میں شائع کرادیا ہے۔

۱۱۱۔ مسٹر فضل الرحمٰن ''کمرشل انٹرسٹ کا تاریخی جائزہ'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''سترہویں صدی عیسوی میں ایک منظم ادارے کے وجود میں آجانے کے ساتھ ساتھ' جس کا نام بنکاری کا نظام پڑا' دو نئی اصطلاحات بھی ابھریں' انٹرسٹ (Interest) اور یوژری (Usury) وجہ امتیاز محض مقصد استقراض کو قرار دیا گیا۔ قرض اگر ذاتی اور صرفی مقاصد کے لئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لیا گیا ہو تو اس پر اضافہ "یوژری" کہلایا اور پیداواری مقاصد کی صورت میں اسے انٹرسٹ کا نام دیا گیا۔ جب مسلم ممالک سیاسی طور سے مغرب کے زیر نگیں ہو گئے اور ساتھ ہی معاشی میدان میں ان کے دست نگر اور محکوم تو انیسویں صدی کے بعض مغرب زدہ مسلمانوں نے ایک طرف تو مغرب کی روز افزوں ترقیات کو دیکھا جو صنعت و تجارت کے میدان میں انہیں حاصل ہو رہی تھیں' دوسری طرف ان کی نگاہ اپنی ہم مذہب قوم کی معاشی پستی اور اقتصادی زبوں حالی پر پڑی--- اس چیز نے انہیں یہ کہنے پر آمادہ کیا کہ حرام صرف "یوژری" ہے نہ کہ "انٹرسٹ" کیونکہ انٹرسٹ کو حرام سمجھنے سے صنعت و تجارت کی راہ میں ناقابل عبور دشواریاں حائل ہو جائیں گی' یہ پریشان کن مسئلہ کہ قرآن و سنت نے ربا پر مبنی سارے معاملات کو بالتصریح حرام کیا ہے' اس طرح حل کیا گیا کہ "ربا" کے لفظ کا ترجمہ "یوژری" کر دیا گیا۔ اس طرح یہ سمجھا گیا کہ قرآن نے جس ربا کو حرام ٹھہرایا تھا' وہ "یوژری" ہے' "انٹرسٹ" کی حرمت سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ (ص ا' ۲)

"ان سب حضرات کے استدلال کی بنیاد یہ دعویٰ تھا کہ قرآن و سنت نے "ربا" کو حرام قرار دیا ہے اور "ربا" کے لفظ کا اطلاق صرف "یوژری" پر ہوتا ہے جو اس اضافے کا نام ہے جو قرض خواہ اس رقم پر لیتا ہے جسے صرفی و ذاتی حوائج کے لئے قرض لیا گیا ہو' ان کی رائے میں "ربا" کے لفظ کا اطلاق انٹرسٹ پر ہوتا ہی نہیں۔ کیونکہ ان حضرات کی اطلاع کے مطابق رسول اکرمؐ کے مبارک دور میں یا اس سے پہلے نہ کمرشل انٹرسٹ عرب میں رائج تھا' نہ وہ اس سے واقف تھے۔" (ص ۳)

"یوژری اور انٹرسٹ کا باہمی فرق صنعتی انقلاب کی پیداوار ہے' جب صنعت اور تجارت کے میدان میں سرمایہ کو اولین اہمیت حاصل ہوئی۔ چنانچہ یوژری کا یہ مطلب سمجھا جانے لگا کہ یہ قرض کا وہ قدامت پرستانہ معاملہ ہے جب روپیہ صرفی اغراض کے لئے لیا اور دیا جاتا تھا۔ اس کے برخلاف انٹرسٹ کا مفہوم یہ بتایا گیا کہ یہ اس قرض لئے ہوئے روپے کا معقول معاوضہ ہے جو پیداواری کاموں یعنی صنعت یا تجارت میں لگانے کے لئے لیا گیا ہو۔" (ص ۴)

جہاں تک قرآن' حدیث اور عربی زبان کے استعمال کا تعلق ہے' سب سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریمؐ کے عہد مسعود میں عربوں کے ذہن میں دونوں طرح کے قرضوں میں قرض لینے کے اعتبار سے اس طرح کا کوئی فرق موجود نہیں تھا۔ قرض لئے ہوئے سرمایہ پر اضافہ (جس اضافے کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کوئی بدل موجود نہ ہو) عربی زبان میں ربا کہلاتا ہے خواہ وہ کسی مقصد اور غرض کے لئے لیا جائے۔" (ص ۵)

فاضل مصنف نے قرآن و حدیث کی رو سے لفظ "ربا" کی لغوی اور شرعی حیثیت پر گفتگو کرتے ہوئے لکھا ہے:

"اوپر دیئے گئے حوالوں سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ قرآن' حدیث' کتب' فقہ اور عربوں کے عرف و رواج سب کے نزدیک اس اضافے کا نام جو اصل رقم پر اس کے انتظار اور استعمال کے معاوضہ کے بطور لیا جارہا تھا' "ربا" تھا۔ اس سے کوئی واسطہ نہ تھا کہ قرض کی نوعیت کیا ہے؟ اور قرض لینے کی غرض کیا ہے؟ وہ قرآن ہو' یا حدیث یا عربوں کے رسم و رواج' سب کو صرف اس "اضافے" سے سروکار ہے' اس کا نام یوژری رکھ لیجئے یا اسے انٹرسٹ کہہ لیجئے' اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ قرض پیداواری ہو یا صرفی' قرض لینے کا مقصد ذاتی اور صرفی حاجات کی تکمیل ہو یا کاروبار چلانا' ہرصورت میں اضافے کو "ربا" کہا جائے گا' جو قرض کی رقم کے استعمال کے عوض لیا جائے۔ لیکن "یوژری" اور "انٹرسٹ" کا مذکورہ فرق موجود نہ ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ عرب پیداواری اغراض کے لئے قرض نہیں لیتے تھے' جیسا کہ آئندہ اوراق سے معلوم ہوگا' اس سے مقصد محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ "ربا" کے مفہوم کی تعیین میں "مقصد استقراض" ایک قطعی غیرموثر عامل ہے۔" (صفحات ۷'۸'۹)

"چنانچہ یہ ایک حقیقت ہے کہ "وقت کی تحدید اور سود کی ادائیگی کی پیشگی شرط پر مشتمل لین دین اور ہرقسم کے سٹے کا کاروبار مکہ کی انتہائی ترقی یافتہ تجارتی تنظیم کا بنیادی عنصر تھا۔" ربوی کاروبار بھی ان کے نزدیک ایک تجارتی کاروبار تھا اور ربا بیع و شریٰ کی طرح مبادلے کا ایک ذریعہ تھا۔ قریش نے اس سودی کاروبار کو بہت اونچے معیار تک ترقی دی تھی' وہ صرف اپنے قبیلے والوں کو ہی نہیں' حجاز کے دوسرے شہروں کے باشندوں کو بھی سودی قرضے دیتے تھے' سود کی حرمت سے پہلے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ اور خالد بن ولیدؓ نے مشترکہ سرمائے سے ایک کمپنی سی قائم کر رکھی تھی' جس کا خاص کاروبار سود پر روپیہ چلانا تھا۔ ان حضرات کا کاروبار مکے تک محدود نہ تھا' طائف کے باشندوں کو وہ مستقل قرضے دیا کرتے تھے' خاص کر بنو عمرو بن عمیر کو جو قبیلہ بنو عوف کی ایک شاخ تھی۔ حضرت عثمانؓ بھی ان مالدار تاجروں میں سے تھے جو زبردست پیمانے پر سودی کاروبار کرتے تھے۔ بدر کے تجارتی کارواں کے منتظمین خصوصاً" وہ لکھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پتی تھے جنہوں نے کارواں میں ہزاروں دینار تجارت میں لگانے کے علاوہ اپنا سرمایہ مختلف سودی کاروبار میں پھیلا رکھا تھا۔"

فاضل مصنف نے عرب اور دوسرے ممالک میں سود کے نظام کا نہایت تفصیل سے تاریخی جائزہ لیتے ہوئے لکھا ہے:

"مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر اس دعویٰ کا کلی بطلان ہو جاتا ہے کہ عہد نبوی کے عرب تجارتی اور پیدا آور قرضوں سے واقف نہ تھے اور نہ یہاں ایسے قرضوں کا رواج تھا، اس لئے ربا کے لفظ کا اطلاق صرف صرفی نوعیت کے قرضوں تک محدود رہنا چاہئے، اور ساتھ ہی ان اوراق کے شروع میں پیش کئے ہوئے عربوں کے کاروباری رسم و رواج اور سودی لین دین کے بارے میں پیش کردہ مواد کو سامنے رکھنے سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ عرب زمانہ قدیم سے تجارتی اور پیدا آور قرضوں سے نہ صرف واقف تھے بلکہ یہ قرضے اور ان پر مشروط اضافوں کا مطالبہ اور ادائیگی ان کے نظم معیشت کا ایک بنیادی پتھر تھی۔ لہٰذا ربا کے لفظ کا اطلاق صرفی اور پیدا آور دونوں نوعیتوں کے قرضوں پر ہو گا اور حقیقت ربا کے تعین میں مقصد استقراض کو غیر متعلق (Irrelevent) اور لغو قرار دیا جائے گا۔

یہاں اس طرف اشارہ کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ یہود، جن کے متعلق قرآن نے کہا ہے "واکلھم الربا وقدنھوا عنہ" ان کی مذہبی کتب مشناہ اور تالمود وغیرہ بھی انٹرسٹ اور یوژری میں باہم کوئی فرق نہیں کرتیں اور اس طرح مقصد استقراض کو لغو قرار دیتی ہیں۔ اس حقیقت اور یہود کے حق میں مذکورہ بالا آیت سے عمومی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ربا کا لفظ پیداواری اور غیر پیداواری دونوں قسم کے قرضوں پر اضافے کو محیط ہے (ص ۶۴-۶۳)

(Encyclopeedia of Religion And Ethics (ED) James Hastings. New Yark. 1954) Articls on Usury (Hebrew) and Usury (Jewish)

۱۱۲۔ مذکورہ بالا سارے اقتباسات اس امر کی وافر شہادت فراہم کرتے ہیں کہ سود یا مضاربہ پر تجارتی مقاصد کے لئے قرضوں کا عربوں میں نزول قرآن کے وقت عام رواج تھا۔ اس کا اطلاق تجارتی اور صرفی دونوں طرح کے سودی قرضوں پر ہوتا تھا۔

۱۱۳۔ اس سلسلے میں مصر کے مشہور عالم جناب ابو زہرہ (متوفی ۱۹۷۴ء) کی کتاب "بحوث فی الربا" سے اس اقتباس کو دہرانا مفید ہو گا جو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اگر لفظ ربا سے وہ ربا مراد لیا جائے جو زمانہ قبل از اسلام میں رائج تھا، تو اس میں کسی بحث کی گنجائش نہیں کہ وہ صرف صرفی قرضوں پر وصول کیا جاتا تھا، پیدا آور یا تجارتی قرضوں پر عائد نہیں ہوتا تھا۔ لیکن قاری کے لئے تاریخ جو مستند شہادت فراہم کرتی ہے وہ یہ ہے کہ ربا زیادہ تر پیدا آور قرضوں پر لیا جاتا تھا۔ عربوں کے حالات، مکہ کی پوزیشن اور قریش کی تجارت سب اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ اس وقت جو قرضے لئے اور دیئے جاتے تھے، وہ پیدا آور اغراض کے لئے ہوتے تھے، صرفی ضروریات کے لئے نہیں۔"

۱۱۴۔ اس بارے میں مولانا مودودی اپنی مشہور کتاب "سود" (مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۱ء۔ ص ۲۴۰-۴۱) میں لکھتے ہیں:

"یہ بات کسی کتاب میں اس صراحت کے ساتھ تو نہیں لکھی گئی کہ عرب جاہلیت میں تجارتی سود رائج تھا۔ (یہاں مولانا مرحوم کو مغالطہ ہوا ہے، خواہ تجارتی سود کی اصطلاح مروج نہ ہو، لیکن کتب تاریخ و سیرت میں تجارت کی غرض سے قرض لینے اور اس پر سود دینے کی متعدد شہادتیں موجود ہیں (جیسا کہ خود مولانا کی کتاب سے واضح ہے)۔ تاہم اس امر کا ذکر ملتا ہے کہ مدینہ کے زراعت پیشہ لوگ یہودی سرمایہ داروں سے سود پر قرض لیا کرتے تھے، اور خود یہودیوں میں باہم بھی سودی لین دین ہوتا تھا۔ قریش کے لوگ جو زیادہ تر تجارت پیشہ تھے، سود پر قرض لیتے دیتے تھے، ایسی ضرورت لازماً صرف نادار آدمیوں کو ہی اپنی ذاتی ضروریات پوری کرنے کے لئے پیش نہیں آتی، بلکہ زراعت پیشہ افراد کو اپنے زرعی کاموں کے لئے اور سوداگروں کو کاروبار کے لئے بھی پیش آتی ہے۔ اور یہ آج کوئی نئی صورت نہیں ہے بلکہ قدیم زمانے سے چلی آرہی ہے۔ اس چیز نے رفتہ رفتہ ترقی کرکے یہ شکل اختیار کرلی ہے جو زمانہ جدید میں پائی جاتی ہے۔ قدیم صورت زیادہ تر سودی لین دین تک محدود تھی، جدید صورت میں فرق صرف یہ ہوگیا ہے کہ بڑے پیمانے پر لوگوں سے سرمایہ اکٹھا کرنے اور اسے کاروبار میں لگانے کا طریقہ رائج ہوگیا ہے۔"

مولانا مودودی اپنی ایک اور کتاب "معاشیات اسلام" (مطبوعہ اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ لاہور ص ۲۳۵) میں "سود کی علت تحریم" کے عنوان سے لکھتے ہیں:

"سود سوسائٹی میں دولت کی آزادانہ گردش کو روکتا ہے بلکہ دولت کی گردش کا رخ پلٹ کر ناداروں سے سرمایہ داروں کی طرف پھیر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے جمہور کی دولت سمٹ کر، ایک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

طبقہ کے پاس اکٹھی ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ چیز آخر کار پوری سوسائٹی کے لئے بربادی ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ معاشیات میں بصیرت رکھنے والوں سے پوشیدہ نہیں۔"

یہی بات مولانا مفتی محمد شفیع نے اپنی کتاب "مسئلہ سود" (شائع کردہ ادارۃ المعارف' کراچی ص ۲۹) میں یوں لکھی ہے:

"سود کے سارے کاروبار اور اس کی غایت پر ذرا بھی غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سودی کاروبار کا لازمی نتیجہ جو عام لوگوں کی غربت و افلاس اور چند سرمایہ داروں کے سرمایہ میں ناقابل قیاس اضافہ ہے اور معاشی بے اعتدالی پورے ملک کی تباہی کا سبب بنتی ہے' اس لئے اسلام نے اس پر قدغن لگائی ہے۔"

جدید بنک کے فرائض

۱۱۵۔ مولانا مودودی جدید بنک کے کی بابت لکھتے ہیں:

"اس جدید تنظیم کا طریقہ مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ چند صاحب سرمایہ مل کر ساہوکاری کا ایک ادارہ قائم کرتے ہیں جس کا نام بنک ہے۔ اس ادارے میں دو طرح کا سرمایہ استعمال ہوتا ہے' ایک حصہ داروں کا سرمایہ' جس سے کام کی ابتداء کی جاتی ہے' دوسرا امانت داروں یا کھاتہ داروں کا سرمایہ جو بنک کا کام اور نام بڑھنے کے ساتھ زیادہ تعداد میں ملتا جاتا ہے۔ اور اسی نسبت سے بنک کے اثر اور اس کی طاقت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ ایک بنک کی کامیابی کا اصل معیار یہ ہے کہ اس کے پاس اس کا اپنا ذاتی سرمایہ (یعنی حصہ داروں کا لگایا ہوا سرمایہ) کم سے کم ہو اور لوگوں کی رکھوائی ہوئی رقمیں زیادہ سے زیادہ ہوں۔"

"بنک اپنا سارا کام تو امانت داروں کے روپے سے چلاتا ہے جن کا دیا ہوا سرمایہ بنک کے مجموعی سرمایہ میں ۹۰-۹۵ فیصد تک ہوتا ہے۔ لیکن اس کے نظم و نسق اور اس کی پالیسی میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ چیز بالکل ان حصہ داروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو بنک کے مالک ہوتے ہیں۔ اور جن کا سرمایہ مجموعی سرمایہ کا صرف دو تین یا چار پانچ فیصد تک ہوتا ہے۔ امانت داروں کا کام صرف یہ ہے کہ اپنا روپیہ بنک کے حوالے کریں اور اس سے ایک خاص شرح کے مطابق سود لیتے رہیں' رہی یہ بات کہ بنک اس روپے کو استعمال کس طرح کرتا ہے' وہ کچھ نہیں بول سکتے۔ اس کا تعلق صرف حصہ داروں سے ہے' وہی منتظمین کا انتخاب کرتے ہیں' وہی پالیسی کا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تعین کرتے ہیں، وہی نظم و نسق اور حساب کتاب کی نگرانی کرتے ہیں، اور انہی کے منشاء پر اس امر کا فیصلہ منحصر ہوتا ہے کہ سرمایہ کدھر جائے اور کدھر نہ جائے۔ پھر حصہ داروں میں سب یکساں نہیں ہوتے۔ متفرق چھوٹے بڑے حصہ داروں کا اثر بنک کے نظام میں برائے نام ہوتا ہے۔ دراصل چند بڑے اور بھاری حصہ دار ہی سرمائے کی اس جھیل پر قابض اور متصرف ہوتے ہیں۔"

"بنک اگرچہ چھوٹے بڑے بہت سے کام کرتا ہے جن میں سے بعض یقیناً مفید، ضروری اور جائز بھی ہیں، لیکن اس کا اصل کام سرمائے کو سود پر چلانا ہوتا ہے۔ بنک تجارتی ہو یا صنعتی یا زرعی یا کسی اور نوعیت کا، بہرحال وہ خود کوئی تجارت یا صنعت یا زراعت نہیں کرتا بلکہ کاروباری لوگوں کو سرمایہ دیتا ہے اور ان سے سود وصول کرتا ہے۔ اس کے منافع کا سب سے بڑا ذریعہ یہ ہوتا ہے کہ امانت داروں سے کم شرح سود پر سرمایہ حاصل کرے اور کاروباری لوگوں کو زیادہ شرح پر سود دے۔ اس طریقے سے جو آمدنی ہوتی ہے، وہ حصہ داروں میں اسی طرح تقسیم ہوجاتی ہے، جس طرح تمام تجارتی اداروں کی آمدنیاں ان کے حصہ داروں میں مناسب طریقہ سے تقسیم ہوا کرتی ہیں۔" دیکھئے "سود" مولانا مودودی صفحات (۴۱-۲۴۰)

۱۱۶۔ پس ظاہر ہے کہ بنک وہی کام کرتا ہے جو اسلام کی آمد سے قبل یہود اور عرب قبائل کرتے تھے۔ اس لئے اس میں کوئی شک شبہ نہیں کہ بنک کا سود ربا میں داخل ہے جو ازروئے قرآن و سنت حرام ہے۔ علاوہ ازیں سود کی حرمت جیسا کہ قرآن و سنت میں وارد ہوئی ہے، اپنے اطلاق اور وسعت میں عام ہے خواہ اس کا لین دین کوئی بنک کرے یا دوسرا مالیاتی ادارہ یا کوئی فرد۔

۱۱۷۔ تعبیر کا یہ ایک مسلمہ اصول ہے جسے جدید اصول فقہ میں بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر قانون کی کوئی دفعہ کسی قسم کی استثناء مہیا کرتی ہے تو قانون کی تشریح و تعبیر کرتے وقت صرف اسی استثناء کو زیر غور لایا جاتا ہے۔ استثناء نہ ہونے کی صورت میں قانون کی دفعہ کو معنوں کے لحاظ سے مطلق اور کسی استثناء کے بغیر سمجھا جاتا ہے۔ جدید اصول فقہ کا یہ بھی مسلم اصول ہے کہ اگر کسی قانون میں چھوٹ دی جاتی ہے تو یہ چھوٹ وہی مقتدرہ (اتھارٹی) دے سکتی ہے جو قانون بنانے کی مجاز ہو، وہی قانون کی کسی دفعہ میں اس کا اہتمام کرسکے گی۔ موجودہ صورت میں قرآن حکیم کی ان آیات کو جن میں ربا کو حرام ٹھہرایا گیا ہے، مجموعی طور پر لیا جائے، خصوصاً" آخری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آیات جو سود کو حرام قرار دیتی ہیں' تو واضح ہو گا کہ یہ اپنے مفہوم میں مطلق ہیں۔ اس حرمت کی وضاحت متعدد احادیث نبویؐ میں کی گئی ہے۔ اگر کوئی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ربا کی دفعہ کا اطلاق قرضوں کی ایک خاص قسم تک یا اداروں کی ایک مخصوص قسم تک محدود ہے تو اس کا اہتمام خود قانون ساز ہستی یعنی ذات الٰہی اور اس کا پاک پیغمبرؐ ہی کر سکتے ہیں۔ ہم قرآن حمید کی آیات اور احادیث نبویؐ سے' ربا کی تشریح کرتے وقت' کوئی ایسا مفہوم مراد نہیں لے سکتے جو خود اس قانون کی اصل روح کے لئے اجنبی اور اس سے متصادم ہو۔

۱۱۸۔ آیئے اب ہم ڈاکٹر ایس ایم حسن الزماں کی طرف سے سوال نمبرا کے دیئے گئے جواب پر غور کریں۔ وہ ربا کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۹ "اگر تم اب بھی توبہ کرلو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے حقدار ہو۔" میں موجودہ اشارۃ النص قرآن حکیم میں کی گئی سود کی تعریف کے لئے بڑا معنی خیز ہے' جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اصل زر پر قابل وصول کوئی بھی اضافہ ربا میں داخل ہے جو کہ ایک عربی لفظ ہے اور سود کا ہم معنی ہے۔"

۱۱۹۔ رسول اکرمؐ اس بارے میں خاصے محتاط تھے کہ سود کی وصولی کو روکنے اور باہمی لین دین کے معاملہ میں ناانصافیوں کو ختم کرنے کے لئے کوئی چور دروازہ کھلا نہ رہنے دیا جائے۔ اس طرح آپؐ نے بطور سود جس چیز سے منع کیا' اس سے قرآن میں مذکور سود کی وسعت اور اطلاق کی تشریح ہوتی ہے۔ آپؐ نے خود کوئی نئی تعریف تجویز نہیں کی۔ مشہور روایت جسے حضرت حسن بصریؒ نے حضرت علیؓ کے حوالے سے بیان کیا اور علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے الجامع الصغیر (جلد دوم' ص ۹۴' مطبوعہ قاہرہ) میں نقل کیا ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں: "کل قرض جر منفعته فهو ربا" یعنی "ہر وہ قرض جس پر کچھ نفع حاصل ہوتا ہے' ربا میں داخل ہے۔" بعض مفسرین نے اسے حدیث سمجھا ہے۔ اس میں سود کی معیاری تعریف کی گئی ہے جو ہمیں ایک ایسی کسوٹی مہیا کرتی ہے جس سے لئے گئے یا دیئے گئے سود کی نوعیت کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ قرآن کی آیت سے اخذ کردہ تعریف اور نقل کردہ حدیث میں دی گئی تعریف قرض پر سادہ زیادتی (سود مفرد) کا احاطہ کرتی ہے۔ اس قدغن کے بعد سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ کی رو سے بھاری شرح سود (مرکب سود) یعنی اضعافاً مضاعفتہ پر پابندی لگائی گئی ہے۔ اس حکمت عملی کو قرآن میں مذکورہ حرمت کے اس طریقہ سے تقویت ملتی ہے جس میں تنبیہہ کی گئی تھی کہ اگر تم سود خوری سے باز

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں آتے تو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ (سورہ بقرہ-۲۷۹) اس سوال کا فیصلہ کہ آیا قرآن کی عائد کردہ اور حدیث میں تشریح شدہ پابندی آج کل کے مالی معاملات پر یکساں اطلاق پذیر ہے یا نہیں؟ فقہ کے اس معروف قاعدہ کی رو سے کیا جائے گا جو کہتا ہے کہ "العبرۃ لعموم الحکم لالخصوص السبب" یعنی اعتبار حکم کی عمومیت کو حاصل ہوتا ہے' کسی خاص سبب کو نہیں۔ پس مذکورہ بالا مطلق حرمت میں کوئی لچک پیدا نہیں کی جائے گی' جب تک کہ خود قرآن میں ایسا نہ کیا جائے یا رسول اکرمؐ ایسا نہ کریں۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ "المطلق یجری علی اطلاقہ مالم یقم دلیل التقلید نصا او دلالتہ" یعنی مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے تاوقتیکہ کوئی نص یا دلیل اس کو مقید کرنے کے لئے موجود نہ ہو۔ (دیکھئے مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعہ ۶۴)

پیداواری اور صرفی دونوں قسم کے قرضوں پر سود حرام ہے

۱۲۰۔ اب ہم صرفی اور پیدا آور دونوں قسم کے قرضوں پر سود کی حرمت کے سوال پر بحث کرسکتے ہیں۔ "استیصال سود" پر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ (شائع شدہ ۱۹۸۰ء' اسلام آباد) جبکہ اس کی سربراہی بنچ کے ارکان میں سے ایک جسٹس (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن) کررہے تھے' فقہ' معاشیات اور بنکاری کے پاکستانی اسکالرز کے اجماع کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کے متعلقہ پیراگراف میں کہا گیا ہے:

"قرآن مجید میں ربا کو صراحت اور شدت کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔ ہرمدرسہ فکر کے علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ربا سود کی جملہ اشکال اور اقسام پر محیط ہے۔ کلام پاک میں جس شدومد کے ساتھ ربا کی ممانعت کی گئی ہے اور سود خوروں کے کے بارے میں جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں' ان سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ربا کا وجود اسلام کی روح کے بالکل منافی ہے۔" (ص ۷)

"صرفی ضروریات کے قرضوں پر ممانعت سود کی عقلی توجیہ بالکل واضح ہے۔ ایسے قرضے زیادہ تر پریشان حال لوگ لیتے ہیں' تاکہ ان کی ایسی فوری اور شدید ضروریات پوری ہوسکیں جن کے لئے ان کے پاس وسائل موجود نہیں ہوتے۔ انسانیت اور اخلاق کا تقاضا یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے سود لے کر انہیں مزید زیربار نہ کیا جائے۔ البتہ جہاں تک پیدا آوری ضروریات کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لئے قرضوں پر سود لینے کا معاملہ ہے تو اسلام نے اس کی ممانعت اپنے معاشرتی فلسفہ کے پیش نظر کی ہے' جس کا بنیادی اصول معاشرے میں عدل و انصاف قائم کرنا ہے۔ تجارت میں نفع ہمیشہ اور ہر صورت میں یقینی نہیں ہوتا۔ کسی تاجر یا کاروباری شخص کو پہلے سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کاروبار میں آخر کار نفع ہوگا یا نقصان اور یہ کہ کم ہوگا یا زیادہ۔ ایسی صورت میں یہ صریح زیادتی ہوگی کہ جو فریق روپیہ فراہم کررہا ہے' اس کا نفع پہلے یقینی ہوجائے اور جو فریق اپنی جان کھپا رہا ہے' اسے انجام بھگتنے کے لئے تنہا چھوڑدیا جائے۔ پھر اس کے برعکس ایک اور صورت حال بھی ہے' وہ یہ کہ اگر صاحب مال کا نفع سود کی صورت میں پہلے سے مقرر کردیا جائے' لیکن نفع بے حد و حساب ہو تو ایسی صورت میں نفع کا بیشتر حصہ کاروباری فریق لے جائے گا' اور اصحاب اموال کو سود کی شکل میں پہلے سے متعین محدود نفع پر اکتفا کرنا ہوگا۔" (دیکھئے مذکورہ بالا رپورٹ' ص ۸)

بھارتی فقہ اکیڈمی کی قرارداد

۱۲۱۔ بھارت کی اسلامی فقہ اکیڈمی کے زیر اہتمام ۸ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء میں بمقام دہلی فقہ پر دوسرا سیمینار منعقد ہوا' جس میں ہندوستان بھر کے علماء کے علاوہ پاکستان اور نیپال سے بھی دو عالموں نے شرکت کی۔ سیمینار کے ایجنڈے میں "تجارتی سود اور اسلامی شریعت" کا موضوع نمایاں ترین تھا' جس پر بحث مباحثہ کے بعد حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

سود کے سلسلہ میں بحث مباحثہ اور غور و فکر کے بعد اس ایوان نے حسب ذیل متفقہ رائے قائم کی :

"سود خواہ ذاتی مصارف کے قرضوں پر لیا جائے یا تجارتی و کاروباری قرضوں پر' شریعت اسلامیہ کی نظر میں بہرحال حرام ہے۔ یہ سمجھنا کہ سود کی حرمت کا اطلاق تجارتی و کاروباری قرضوں پر نہیں ہوتا تھا قطعاً" غلط ہے۔ نیز یہ خیال کہ تجارتی و کاروباری قرضوں کا وجود زمانہ نزول قرآن میں نہیں پایا جاتا تھا' اس لیے حرمت ربا کا اطلاق ان پر نہیں ہوگا' کسی طرح درست نہیں۔ یہ بات تاریخی طور پر ثابت ہے کہ تجارتی و کاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین دور جاہلیت میں نیز ان قوموں میں جن سے عربوں کے تجارتی روابط تھے' رائج اور شائع تھا۔ چنانچہ تجارتی و کاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین تحریم ربا کا اولین سبب ہے۔ اس کے علاوہ بالفرض اگر تجارتی و کاروباری مقاصد کے لیے سودی لین دین کا وجود زمانہ نزول قرآن میں نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پایا جاتا تھا' تب بھی مستقل شرعی دلائل دونوں قسم کے قرضوں (ذاتی و شخصی اور تجارتی و کاروباری) پر اضافے یعنی سود کی حرمت کے بارے میں قائم ہیں۔ قرآن و سنت' اجماع و قیاس اور امت محمدیہ کا عمل متوارث سب یہی بتاتے ہیں کہ حرمت ربا کے بارے میں اس کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاسکتا کہ قرض لینے کا مقصد اور محرک کیا ہے؟

سود کی حرمت پر اس کا بھی کوئی اثر نہیں پڑتا کہ شرح سود کم ہے یا زیادہ' مناسب حد تک کم ہے یا مناسب حد تک زیادہ' شریعت اسلامیہ میں اس بات کو تسلیم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ شرح سود اگر مناسب حد تک کم ہو تو سودی لین دین جائز ہوگا اور اگر نامناسب حد تک زیادہ ہو تو ناجائز ہوگا۔ دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیا جاسکتا۔ ہر دو صورتیں بہرحال حرام ہیں' دلائل شرعیہ اس طرح کی کسی تفریق کی اجازت نہیں دیتے۔"

(سہ ماہی "بحث و نظر" پھلواری شریف (پٹنہ) بابت جنوری تا مارچ ۱۹۹۰ء' ص ۱۳)

او۔ آئی۔ سی کے تحت اسلامی فقہ اکیڈمی کی قرارداد

۱۲۲۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ اسلامی فقہ اکیڈمی کی تشکیل "تنظیم ممالک اسلامیہ" (OIC) کے زیر اہتمام ۱۹۸۳ء میں ہوئی تھی۔ ۱۹۸۵ء میں (۲۲ تا ۲۸ دسمبر) جدہ کے مقام پر اکیڈمی کا دوسرا سیشن ہوا' جس میں تمام ممبر ممالک کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس میں بھی بیچ کے فاضل ارکان میں سے ایک رکن (جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمن) نے اکیڈمی کی خصوصی دعوت پر بطور ماہر شرکت کی تھی۔ اس سیشن میں بنک کے سود کو ربا میں داخل قرار دیا گیا جو از روئے قرآن حرام ہے۔ اس موقع پر منظور کی گئی قرارداد ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

قرارداد نمبر ۳

۱۲۳۔ "جدید بنکوں کا نظام اور اس میں اسلامی اصولوں کو اپنانے کا حکم۔"

۱۲۴۔ "اکیڈمی نے جدید بنکوں پر مختلف مباحث کا مطالعہ کرنے کے بعد اور بین الاقوامی نظام معیشت پر خصوصاً" تیسری دنیا میں ان کے برے اثرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اور یہ بات محسوس کرتے ہوئے کہ اس نظام نے سود کو فروغ دیا ہے' جسے قرآن نے بالصراحت حرام ٹھہرایا ہے اور خواہ وہ جزواً" ہو یا کلیتاً" اسے ترک کر دینے کی ہدایت کی ہے اور قرض لی ہوئی اصل رقم کسی اضافے یا کمی کے بغیر' خواہ زیادہ ہو یا کم' لوٹانے کا حکم دیا ہے اور اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ سود لیتے یا دیتے ہیں' ان کے خلاف اعلان جنگ کیا گیا ہے۔ حسب ذیل قرارداد منظور کی ہے :

"ا۔ کسی قرض پر جس کی ادائیگی مقروض کی تنگدستی کے باعث موخر کردی گئی ہو' کوئی زیادتی یا نفع' اسی طرح کوئی ایسا اضافہ یا نفع جو قرض دیتے وقت طے کیا جائے' دونوں ربا میں داخل ہیں جو شریعت میں حرام ہے۔

۲۔ اسلامی احکام کے مطابق معاشی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے متبادل بنک قائم کئے جائیں۔

۳۔ اکیڈمی جملہ ممالک اسلامیہ سے درخواست کرتی ہے کہ مسلمانوں کی ضروریات ان کے عقائد کے مطابق پوری کرنے کے لیے شرعی اصولوں پر مبنی بنک قائم کریں۔"

حرمت سود پر امت کا اجماع

۱۲۵۔ قرآن و سنت کے بعد' جو کہ شریعت اسلامیہ کے دو بنیادی ماخذ ہیں' تیسرا ماخذ اجماع ہے۔ گو نوعیت کے لحاظ سے اس کی حیثیت ثانوی ہے' پیشترازیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ پاکستان کے ماہرین قانون و فقہ' ماہرین معاشیات اور بنکار ۱۹۷۸ء میں اپنی آراء کا متفقہ اظہار کرچکے ہیں۔ جیساکہ ماہرین معاشیات و بنکاری کے پینل کی رپورٹ سے ظاہر ہے۔ بعد ازاں اسلامی نظریاتی کونسل کے فاضل ممبران نے مذکورہ بالا رپورٹ پر کامل غور و خوض کے بعد ۱۵ جون ۱۹۸۰ء کو بعض اضافوں اور ترامیم کے ساتھ ساتھ کی منظوری دی اور اپنے اتفاق رائے کا اظہار کیا۔ کونسل ایک آئینی ادارہ ہے جس کا قیام ۱۹۷۳ء کے دستور میں شامل آرٹیکل ۲۲۸ کے تحت مذہبی معاملات میں حکومت کو مشورہ دینے کی غرض سے عمل میں آیا۔ آرٹیکل ۲۳۰ (۴) کے تحت کونسل کی رپورٹیں قومی اسمبلی میں پیش ہوتی ہیں اور ان کی روشنی میں قوانین وضع و نافذ کیے جانا مطلوب ہیں۔

۱۲۶۔ پاکستان کے وہ تمام ماہرین قانون و فقہ' جو نظم معیشت کے ماہر ہیں اور بنکار جو اس عدالت میں پیش ہوئے یا انہوں نے اپنے تحریری جوابات بھیجے' اس بات پر متفق ہیں کہ بنک کا سود ربا کی تعریف میں داخل ہے اور وہ قرآن و سنت کی رو سے حرام ہے۔

۱۲۷۔ ہم علمائے ہند کی آراء کا مطالعہ بھی کرچکے ہیں' جس کا اظہار انہوں نے اسلامی فقہ اکیڈمی کے دوسرے سیمینار میں منظور کردہ قرارداد کی صورت میں کیا تھا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۲۸۔ آخر میں پوری ملت اسلامیہ کے علماء کرام کا اتفاق رائے بھی ہماری نظر سے گزر چکا جو انہوں نے اسلامی فقہ اکیڈمی کے دوسرے سیشن منعقدہ جدہ (دسمبر ۱۹۸۵ء) میں متفقہ طور پر منظور کردہ قرارداد میں ظاہر کیا تھا جو پیرا نمبر ۱۲۴ میں بیان ہو چکا ہے۔ اس سیشن میں تنظیم اسلامی ممالک کے ۴۳ ممبران کے نمائندوں نے شرکت کی تھی۔ گویا اس مسئلہ پر امت کا اجماع موجود ہے، اس لیے اب کسی مزید بحث کی گنجائش نہیں رہتی۔

بنک کے سود کی حرمت پر فتویٰ

۱۲۹۔ گزشتہ بحث کے پیش نظر ہماری یہ قطعی اور محکم رائے ہے کہ بنک قرضوں پر جو سود لیتے ہیں اور امانتوں پر جو سود دیتے ہیں، وہ ربا کی تعریف میں داخل ہے اور یہ کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ کوئی قرضہ صرف ضروریات کے لیے لیا گیا ہے یا پیداواری اور تجارتی و کاروباری اغراض کے لیے۔

کیا ربا متشابہات میں داخل ہے؟

۱۳۰۔ ایک اور نکتہ جو مسٹر ایس ایم ظفر نے اٹھایا، یہ تھا کہ لفظ ربا کی تعریف نہ تو قرآن نے کی ہے، نہ ہی حدیث نے، اس لیے یہ اصطلاح "متشابہات" کے دائرہ میں آتی ہے۔ یہاں فاضل وکیل "بنک کے سود کے جواز پر اجماع سکوتی" کے زیر عنوان مقالہ کے آخری دو پیراگراف سے متاثر لگتے ہیں۔ ہمارے خیال میں فاضل مقالہ نگار، ان کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے، غالباً لفظ "متشابہات" کے حقیقی مفہوم سے ناآشنا ہیں۔ مناسب ہو گا کہ اس لفظ کے حقیقی معنے بتائے جائیں اور اس کی اچھی طرح تشریح کر دی جائے۔ لفظ "متشابہات" سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۷ میں اس طرح استعمال ہوا ہے:

"هو الذی انزل علیک الکتاب منه ایات محکمات هن ام الکتاب واخر متشابهات"

پوری آیہ مبارک کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

"اے نبیؐ وہی خدا ہے جس نے تم پر یہ کتاب نازل کی ہے۔ اس کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں، ایک محکمات اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دل میں کجی ہے، وہ محکم آیات کو چھوڑ کر ہمیشہ ان آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو کتاب اللہ میں متشابہ ہیں، اس غرض سے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فتنہ پیدا کریں اور ان کی حقیقت معلوم کریں۔ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا ان پر ایمان ہے، یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔" (آل عمران۔ ۷)

یہ آیت شریعت (یا قانون الٰہی) کے واضح، قطعی اور کھلے احکام کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جو محکم اور صاف مفہوم رکھتے ہیں اور انہیں ہر شخص بہ آسانی سمجھ سکتا ہے۔ ان میں وہ بنیادی احکام شامل ہیں جن پر قانون کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ یہ ایسے اوامرو نواہی ہیں، جن کی بنیاد نصوص قرآنی پر ہے اور دائماً ان کی پابندی لازمی ہے۔ ہر زمانہ کے مسلمانوں کا ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ قرآن و سنت کے یہ نصوص غیر متغیر ہیں اور کسی حال میں تبدیل نہیں ہوتے۔

۱۳۱۔ لفظ "متشابہات" جیساکہ یہاں استعمال ہوا ہے "شبہ" سے نکلا ہے، جس کے معنے "مشابہت" کے ہیں۔ اس کا اطلاق قرآن حکیم کی ان آیات پر ہوتا ہے جن کا مطلب واضح اور قطعی نہیں، ان کے مفہوم میں مشابہت کی گنجائش موجود ہے۔ یعنی یہ حقیقت سے قریب تر مشابہت رکھنے والی آیات ہیں جو ان محکمات سے مختلف ہیں، جن کی زبان صاف ہے اور ان کا مفہوم متعین کرنے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ مفسرین نے آیات کی ان دونوں قسموں پر بڑی شرح وبسط سے بحث کی ہے اور ان دونوں پر ہر زاویہ نظر سے روشنی ڈالی ہے یعنی لغوی نقطہ نظر سے بھی اور معنوی لحاظ سے بھی۔ مختصر یہ کہ جو آیات واضح احکام سے متعلق ہیں، وہ محکمات کہلاتی ہیں اور جو مافوق الفطرت معاملات اور انسان کے حواس سے ماورائی چیزوں سے تعلق رکھنے والی ہیں، انہی فقہی اصطلاح میں متشابہات کا نام دیا گیا ہے۔

۱۳۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی مشہور کتاب "الاتقان فی علوم القرآن" میں آیات قرآن کی مختلف قسموں پر بحث کرتے ہوئے "محکم اور متشابہ" کے عنوان سے ایک الگ باب باندھا ہے۔ اس کے متعلقہ حصہ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے :

"آیت قرآنی (۳ : ۷) کہ اسی نے تجھ پر کتاب نازل کی۔ اس میں بعض آیتیں پکی ہیں اور وہی کتاب کی جڑ ہیں اور دوسری مختلف المعانی ہیں۔ ابن حبیب نیشاپوری نے اس مسئلہ میں تین قول ذکر کئے ہیں۔"

"(ا) اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں کہ "کتاب احکمت آیاتہ" تمام قرآن محکم ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۲) جبکہ اللہ کے اس قول "کتابا" "متشابہا" "مثانی" کے مفہوم کو پیش نظر رکھیں تو سارا قرآن متشابہ ہے۔

(۳) صحیح قول یہ ہے کہ اس آیت کے بموجب قرآن کی تقسیم محکم اور متشابہ ان دو قسموں کی طرف کی جاتی ہے۔ پہلے اور دوسرے دونوں اقوال میں جن آیات سے استدلال کیا گیا ہے۔ ان کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ پہلی آیت میں قرآن کا محکم ہونا اور اس کا اس طریقے سے استوار ہونا مراد ہے کہ اس میں کوئی خرابی اور اختلاف راہ نہیں پاتا جبکہ دوسری آیت میں قرآن کے متشابہ کہنے کا مدعا یہ ہے کہ قرآن کی آیتیں حق و صداقت اور اعجاز میں باہم ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ بعض علماء کا قول ہے۔ مذکورہ بالا آیت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ قرآن کا حصر انہی دو چیزوں میں ہوگیا ہے، اس لیے کہ اس میں کوئی طریقہ حصر کو ثابت کرنے کا نہیں پایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لتبین للناس مانزل الیھم" اس آیت کے مفہوم پر غور کرکے جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ محکم کی شناخت بنیاد پر موقوف نہیں رہتی اور متشابہ کا بیان بھی ایک خلاف توقع امر ہے، تو پھر یہ تقسیم اور بھی قابل تسلیم ہوجاتی ہے۔"

محکم اور متشابہ کی تعین کے مختلف قول آئے ہیں :

"اول یہ کہ جس امر کی مراد صاف طور پر یا تاویل کے ذریعے معلوم ہوجائے، وہ محکم ہے، جس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی لیے خاص کرلیا ہے، جیسے قیامت کا قائم ہونا، دجال کا خروج اور سورتوں کے شروع میں حروف مقطعات، یہ سب متشابہ ہیں، دوم یہ کہ جس چیز کے معنے واضح اور کھلے ہیں، وہ محکم ہے اور جو اس کے برعکس ہے، وہ متشابہ ہے۔ سوم یہ کہ جس امر کی ایک ہی وجہ پر تاویل ہوسکے، وہ محکم ہے اور جس کی تاویل کئی وجوہ کا احتمال رکھتی ہو، وہ متشابہ ہے۔ چہارم یہ کہ جس بات کے معنے سمجھ میں آتے ہیں (یعنی انہیں عقل قبول کرتی ہے) وہ محکم ہے اور جو امر اس کے خلاف ہو، وہ متشابہ ہے۔ مثلاً" نمازوں کی تعداد اور روزوں کا ماہ رمضان ہی کے لیے خاص ہونا اور شعبان میں نہ ہونا۔" (اردو ترجمہ شائع کردہ اصح المطابع کراچی جلد ۲ صفحہ۱)

۱۳۳۔ مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے عبداللہ یوسف علی نے جو کچھ لکھا ہے۔ اس کا یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"یہ آیت ہمیں قرآن پاک کی تعبیر کے لیے ایک اہم اشارہ فراہم کرتی ہے۔ وسیع معنوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں قرآن کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے' جنہیں الگ الگ بیان نہیں کیا گیا' بلکہ وہ باہم مربوط ہیں۔ یعنی

(۱) کتاب کا مرکز و محور یا اس کی بنیاد' جس کے لغوی معنے ام الکتاب کے ہیں اور (۲) وہ حصہ جو کہ تمثیلی' مجازی یا تشبیہی ہے۔ آخر الذکر حصہ پر بحث کرنا اور اس کے مخفی مفہوم کو سمجھنے کے لئے اپنی عقل و دانش کو بروئے کار لانا موجب دلچسپی ہوگا' کیونکہ یہ حصہ ایسے عمیق روحانی معاملات کی طرف اشارہ کرتا ہے' جنہیں انسانی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے اور اگرچہ ارباب فضل و کمال اس سے کچھ روشنی حاصل کرسکتے ہیں تاہم ہر کوئی ایسا دعویٰ نہیں کرسکتا' کیونکہ اس کا قطعی مفہوم صرف خدا کو معلوم ہے۔ مفسرین عام طور سے محکم آیات سے ایسی آیتیں مراد لیتے ہیں جو شریعت (یا قانون) کے واضح احکام پر دلالت کرتی ہوں' جو بالکل صاف ہوں' ہر کوئی انہیں سمجھ سکے۔ لیکن وسیع معنوں میں اس حصہ یعنی ام الکتاب میں وہ بنیاد لازماً شامل ہونی چاہئے جس پر پورا قانون قائم و ثابت ہے۔ خدا کے کلام کا یہ وہ جوہر ہے جو مختلف تصویری حکایات' تمثیلات اور عام ضابطوں سے مختلف و ممیز ہے۔

اگر ہم سورۂ ہود کی پہلی آیت "کتاب احکمت ایتہ" (یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں پختہ اور مفصل ارشاد ہوئی ہیں) اور سورۃ الزمر کی آیت نمبر ۲۳ "کتابا" متشابها" مثانی" (ایسی کتاب جس کے تمام اجزاء' ہمرنگ ہیں اور جس میں بار بار مضامین دہرائے گئے ہیں) پر غور کریں تو ہم دیکھیں گے کہ پورے قرآن میں محکم اور متشابہ دونوں مفہوم پائے جاتے ہیں۔ یہ تقسیم آیات کے درمیان نہیں' بلکہ ان معنوں کے درمیان ہے جو انہیں پہنائے جاتے ہیں۔ ہر آیت ایک نشان یا علامت کے سوا کچھ نہیں۔ یہ جس چیز کو ظاہر کرتی ہے' وہ فوری طور پر اطلاق پذیر' دائمی اور زمان و مکان کی قید' افلاطون کے فلسفہ کے مطابق "تصورات کی شکلوں" سے آزاد ہے۔ دانا لوگ جانتے ہیں کہ ایک "جوہر" ہے اور دوسرا اس "جوہر" کا لباس۔ پوری کتاب میں اس جوہر کو تشریحی لباس پہنایا گیا ہے۔ ہمیں اس کے سمجھنے کی پوری کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن ان معاملات کی بابت الجھنے میں اپنی توانائیاں ضائع نہیں کرنی چاہئیں جو ہمارے ادراک سے ماورئی ہیں۔" (The Holy Qur'an) شائع کردہ شیخ محمد اشرف' لاہور۔ جلد اول ص ۱۲۳)

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں :

"اس آیت میں دو اہم حقیقتوں کی طرف اشارہ ہے:

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۱) ایک یہ کہ تمہاری فطرت کو جیسا وہ جانتا ہے' نہ کوئی دوسرا جان سکتا ہے' نہ تم خود جان سکتے ہو' لہٰذا اس کی رہنمائی پر اعتماد کئے بغیر تمہارے لیے کوئی چارہ نہیں ہے۔
(۲) دوسرے یہ کہ جس نے تمہارے استقرار حمل سے لے کر بعد کے مراحل تک ہر موقع پر تمہاری چھوٹی سے چھوٹی ضرورتوں کو پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے' کس طرح ممکن تھا کہ وہ دنیا کی زندگی میں تمہاری ہدایت و رہنمائی کا انتظام نہ کرتا' حالانکہ تم سب سے بڑھ کر اگر کسی چیز کے محتاج ہو تو وہ یہی ہے۔"

"محکم" پکی اور پختہ چیز کو کہتے ہیں۔ "آیات محکمات" سے مراد وہ آیتیں ہیں جن کی زبان بالکل صاف ہے' جن کا مفہوم متعین کرنے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہیں ہے' جن کے الفاظ معنی و مدعا پر صاف اور صریح دلالت کرتے ہیں' جنہیں تاویلات کا تختہ مشق بنانے کا موقع مشکل ہی سے کسی کو مل سکتا ہے۔ یہ آیات "کتاب کی اصل بنیاد ہیں" یعنی قرآن جس غرض کے لیے نازل ہوا ہے' اس غرض کو یہی آیتیں پورا کرتی ہیں۔ انہیں میں اسلام کی طرف دنیا کو دعوت دی گئی ہے۔ انہیں میں عبرت اور نصیحت کی باتیں فرمائی گئی ہیں' انہی میں گمراہیوں کی تردید اور راہ راست کی توضیح کی گئی ہے۔ انہی میں دین کے بنیادی اصول بیان کئے گئے ہیں۔ انہی میں عقائد' عبادات' اخلاق' فرائض اور امرونہی کے احکام ارشاد ہوئے ہیں پس جو شخص طالب حق ہو اور یہ جاننے کے لیے قرآن کی طرف رجوع کرنا چاہتا ہو کہ وہ کس راہ پر چلے اور کس راہ پر نہ چلے' اس کی پیاس بجھانے کے لیے آیات محکمات ہی اصل مرجع ہیں اور فطرتاً انہیں پر اس کی توجہ مرکوز ہوگی اور زیادہ تر انہی سے فائدہ اٹھانے میں مشغول رہے گا۔

"متشابہات" یعنی وہ آیات جن کے مفہوم میں مشابہت کی گنجائش ہے' یہ ظاہر ہے کہ انسان کے لیے زندگی کا کوئی راستہ تجویز نہیں کیا جاسکتا' جب تک کائنات کی حقیقت اس کے آغاز و انجام اور اس میں انسان کی حیثیت اور ایسے ہی دوسرے بنیادی امور کے متعلق کم سے کم ضروری معلومات انسان کو دی جائیں' اور یہ بھی ظاہر ہے کہ جو چیزیں انسان کے حواس سے ماوریٰ ہیں' جو انسانی قلم کی گرفت میں کبھی نہیں آئی ہیں' نہ آسکتی ہیں' جن کو اس نے نہ کبھی دیکھا' نہ چھوا' نہ چکھا' ان کے لئے انسانی زبان میں نہ ایسے الفاظ مل سکتے ہیں' جو انہی کے لیے وضع کئے گئے ہوں اور نہ ایسے معروف اسالیب بیان مل سکتے ہیں' جن سے ہر سامع کے ذہن میں ان کی صحیح تصویر کھنچ جائے' لامحالہ یہ ناگزیر ہے کہ اس نوعیت کے مضامین کو بیان کرنے کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الفاظ اور اسالیب بیان وہ استعمال کئے جائیں جو اصل حقیقت سے قریب تر مشابہت رکھنے والی محسوس چیزوں کے لیے انسانی زبان میں پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ مابعدالطبیعی مسائل کے بیان میں قرآن کے اندر ایسی ہی زبان استعمال کی گئی ہے اور "متشابہات" سے مراد وہ آیات ہیں' جن میں یہ زبان استعمال ہوئی ہے۔

لیکن اس زبان کا زیادہ سے زیادہ فائدہ بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ آدمی کو حقیقت کے قریب تک پہنچادے یا اسکا ایک دھندلا سا تصور پیدا کردے' ایسی آیات کے مفہوم کو متعین کرنے کی جتنی زیادہ کوشش کی جائے گی' اتنے ہی زیادہ اشتباہات و احتمالات سے سابقہ پیش آئے گا' حتیٰ کہ انسان حقیقت سے قریب تر ہونے کے بجائے اور زیادہ دور ہوتا چلا جائے گا۔ پس جو لوگ طالب حق ہیں اور ذوق فضول نہیں رکھتے' وہ تو متشابہات سے حقیقت کے اس دھندلے تصور پر قناعت کرلیتے ہیں جو کام چلانے کیلئے کافی ہے اور اپنی تمام تر توجہ محکمات پر صرف کرتے ہیں' مگر جو لوگ بوالفضول یا فتنہ جو ہوتے ہیں' ان کا تمام تر مشغلہ متشابہات ہی کی بحث و تنقید ہوتا ہے۔"

(Meanings of Quran) Vol II, P 14_15)

ربا عربوں میں خوب معروف تھا

۱۳۴۔ جہاں تک ربا کی تعریف کا تعلق ہے' یہ کہنا درست نہیں کہ قرآن و سنت میں اس کی تعریف نہیں کی گئی' اس لیے یہ متشابہات کے دائرہ میں آتا ہے۔ دراصل ربا زمانہ قبل از اسلام کے عربوں میں اچھی طرح معروف تھا۔ مفسرین کے مطابق اس زمانے کا ربا یہ تھا کہ جب کسی شخص کو دیئے گئے قرض کی مدت پوری ہوجاتی تو قرض دہندہ مقروض سے پوچھتا کہ تم قرض واپس کروگے یا سود کی رقم میں اضافہ کروگے؟ اگر مقروض ادائیگی قرض سے معذور ہوتا' تو اسے مدت میں توسیع کی اجازت ربا میں زیادتی کی شرط کے ساتھ دے دی جاتی تھی۔

امام فخرالدین رازی کے بقول :

"عرب اس زمانہ میں اس شرط پر قرض دیتے کہ ہر مہینے اصل زر پر ایک مقررہ رقم بطور زیادتی وصول کرتے تھے۔ جب ادائیگی کا وقت آتا تو اصل رقم کا تقاضا کیا جاتا' اگر مقروض ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو قرض دہندہ سود بڑھا دیتا اور مدت میں توسیع کردیتا۔" (دیکھئے تفسیر کبیر۔ جلد ہفتم۔ تہران ایڈیشن۔ ص ۸۵)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۳۵۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ "لا ربوا الا فی النسیته" یعنی ربا نہیں بجز نسیہ کے۔
(بخاری' جلد دوم' ص ۱۳۸' بیروت ایڈیشن)

"ربا النسیتہ" ایسی زیادتی کو ظاہر کرتا ہے جو مدت کے عوض پیشگی طے کر لی جائے۔ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ میں جس ربا کو حرام ٹھہرایا گیا ہے' وہ رباء النسیتہ ہی ہے۔ امت میں اس بارے میں اجماع پایا جاتا ہے کہ رباء النسیتہ وہ ربا ہے جو اسلام میں حرام ہے' جیساکہ ابن عبدالبر نے "التمہید" میں کہا ہے۔ فقہاء نے ربا النسیتہ کی تعریف اس طرح کی ہے :

"ھوالقرض المشروط فیه الاجل وزیادة امل علی المستقرض"

"سود دینے کا کوئی معاملہ جس میں مقروض کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ مدت میں توسیع کے بدلے سود میں کچھ زیادتی کر دے' ربا النسیتہ ہے۔"

(ابوبکر جصاص احکام القرآن۔ جلد اول' ص ۵۵۷۔ بیروت ایڈیشن)

پس واضح ہوا کہ ربا النسیتہ متشابہات میں داخل نہیں۔ دنیا کے کسی بھی حصہ میں بسنے والے کسی اکیلے عالم یا علماء کے گروپ کی رائے اس نکتہ پر موجود اجماع کو متاثر نہیں کر سکتی۔ اسلامی فقہ اکیڈمی (جدہ) نے جو کہ دنیائے اسلام کی ایک نمائندہ تنظیم ہے' بنک کے سود کو تمام شکلوں میں اور جملہ کھاتوں پر اس ربا میں شمار کیا ہے جو ازروئے اسلام حرام ہے۔

۱۳۶۔ مزید برآں جہاں تک لفظ ربا اور اس کی تعریف کا تعلق ہے' اس کی وضاحت خود رسول اکرمؐ کے قول و فعل سے ثابت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس حکم پر عملی زندگی میں عمل درآمد کرایا گیا اور ربا کو حرام قرار دے کر ہمیشہ کے لیے اسلامی نظام معیشت سے اس کا "کلیتہ" خاتمہ کر دیا گیا۔ یہ سب کچھ اس کے معنی و مفہوم متعین کرنے کے بعد ہی ممکن تھا۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے :

الحلال بین والحرام بین وبینهما متشابهات لا یعلمها کثیر من الناس۔

"حلال اور حرام ظاہر و بین ہیں۔ ان کے مابین متشابہات (شک پیدا کرنے والی) چیزیں ہیں۔ جن کی بابت اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔" پس جو شخص خود کو ان شبہ پیدا کرنے والی چیزوں سے بچالے سمجھ لو کہ اس نے اپنا دین اور اپنی آبرو بچالی اور جو ان میں ملوث ہو جائے' وہ اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چرواہے کی مانند ہے جو اپنے جانور کسی کی نجی چراگاہ (حمی) کے نزدیک چراتا ہے۔ اس کا ہر جانور کسی بھی لمحے اس میں داخل ہو سکتا ہے۔ لوگو! خبردار!! ہر بادشاہ کی ایک حمی (حد) ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمی وہ حدود ہیں جن سے باہر قدم نکالنے کو اس نے حرام قرار دیا ہے۔ جان لو کہ انسانی جسم کے اندر گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے کہ اگر وہ درست ہو جائے تو سارا بدن ٹھیک ہو جاتا ہے' لیکن اگر وہ بگڑ جائے تو پورا جسم خراب ہو جاتا ہے اور وہ لوتھڑا دل ہے۔"

۱۳۷۔ جیساکہ فیصلہ کے ابتدائی حصہ میں وضاحت کی جاچکی ہے' ربا کی دو قسمیں ہیں (۱) ربا النسیئتہ اور (۲) ربا الفضل۔ یہاں ہماری بحث ربا النسیئتہ تک محدود ہے یعنی وہ سود جو ادھار دی گئی رقم پر وصول کیا جاتا ہے یا دوسرے لفظوں میں قرض دی گئی اصل رقم پر اضافہ کو ربا کہتے ہیں۔ اس میں ہر قسم کا سود شامل ہے خواہ اس کی مقرر کردہ شرح بھاری ہو یا کم' خواہ وہ سود مفرد ہو یا مرکب' خواہ قرضہ کی نوعیت پیداواری ہو یا صرفی۔ جہاں تک اس قسم کے ربا کا تعلق ہے' اس کی حرمت کے بارے میں کوئی اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ قرآن کے کسی مفسر' حدیث کے کسی شارح اور اسلامی فقہ کے کسی عالم نے برائے نام بھی اس کے حرام ہونے کی بابت کبھی شک و شبہ کا اظہار نہیں کیا۔ جو کچھ بھی اختلاف رائے پایا جاتا ہی' وہ ربا الفضل کے بارے میں ہے اور بنک کے سود کے سیاق و سباق میں' جس پر اس وقت ہم بحث کر رہے ہیں' وہ (ربا الفضل) خارج از بحث ہے۔

ربا کے بارے میں حضرت عمرؓ کا قول

۱۳۸۔ جو لوگ حرمت ربا کے قائل نہیں' وہ اپنے استدلال کی تائید میں عموماً" حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کرتے ہیں :

ترجمہ : "آیت ربا ان آیات میں سے ہے جو آخر زمانہ میں نازل ہوئی ہیں' اور نبی کریمؐ کا وصال ہو گیا قبل اس کے کہ آپ اس کے تمام احکام ہم پر واضح فرماتے۔"

(مشکوۃ المصابیح' ابن ماجہ' دارمی)

یہ حضرات اس بات کو نظرانداز کر دیتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے یہ بھی فرمایا تھا :

فذروا الربا والريبته

"پس تم ربا کو چھوڑ دو اور اس چیز کو بھی جس میں سود کا شبہ ہو۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(مسند احمد۔ جلد اول' ص ۳۶)

ڈاکٹر محمد رواس قلاجی اپنی مشہور کتاب "موسوعۃ فقہ عمرؓ" (شائع کردہ دارالنفاس' ص ۴۲۳) میں حضرت عمرؓ کے محولہ بالا قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

"لفظ "ربیہ" جو حضرت عمرؓ نے "ربا" کے ساتھ استعمال فرمایا' "ریب" سے مشتق ہے۔ اس کے معنے شک و شبہ کے ہیں اور یہاں اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو اس کی حلت کی بات ذہن میں شک و شبہ پیدا کرے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ ربا کے بارے میں انتہائی محتاط تھے اور اکثر فرماتے تھے "ہم نے ربا کے خوف سے نو بٹہ دس ۹/۱۰ حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا ہے۔" (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو المصنف عبدالرزاق جلد ۸ صفحہ ۱۵۲)

ایک دن حضرت عمرؓ خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا "آیت ربا ان آیات میں سے ہے جو آخر زمانہ میں نازل ہوئی ہیں اور نبی اکرمؐ کا وصال ہو گیا قبل اس کے کہ آپ اس کے تمام احکام ہم پر واضح فرماتے۔ لہٰذا تم ربا کو چھوڑ دو اور اس چیز کو بھی جو سود کا شبہ پیدا کرے۔"

حضرت عمرؓ نے جو موقف اختیار کیا' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ فرمایا' وہ دراصل ربا الفضل کے بارے میں تھا' ربا النسیئۃ کے متعلق نہیں۔ رسول اکرمؐ نے چھ معین اشیاء کی بابت (ربا الفضل کی صورت میں) ربا کی وضاحت کر دی تھی۔ جبکہ دوسری اشیاء کے بارے میں ربا الفضل کے متعلق ایسی تشریح کہیں نہیں ملتی۔ اس سے بعض اشیاء میں' جن کی بطور خاص صراحت نہیں کی گئی' ربا الفضل کے متعلق اختلاف رائے پیدا ہوا۔ بعض فقہاء نے ربا الفضل کو چھ چیزوں تک محدود کر دیا جبکہ دوسروں نے ایسا نہیں کیا۔ اپنی منطق کے مطابق وہ اس کا اطلاق بعض دوسری اشیاء پر بھی کرتے ہیں جن کے اندر حدیث میں مذکور چھ اشیاء کی طبعی خصوصیات پائی جاتی ہوں۔ تاہم جہاں تک ربا النسیئۃ کا تعلق ہے' اسے پوری طرح کھول کر بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کی بابت فقہاء میں کوئی اختلاف رائے نہیں پایا جاتا۔ یہ فرض کرنے کی کوئی ٹھوس وجہ نظر نہیں آتی کہ ایک طرف تو قرآن حکیم سود کے سلسلہ میں پرزور الفاظ میں اعلان جنگ کرے اور کہے :

"مسلمانو! اگر فی الحقیقت تم خدا پر ایمان رکھتے ہو تو اس سے ڈرو اور جس قدر سود باقی رہ گیا ہے' اسے چھوڑ دو' اگر تم نے ایسا نہ کیا تو پھر اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔" (البقرہ' ۹-۲۷۸)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری طرف وہ ربا کو تعریف کیے بغیر اور اس کی تشریح و توضیح کیے بغیر چھوڑ دے۔

۱۳۹۔ مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر وقت کی واحد ضرورت یہ ہے کہ ہم ثابت قدمی سے قرآنی احکام کو تسلیم کریں اور مختلف حیلے بہانوں کی آڑ لینے کی بجائے درج ذیل آیت کے آخری حصہ کی روشنی میں اپنی حالت پر دوبارہ غور کریں۔

"مگر جو لوگ علم میں پکے ہیں' وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے' وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ یہ سب کچھ ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور حقیقت یہ ہے کہ (تعلیم حق سے) دانائی حاصل نہیں کرتے مگر وہی جو عقل و بصیرت رکھنے والے ہیں۔" (آل عمران۔ ۷)

اور ہماری صدائے حال ہمیشہ یہ ہونی چاہئے :

"خدایا! ہمیں سیدھے راستے پر لگادینے کے بعد ہمارے دلوں کو ڈانواں ڈول نہ کر اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما' یقیناً" تو ہی ہے کہ بخشش میں تجھ سے بڑا کوئی نہیں۔" (آل عمران۔ ۸)

مصالح کا شرعی تصور

۱۴۰۔ اب ہم اس مصلحت کے تصور کی طرف آتے ہیں جس کی بنیاد پر مشرقی جاوا کے علماء کی مشاورتی کونسل نے مبینہ طور پر بنک کے سود کے جواز کے حق میں فیصلہ دیا ہے۔ اس کا ذکر مسٹر ایس ایم ظفر کی طرف سے پیش کردہ مضمون بعنوان "بنک کے سود کی حلت پر اجماع سکوتی" میں کیا گیا ہے۔

۱۴۱۔ مصلحت اسلامی قانون کا ایک اہم اصول ہے۔ الخوارزمی نے مصلحت کی حسب ذیل تعریف کی ہے۔

"مصلحت سے مراد شرعی مقاصد کا تحفظ ہے یعنی انسانیت سے مفاسد کو دفع کرنا۔" (الشوکانی' ارشادالفحول' ص ۲۴۲)

۱۴۲۔ امام غزالیؒ نے شرعی اصول مصلحت کی زیادہ وضاحت سے تعریف کی ہے جسے بہت سے فقہاء نے اختیار کیا ہے۔ اصول کی معروف کتابوں پر غزالی کا اثر "مصلحت کے حوالہ سے بہت ہی قوی ہے جیساکہ ابن خلدون نے لکھا ہے "بصری کی المعتمد" اور امام غزالی کی "المتصفی" اصول پر بعد میں لکھنے والوں کے لیے بڑا اہم ماخذ رہیں جب تک رازی کی "المحصول" منظرعام پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں آئی تھی۔"

۱۴۳۔ امام غزالیؒ نے مصلحت کی تعریف اس طرح کی ہے :

۱۴۴۔ "اپنے اصل مفہوم میں مصلحت سے مراد کسی کار آمد اور نفع بخش چیز کی تلاش کرنا یا کسی ضرر رساں چیز کو دفع کرنا ہے۔ لیکن اس سے ہمارا مطلب واضح نہیں ہوتا' کیونکہ منفعت کی تلاش اور مضرت کا دفعیہ ایسے مقاصد ہیں کہ خلقت کے لحاظ سے ان کا مقصد نیکی کا حصول ہے اور یہ بھلائی ہے جس میں پانچ چیزیں شامل ہوتی ہیں' دین کی حفاظت' زندگی کا تحفظ' عقل و دانش کا تحفظ' اخلاق اور مال کا تحفظ۔ جو کچھ ان پانچ اصولوں کے تحفظ کا یقین دلائے وہی مصلحت ہے اور جو ان کے تحفظ میں ناکام رہے' وہ مفسد ہے اور اسے دفع کرنا مصلحت ہے۔" (دیکھئے المستصفی۔ جلد دوم' ص ۲۸۶)

۱۴۵۔ مذکورہ بالا تعریف سے مصلحت کا جو مفہوم سمجھ میں آتا ہے' اسے تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔ وہ مصلحت جس کے بدل کی حمایت میں متن (نص) کی شہادت موجود ہو۔

۲۔ وہ مصلحت جسے متن کے اظہار سے جھٹلایا جاسکے۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے جس میں نہ تو حمایت میں متن کی شہادت موجود ہو' نہ ہی اس کی تردید میں۔ پہلی قسم جائز ہے اور قیاس کی بنیاد بن سکتی ہے۔ دوسری ممنوع ہے۔اصل میں تیسری قسم مزید غور و فکر کی متقاضی ہے چنانچہ تیسری قسم میں شامل مصلحت کے عنصر کا اس کی قوت کے لحاظ سے مزید جائزہ لیتے ہیں۔

اس زاویہ نظر سے دیکھا جائے تو مصلحت کے تین درجے ہیں' ضرورت' حاجت اور تحسین۔ مذکرہ بالا پانچ اصولوں کا تحفظ ضرورت کے درجہ آتا ہے۔ یہ مصلحت کی قوی ترین قسم ہے۔ دوسرا درجہ ایسی مصلحت پر مشتمل ہے جو بجائے خود لازمی نہیں' لیکن عام طور سے ان کا حاصل کرنا ضروری ہے' تیسرا درجہ مذکورہ بالا دونوں میں سے نہیں' محض اشیاء کی تہذیب اور تطہیر کے لیے ہے۔

۱۴۶۔ اس درجہ بندی کو پیش نظر رکھتے ہوئے صرف اس مصالح مرسلہ کو قبول کیا جائے گا جس میں حسب ذیل تین خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

یعنی ضرورت' قاطعہ' کلیتہ۔ امام غزالی نے اس نکتہ کو ایک مثال کے ذریعے یوں سمجھایا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے :

۱۴۷۔ "اگر کافر خود کو مسلمان قیدیوں کے ایک گروپ کی آڑ میں چھپالیں تو ان پر حملہ کرنا بے گناہ مسلمانوں کو قتل کرنا ہوگا۔ یہ ایک ایسی صورتحال ہے کہ متن کی شہادت سے اس کی تائید نہیں ہوتی۔ اگر مسلمانوں کے حملہ کو پسپا کیا جائے تو کافر پیش قدمی کرکے دارالاسلام کو فتح کرلیں گے۔ ایسی صورت میں یہ اعتراض بجا ہے کہ اگر مسلمان حملہ نہ کریں، تب بھی مسلمان قیدیوں کی جانیں محفوظ نہیں ہیں۔ اگر کافروں نے ایک بار مسلم علاقہ کو فتح کرلیا تو وہ تمام مسلمانوں کو تہ تیغ کر ڈالیں گے۔ معاملے کی اس صورت میں مسلمانوں کے ایک حصہ کی بجائے پورے مسلم گروہ کو بچانا ضروری ہے۔ یہ ایک قابل قبول دلیل ہے جس کا اشارہ مذکورہ بالا تین خوبیوں میں ملتا ہے۔ ایسا کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ پانچ اصولوں میں سے ایک اصول یعنی حفاظت جان پر مبنی ہے۔ یہ فعل قطعی ہے کیونکہ یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ اس طریقے سے مسلمانوں کی جانیں محفوظ ہوجائیں گی۔ یہ کلی بھی ہے کیونکہ اس میں پورے گروہ کے مفاد کو مد نظر رکھا گیا ہے، کسی ایک حصہ کو نہیں۔"

(Islamic Legal Philosophy by Muhammad Khalid Masood, P-153)

مصالح کے بارے میں البوطی کی تحقیق

۱۴۸۔ محمد سعید رمضان البوطی نے ۱۹۶۵ء میں جامعہ الازہر میں "ضوابط المصلحۃ الشریعۃ الاسلامیتہ" کے زیر عنوان ڈاکٹریٹ کا مقالہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے مصلحت کے موضوع پر تفصیل سے بحث کی اور بڑے کارآمد دلائل کے ساتھ یہ حقیقت ثابت کی کہ اسلامی شریعت میں مصلحت سے محض منفعت اور پابندیوں اور شرائط سے آزاد دنیاوی افادیت اور مسرت مراد نہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ :

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلامی قانون نے جس مصلحت کو تسلیم اور قبول کیا ہے، اس کا اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں اور تصورات سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہونا ضروری ہے۔" (ضوابط المصلحت۔ از البوطی ص ۱۲۱)

۱۴۹۔ اسلامی شریعت کا اہم ترین اصول جسے پیش نظر رکھنا چاہئے، یہ ہے کہ مصلحت کے تصور کو اس طرح منضبط، محدود اور واضح کیا جائے کہ کوئی چیز غیر واضح اور مبہم نہ رہے۔ انسان کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محض اللہ کی اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا اور زندگی میں اس کے جملہ افعال کو خدا کے نازل کردہ قانون کے تحت اس طرح منضبط کرنا اور بہاؤ کے رخ پر ڈالنا مقصود ہے کہ کوئی فعل اللہ اور اس کے رسول کی مقدس ہدایت کے دائرہ سے باہر نہ رہے۔ جس طرح اسلامی شریعت نے ایک مسلمان کے جملہ دنیاوی اعمال کے لیے تفصیلی رہنما اصول متعین کردیئے ہیں، اسی طرح اس نے مصلحت کے تصور کو بھی خوب اچھی طرح قائم، منضبط، محدود اور واضح کیا ہے۔ اس تصور کو قیاس آرائیوں، دنیاوی افادیت اور کسی کی من مانی کے لیے کھلا نہیں چھوڑا گیا۔" (ضوابط المصلحۃ۔ ص ۱۵۔ ۱۴)

۱۵۰۔ اسلامی شرعی اصول کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصلحت میں درج ذیل تین خصوصیات پائی جاتی ہیں۔

i- مصلحت کا تعلق محض اس دنیا سے نہیں ہونا چاہئے، اسے پوری انسانیت کی زندگی، اس دنیا کی بہبودی اور اخروی زندگی کی بھلائی کا احاطہ بھی کرنا چاہئے کیونکہ انسان کی یہ زندگی آخرت کی زندگی سے پوری طرح پیوستہ ہے۔ اس دنیا کی زندگی کا اخروی زندگی کے ساتھ گہرا رشتہ ہے جو کہ علت و معلول کا تعلق ہے۔ انسان کی شادمانی اور کامرانی محض دنیاوی خوشحالی و شادکامی نہیں، اس کے برخلاف اسلام ان لوگوں کو کامیاب سمجھتا ہے جنہیں آخرت میں کامیاب قرار دیا جائے گا۔ اس لیے دنیاوی زندگی اخروی زندگی میں کامیابی و کامرانی حاصل کرنے کا محض ایک ذریعہ ہے۔ جیساکہ قرآن کہتا ہے : وابتغ فیما اتاک اللہ الدار الاخرۃ "جو مال اللہ نے تجھے دیا ہے اس سے آخرت کا گھر بنانے کی فکر کر۔" (القصص۔ ۷۷)

اس بحث کی روشنی میں کسی عالم کے لیے مناسب نہیں کہ وہ مصلحت کی تعبیر و توضیح کرتے وقت محض اس زندگی کی مشکلات و معاملات کو پیش نظر رکھے۔

ii- اسلام کی رو سے مصلحت محض دنیاوی زندگی کی منفعت و راحت پر مبنی نہیں ہے۔

iii- اسلام کے تقاضے اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود ہر چیز پر مقدم ہے۔ اس لیے سب سے پہلے ان اسلامی احکام کا تحفظ ہونا چاہئے جو قرآن و سنت میں بیان کئے گئے ہیں کہ اسلام کے مذکورہ بالا احکام کے منافی کسی چیز کو کسی بھی لحاظ سے قابل قبول مصلحت قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ضوابط المصلحۃ۔ صفحات ۴۵۔ ۴۸۔ ۵۴)

۱۵۱۔ موضوع پر بحث جاری رکھتے ہوئے ڈاکٹر البوطی نے لکھا ہے کہ مصلحت کو منضبط کرنے والے چار عوامل ہوتے ہیں جو اسے اسلامی شریعت کے دائرہ میں رکھتے ہیں یعنی :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

i۔ مصلحت اسلامی شریعت کے بنیادی اصولوں کے عین مطابق ہونی چاہئے اور سہولتوں کی فراہمی میں معاون ہونی چاہئے تاکہ وہ انسان زندگی کے جملہ افعال میں اللہ کا تابعدار بندہ بن سکے۔

ii- مصلحت کو فطری طور پر اسلام کے ان احکام کے مطابق ہونا چاہئے جو قرآن و سنت میں درج ہیں۔ صحابہ کرامؓ اس بارے میں متفق تھے کہ جو مصلحت قرآن و سنت کے منافی ہو، وہ قابل مزاحمت ہے۔

iii- مصلحت کسی جائز دلیل سے متصادم نہیں ہونی چاہئے۔

iv- اس سے کسی بڑی اور زیادہ موثر مصلحت کو نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔

(ضوابط المصلحۃ۔ ص ۲۵۲-۱۸)

پس مصلحت یا اجتہاد کا اصول صرف اس صورت میں قابل اطلاق ہوتا ہے جب قرآن یا سنت سے براہ راست کوئی حکم نہ ملے۔ ہم نے ابھی دیکھا ہے کہ قرآن حکیم میں ایسی متعدد آیات نیز رسول اکرمؐ سے مروی احادیث موجود ہیں جن سے سود کی تعریف اور اس کے مختلف پہلوؤں پر کافی روشنی پڑتی ہے اور امت ربا النسیئۃ کی تعریف اور اس کی حرمت پر متفق ہے۔

۱۵۲۔ اس بحث کے پیش نظر "بنک کے سود" کو جائز قرار دینے کے لیے مصلحت کے اصول سے کوئی مدد نہیں ملتی۔

افراط زر اور اشاریہ بندی کا معاشی تجزیہ

۱۵۳۔ اس نکتہ پر غور کرتے وقت کہ آیا کرنسی کی قیمت میں کمی کی تلافی کرنے کے لیے اضافہ کو، شریعت کی رو سے سود کا متبادل قرار دیا جاسکتا ہے؟ ہم پہلے معاشیات کی مشہور کتب سے افراط زر اور اشاریہ بندی (Indexation) کے نظریہ کے متعلق خالصتاً" معاشی نقطہ نظر سے اقتباسات پیش کریں گے بعد ازاں ان کا قرآن و سنت کی کسوٹی پر جائزہ لیں گے۔

۱۵۴۔ "افراط زر اکثر اشیاء اور خدمات کی قیمتوں میں وقت کے ساتھ مسلسل اضافہ کے رجحان کو کہتے ہیں۔" افراط زر بیسویں صدی کے بڑے حصہ میں، ایک عالمگیر مسئلہ بنا رہا۔ اس کے باوجود ماہرین معاشیات کے لیے اس کی تعریف کرنا یا اسے متعلقہ مسائل سے جدا کرنا سر دردی سے کم نہیں۔

۱۵۵۔ اکثر اوقات یہ تعین کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ آیا کسی پیداوار کی قیمت میں اضافہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

معیشت میں مجموعی طور پر افراط زر کے رجحان کا حصہ ہوتا ہے یا محض' ایک حد تک صارفین کی کسی خاص پیداوار پر اپنی آمدنی کا حصہ خرچ کرنے کی آمادگی کو ظاہر کرتا ہے۔"

(Colliors Encyclopaedia Vol-13. Page-7)

۱۵۶۔ "افراط زر سے عام زبان میں' قیمتوں میں اضافہ کا رجحان مراد ہے۔ ایک صورتحال کو اس وقت افراط زر کی صورتحال کہیں گے جب یا تو قیمتیں یا سرمایہ کی فراہمی بڑھ رہی ہو' کیونکہ ان دونوں میں ایک ساتھ اضافہ ہوتا ہے۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب سرمایہ کی فراہمی میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے نتیجہ میں جزوی طور پر پیداوار بھی بڑھتی ہے اور اس سے جزوی طور پر قیمتیں بھی چڑھتی ہیں اور جب پیداوار کی فراہمی کم ہوجاتی ہے تو قیمتوں میں زیادتی افراط زر کہلاتی ہے۔ کولبورن کے الفاظ میں یہ کم اشیاء کا سرمایہ کے ساتھ حد سے زیادہ تعاقب ہوتا ہے' اس لئے افراط زر کا تعلق عموماً" سرمایہ کی مقدار میں غیر معمولی اضافہ سے قائم کیا جاتا ہے' جس کے نتیجہ میں قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔"

(K.K.D. Modern Economic Theory, Lahore, P-435)

۱۵۷۔ جے۔ ایچ۔ ہاسن افراط زر کی اصطلاح پر بحث کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ "یہ اصطلاح تین معنوں میں استعمال کی جاتی ہے۔"

۱۔ سونے کے معیار میں افراط زر

جہاں کوئی مرکزی بنک قرضوں میں معتدل اور کنٹرولڈ توسیع کی حوصلہ افزائی کرے اور جب کہیں بھی سونے کی بہتات ہو تو ایسے حالات میں افراط زر کے پھیلاؤ کو سختی سے کنٹرول کیا جاتا ہے کیونکہ اس کا انحصار سونے کی اس قیمت پر ہوتا ہے جو متعلقہ ملک نے حاصل کرلی ہو۔

۲۔ بتدریج (یا آہستہ آہستہ ہونے والا) افراط زر

ایسی صورتحال جس میں قوت خرید کے حجم میں اشیاء کی پیداوار اور صارفین و پیدا کنندگان کو دستیاب خدمات کے مقابلہ میں مسلسل اضافہ ہورہا ہو' اس سے قیمتوں اور اجرتوں میں مسلسل اضافے کا رجحان پیدا ہوجاتا ہے' روپیہ کی قیمت گرجاتی ہے۔ ۱۹۳۹ء سے دنیا کے تمام ممالک افراط زر کے مختلف درجات کا سامنا کررہے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۔ تیز رفتار افراط زر

اس وقت رونما ہوتا ہے جب بتدریج افراط زر بے قابو ہو جائے اور سرمایہ کی قیمت تیزی سے گر کر اس کی سابقہ قیمت کی ایک چھوٹی سی کسر کے برابر رہ جائے، یہاں تک کہ صفر پر پہنچ جائے۔ ایسی صورت میں مجبوراً "نئی کرنسی اکائی اختیار کرنی پڑتی ہے۔"

(A Dictionary of Economics And Commerce, by J.H. Hanson, 5th Ed, P-262)

۱۵۸۔ افراط زر بڑی پیچیدہ اور عجیب و غریب صورتحال ہے۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے کوئی تیر بہدف علاج نہیں۔ اس سلسلے میں مالیاتی اور غیر مالیاتی کئی طرح کے اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔ افراط زر پر قابو پانے کا ایک موثر حربہ وہ ہے جسے اشاریہ بندی (Indexation) کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۱۵۹۔ جے۔ ایچ۔ ہانسن نے اشاریہ بندی کی تعریف یوں کی ہے :

"یہ افراط زر کے زمانہ میں خوردہ قیمت کے اشاریہ کے مقابل متناسب آمدنی (جو خصوصاً سرمایہ کاری سے ہوتی ہو) کا ایک نظام ہے جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سرمایہ کی قیمت میں جو کمی ہوتی ہے، اس کی تلافی کی جائے۔" (دیکھئے، ہانسن کی مذکورہ بالا کتاب صفحہ نمبر ۲۵۵)

۱۶۰۔ "معاشی اتار چڑھاؤ کو ان تغیر پذیر اشیاء کی حقیقی قیمت برقرار رکھنے کے لیے معیار عمل بنایا جاتا ہے جن کی پیائش کرنسی کی اکائیوں میں کی جاتی ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ کسی تغیر پذیر شے کو ایک منتخب انڈیکس سے مربوط کردیا جاتا ہے، جیسے اجرت کو خوردہ قیمت کے اشاریہ سے منسلک کردیا جائے۔ مقصد یہ ہوتا ہے کہ حقیقی اجرت کی کٹوتی کو قیمت کی سطح میں تبدیلیوں سے قطع نظر روکا جائے۔ اسی طرح سود کی شرح کو بھی انڈیکس کیا جاسکتا ہے کہ سرمایہ پر نفع کی مثبت شرح کو حقیقی معنوں میں تحفظ حاصل ہو سکے۔ نظام محاصل انڈ یکسیشن کا ایک اہم میدان تخلیق کرتا ہے تاکہ وضع کردہ آمدنی کے تناسب کو نسبتاً "مستقبل رکھا جاسکے۔"

(K. K. D. Dowett. Modern Economic Theory Ed, 83, P-448-Karachi)

۱۶۱۔ ماہرین معیشت نے انڈ یکسیشن کی خوبیوں اور خرابیوں کو بڑی حد تک کھول کر بیان کیا ہے۔ متعلقہ مواد کے مطالعہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس نظریہ کی خرابیاں اس کی خوبیوں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ ہیں' اس لیے اس نظام کو افراط زر کا علاج نہیں کہا جا سکتا۔ یہ الٹا افراط زر کو مستحکم کرتا اور اسے بڑھاتا ہے۔"

۱۶۲۔ انڈ یکسیشن کا طریقہ اجرتوں' تنخواہوں اور پنشنوں کے بارے میں کسی حد تک وقتی طور پر قابل عمل ہو سکتا ہے۔ "تاہم یہ اندازہ لگانا مشکل ہے کہ انڈ یکسیشن کے لیے مالیاتی اثاثوں کے منصفانہ کیس کی تعمیر کیسے کی جائے۔ جب سرمایہ لگانے والوں کو (جو نہ صرف بچت کرتے ہیں بلکہ سرمایہ کاری کا خطرہ بھی قبول کرتے ہیں) ان کی سرمایہ کاری کی اصل مستحکم قیمت کی یقین دہانی نہیں کرائی جا سکتی تو بچت کرنے والوں اور نقدی رکھنے والوں کو ایسی یقین دہانی کیوں کر کرائی جا سکتی ہے' جبکہ وہ کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیتے۔ اشاریہ بندی (Indexation) کے ذریعے عدم مساوات کو رواج دینے کی بجائے نقدی رکھنے والوں سے یہ کہنا قرین انصاف ہو گا کہ وہ سرمایہ کاری کے ذریعے اپنا تحفظ تلاش کریں۔ اشاریہ بندی بچت کرنے والوں کو خطرہ والے سرمایہ سے دور بھاگنے کی ترغیب دیتی ہے' جس پر اسلامی نظام قدر میں زور دیا گیا ہے اور جو ایک ترقی پذیر معیشت کے لیے ضروری ہے۔ پس بچت کرنے والوں کو اس امر کی ترغیب دینا مناسب ہو گا کہ وہ سرمایہ کاری کے ذریعے اپنی بچت کی اصل قدر میں کٹوتی کی تلافی کا اہتمام کر لیں۔"

ملاحظہ ہو۔

(Towards A Just Monetary System by M.Umar Chapra, Leiester Edition, P-40)

اشاریہ بندی سود کا متبادل نہیں

۱۶۳۔ سوالنامہ کے جواب میں ہم نے بہت سے ماہرین معاشیات اور بنکاروں کی معروضات سنیں۔ ان میں سے ہر ایک نے واضح الفاظ میں' اگرچہ کسی قدر اختصار کے ساتھ' افراط زر پر مبنی اشاریہ بندی کو "سود" کے متبادل کے طور پر اختیار کرنے کی مخالفت کی۔ ڈاکٹر حسن الزمان' چیف آف اسلامک بینکنگ ڈویژن' اسٹیٹ بنک آف پاکستان نے سوالنامہ کی بابت اپنی گزارشات ختم کرنے کے بعد استدعا کی کہ انہیں افراط زر بطور معاوضہ پر مبنی اشاریہ بندی کے موضوع پر' جسے سود کے قائم مقام یا متبادل کے طور پر اختیار دیئے جانے کے طور پر اظہار خیال کرنے کے لیے ایک پورا دن دیا جائے کیونکہ وہ اس موضوع پر گزشتہ پانچ سال سے گہری تحقیق کر رہے ہیں۔

00369

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ انہیں بطور خاص اسلام آباد بلایا گیا اور دن بھر ان کی معروضات سنی گئیں۔ موضوع پر ان کی دسترس اور ان کا فاضلانہ اسلوب بیان بہت اچھا تھا جو ہمارے لیے بڑا کار آمد ثابت ہوا۔ ہم ان کے اس فاضلانہ مقالہ کو جو انہوں نے بعد ازاں ہمیں ارسال کیا' یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ اس میں انہوں نے مذکورہ بالا بحث کا خلاصہ پیش کیا ہے' اس طرح وہ نہ صرف ایک نئی چیز بن گئی ہے بلکہ اہم بھی۔ ان کے مقالہ کی تلخیص انہی کے الفاظ میں ملاحظہ ہو :

۱۶۴۔ "دنیا کے ۲۱ ملکوں میں اشاریہ بندی رائج ہے۔ مختلف ملکوں میں یہ جن چیزوں کا احاطہ کرتی ہے' وہ یکساں نہیں۔ بہت سے ملکوں میں اجرتوں' پنشنوں اور سماجی تحفظ کی ادئیگیوں کو اس نظام کے تابع کردیا گیا ہے۔ بعض دوسرے ملکوں نے صرف بانڈز کو انڈیکس کیا ہے جبکہ بہت سے ملکوں میں سرمایہ کاری کی مختلف صورتوں کو بھی انڈیکس کرلیا گیا ہے۔ برازیل واحد ملک ہے جس نے اس عمل کو جامع انداز میں اپنایا ہے۔ ان اختلافات کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انڈیکیشن کا طریقہ اور انڈیکس کا انتخاب مختلف ملکوں میں مختلف ہے۔ اشاریہ بندی کی سب سے زیادہ عمومی ترکیب اجرت یا صارف کی قیمتوں میں سرمایہ کاری یا مصارف زندگی سے اس کا ربط جوڑنا ہے۔ بعض ممالک قیمتوں کے ساتھ پیشگی تطابق قائم کرلیتے ہیں جبکہ اکثر ممالک بعد میں ایسا کرتے ہیں۔ تطابق کی یہ مدت ایک مہینے سے ایک سال تک اور بعض صورتوں میں تین سال تک طویل ہوتی ہے۔

۱۶۵۔ اشاریہ بندی کی جو خوبیاں بیان کی گئی ہیں' وہ عام طور سے نظریاتی ہیں۔ کیونکہ اس کی مخالفت کرنے والوں نے اپنی دلائل کی بنیاد جزوا" نظریہ پر اور بڑی حد تک اس تجربہ پر رکھی ہے جو دنیا کے مختلف ممالک میں حاصل کیا گیا ہے۔

۱۶۶۔ بنیادی تجزیہ میں اشاریہ بندی سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص کو نقصان اٹھانے والے کے اس نقصان کی تلافی کرنی ہے جو سرمایہ کی قیمت خرید کو پہنچا ہو یا اس کی قدر میں جو کمی واقع ہوئی ہو' اس کی تلافی کرنی ہے۔ یہ تلافی حکومت' آجر' مقروض یا بنکار پر عائد ہوسکتی ہے۔ یہ جائزہ لینے کے لیے کہ آیا شریعت مذکورہ بالا فریقوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ایسی ادائیگی کو جائز ٹھہراتی ہے' ہمیں افراط زر کے ذمہ دار شخص یا ادارہ کا تعین کرنے کے بعد ان معاملات پر اسلامی قانون معاوضہ کے اطلاق پر غور کرنا ہوگا۔

۱۶۷۔ شریعت میں انسان کے عملی حصہ (Contribution) اور مالیاتی حصہ پر دو مختلف قسم

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے قواعد لاگو ہوتے ہیں۔ اول الذکر کے عوض ایک مقررہ معاوضہ دیا جاتا ہے۔ حکومت مجاز ہے کہ اگر ضروری سمجھے تو معاوضہ کی کم سے کم شرح متعین کردے اور زیادہ سے زیادہ شرح کو بازاری قوتوں پر چھوڑدے۔ اس کے برعکس مالیاتی حصہ کا، جو قرض یا ادھار کی شکل میں ہوتا ہے، بدل اسی جنس اور اسی مقدار میں ادا کرنا پڑتا ہے اور قرض کی رقم پر اضافہ سود بن جاتا ہے جس کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔ یہ حقیقت قرآن حکیم، رسول اکرمؐ کی احادیث اور تمام مکاتب فکر کے جملہ فقہاء کی تفصیلی مباحث سے کسی استثناء کے بغیر ثابت ہے۔

۱۶۸۔ مسلم ماہرین قانون اس قرآنی حرمت کے بارے میں اتنے محتاط ہیں کہ انہوں نے سارے عمل کو ایسے تمام معاملات میں، جہاں جنس یا سرمایہ کے موخر تبادلہ کا دخل ہو، نامنظور کردیا ہے۔ اس لیے اس حرمت کے دائرہ میں نہ صرف قرضے اور ادھار آتے ہیں، بلکہ کریڈٹ، مبادلہ، کرنسی کا موخر تبادلہ، اسقاط زر، (Demonetization)، تخفیف زر، (Devaluation) مکرر مالیت شماری (Ravaluation) کے علاوہ معاوضہ کی دیر سے ادائیگی، قانونی ذمہ داری سے بریت، نیز قرضہ سے خلاصی کے وقت کرنسی کی اکائی میں تبدیلی وغیرہ، سب اسی کے تحت آتے ہیں۔

۱۶۹۔ حدیث کی رہنمائی میں فقہاء نے رائے ظاہر کی ہے کہ اگر درہم اور دینار گن کر ادھار دیئے جائیں تو وہ گن کر ہی واپس کیے جائیں گے، وزن کرکے نہیں۔ اسی طرح اگر وہ تول کر ادھار دیئے گئے ہوں تو وزن کرکے لوٹائے جائیں گے، گن کر نہیں۔ اشیاء کے ادھار کے بارے میں فقہاء نے کہا ہے کہ وہ اسی جنس اور مقدار میں واپس کی جائیں گی، خواہ واپسی کے وقت ان کی قیمت میں کسی قدر کمی بیشی کیوں نہ ہوگئی ہو۔

۱۷۰۔ اگر قرض کی رقم فلوس یا درہم کے چھوٹے ٹکڑوں کی صورت میں ہو، جن پر حکومت نے پابندی لگادی ہو اور وہ بطور کرنسی رائج نہ رہے ہوں تو قرض خواہ ان کی مالیت وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔ وہ اسی سکہ کو قبول کرنے کا پابند نہیں ہوگا کیونکہ یہ نقص اس وقت رونما ہوا جب وہ سکے مقروض کی تحویل میں تھے۔ فلوس کی قیمت کا تعین قرض لینے کی تاریخ پر اس کی رواں قیمت کے حساب سے کیا جائے گا اور قرض خواہ کو وہ قیمت قبول کرنی پڑے گی، خواہ قیمت میں کوئی کمی واقع ہوگئی ہو یا نقص پڑ گیا ہو۔ لیکن اگر وہ سکہ، رائج نہ رہنے کے باوجود، کرنسی کے طور پر چلتا ہو اور لوگ اسے قبول کرتے ہوں، تو قرض خواہ اسے قبول کرے گا۔ یہ موقف اس عمومی اصول پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مبنی ہے کہ اگر مبادلہ قابل تبادلہ اشیاء کی صورت میں ہو تو قرض خواہ کو مماثل اشیاء کی اتنی مقدار ادا کی جائے گی' خواہ ادھار کی مدت کے دوران اس مال کی قیمت بڑھ جائے' گھٹ جائے یا جوں کی توں رہے۔ باقی ماندہ اجرت کے واجبات کی ادائیگی کے لیے بھی انہوں نے ایسی ہی رائے کا اظہار کیا ہے۔

۱۷۱۔ دوسری صورتحال جو ذمہ داری کا موجب بنتی ہے' وہ کسی کے مال کو ناجائز طریقے سے ہتھیانا (غصب کرنا) ہے۔ غاصب پر واجب ہو جاتا ہے کہ وہ دوسرے کا مال واپس کرے اور اشیاء کے اتلاف کی صورت میں اس کی قیمت ادا کرے' جب بھی عدالت ایسا کرنے کا حکم دے' تاہم غاصب سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ مال کی قیمت میں کمی کے باعث جو نقصان واقع ہوا ہو' اس کی تلافی بھی کرے۔

۱۷۲۔ حسب نسب کے بارے میں ہمارے فقہاء نے جو انداز اختیار کیا ہے' وہ بالکل واضح اور مستحکم ہے۔ اسی طرح کی استقامت اس صورت میں دیکھنے میں آتی ہے' جب موخر ادائیگی کی ذمہ داری قرض کے لین دین کے نتیجہ میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس صورت میں بھی پیدا ہوتی ہے جب وہ باہمی تبادلہ' اسقاط زر' تخفیف زر' کھوٹ (Debasement) مکرر مالیت شماری' معاوضہ' تلافی یا ذمہ داری سے بریت کے نتیجہ میں کیا جائے۔ ایسی تمام صورتوں میں قرضہ کرنسی کی اسی اکائی میں اور مساوی مقدار میں ادا کیا جائے گا جس مقدار میں لیا گیا تھا۔ خواہ اس کی متناسب قیمت میں دوسری اشیاء یا کرنسی کے لحاظ سے کوئی تبدیلی واقع ہو گئی ہو۔ اس اصول سے انحراف ربا کی حرمت کے متعلق قرآن و سنت کے احکام سے روگردانی کے مترادف ہو گا۔ اس اصول میں فقہاء اتنے بے لچک اور پختہ ہیں کہ وہ مہر کی ادائیگی کے معاملہ میں بھی کوئی نرمی برتنے کو تیار نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کے مطابق مہر کی مقرر کردہ رقم اسی مقدار میں بیوی کو واجب الادا ہو گی خواہ ادائیگی کے موقع پر کرنسی کی قیمت میں اضافہ ہو جائے یا کمی۔

۱۷۳۔ شرعی نقطہ نظر سے دوسرا قابل اعتراض نکتہ بے خبری و غیر یقینی کیفیت کا عنصر ہے جو اشاریہ بندی میں صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ شریعت کی رو سے موخر ادائیگی کے معاہدہ کی شرائط میں سے ایک شرط معاہدہ کرتے وقت ذمہ داری کا ٹھیک ٹھیک تعین کرنا ہے۔ اس ذمہ داری سے لاعلمی معاہدہ کو باطل کر دیتی ہے۔ اشاریہ بندی میں ذمہ داری کا علم اس تاریخ کو ہوتا ہے جس دن وہ وجب الادا ہو جائے۔ وقت کی تاخیر کے مسئلہ کو حل کرنے کے لیے' جو اس مدت' جس کے لیے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیمت کی سطح میں تبدیلی قابل مشاہدہ ہوتی ہے اور اس مدت کے مابین، جس میں قیمت کی سطح میں مطابق کا لین دین پر اطلاق کیا جاتا ہے، بعض ممالک نے منصوبہ کے تحت کی گئی افراط زر کو انڈ یکسیشن میں بھی سمودیا ہے۔ مابعد اشاریہ بندی میں جہل کا عنصر شامل ہوتا ہے جبکہ منصوبہ بندی کے تحت کی گئی افراط زر میں غرر (دھوکہ) کا عنصر بھی پایا جاتا ہے، جس سے معاہدہ باطل اور کالعدم ہو جاتا ہے۔

۱۷۴۔ اگرچہ قرضہ جات کو قوت خرید کے ساتھ منتھی کرنے کے اصول کو نصوص کی بنا پر جائز نہیں ٹھہرایا جاسکتا، تاہم اشاریہ بندی کو استدلال اور منطقی بنیاد پر پیش کرنے کے لیے بعض دلائل دیئے گئے ہیں۔ ہم ان دلائل کا تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے افراط زر کی موجودگی، جو آج کے عام آدمی کی معاشی زندگی میں مشکلات پیدا کر رہی ہے، اس سے پہلے کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا۔ اس لیے اجتہاد کرنا ضروری ہو گیا ہے، فقہائے ماسبق کی آراء سے چمٹے رہنا مناسب نہیں ہوگا۔ اس دلیل کے جواب میں کہا جاسکتا ہے کہ فقہی قاعدہ یہ ہے کہ اجتہاد صرف ان امور میں ہو سکتا ہے جہاں نص موجود نہ ہو۔ چونکہ اس مسئلہ میں ایک نص ہماری رہنمائی کرتی ہے، اس لیے اجتہاد ناجائز اور غیر ضروری ہے۔

۲۔ رسول اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ نہ کسی کو نقصان پہنچایا جائے، نہ کوئی نقصان برداشت کرے، افراط زر سرمایہ کی قیمت خرید میں نقصان کا نام ہے، جس کی تلافی اشاریہ بندی سے کی جاسکتی ہے۔ اس سوال کا جواب دینے کے لیے ہمیں اشاریہ بندی کے سیاق و سباق میں اسلام کے قانون بریت (Indemnity) کی اطلاق پذیری کا جائزہ لینا ہوگا۔ قانون کہتا ہے کہ نقصان پہنچانے والا شخص اس بات کا ذمہ دار ہے کہ نقصان اٹھانے والے کے خسارہ کی تلافی کرے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ افراط زر کے ذمہ دار عوامل میں سے کس پر یہ ذمہ داری ڈالی جائے کہ وہ نقصان اٹھانے والے کی تلافی کرے اگر تجارتی انجمنیں مصارف زندگی میں تیزی سے افراط زر کی ذمہ دار ہوں تو ایک بنک کو کس طرح حق بجانب قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ مقروض سے قرض کی رقم میں واقع ہونے والی کمی کی تلافی کا مطالبہ کرے؟ کیا یہ مقروض کے لیے دوہری سزا نہیں ہوگی کہ ایک طرف وہ مزدوروں کو زیادہ اجرت دے اور دوسری طرف بنک کو قرضہ کی بھاری لاگت ادا کرے؟ ایک مقروض کو سرمایہ کی قیمت میں کمی کی تلافی پر کیونکر مجبور کیا جاسکتا ہے جو طلب کی زیادتی سے ہونے والے افراط زر کے نتیجہ میں واقع ہوئی ہو؟ بعض ممالک میں اشاری بندی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سرکاری بانڈز تک محدود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ حکومت صرف بانڈز رکھنے والوں کو نقصان کی تلافی کرتی ہے' سوال پیدا ہوتا ہے کہ بانڈز رکھنے والوں کی تلافی کس قیمت پر کی جاتی ہے۔ سرکاری خزانہ میں بڑی حد تک لوگوں کے ٹیکسوں کی رقوم جمع ہوتی ہیں۔ دوسرے لفظوں میں پورے معاشرہ کو بانڈز رکھنے والوں کی تلافی کرنی پڑرہی ہے۔ حالانکہ معاشرہ کا ہر فرد اپنی جگہ نقصان برداشت کررہا ہے۔

۳۔ دلیل دی جاسکتی ہے کہ حکومت لوگوں کی سرپرست (ولی العام) ہونے کی بنا پر لوگوں کے اس نقصان کی تلافی کرسکتی ہے جو ان کے سرمایہ کی قوت خرید میں واقع ہوا ہو' خواہ وہ اس نقصان کی ذمہ دار ہو یا نہ ہو' اس سلسلے میں رہنما اصول یہ ہے کہ نقصان کی تلافی ہونی چاہئے۔ اس کا جواب یہ ہے' بلاشبہ اس قاعدہ کا اطلاق اس وقت کیا جاتا ہے جب آدمی کو یقین ہو کہ ضرر کی تلافی بڑے یا ویسے ہی ضرر سے نہیں کی جائے گی۔ دوسری شرط یہ ہے کہ شدید نقصان سے بچنے کے لئے ہلکا نقصان برداشت کرلیا جائے۔ تیسری شرط یہ ہے کہ عمومی ضرر کی تلافی کے لئے کسی خاص ضرر کو برداشت کرلیا جائے۔ اس کے برعکس اشاریہ بندی مبصرین کے نزدیک ایسا طریق کار ہے جو اپنانے اور بروئے کار لانے میں بڑا ہی پیچیدہ ہے اور اندرونی افراط زر کے لیے ایک مفید حربہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم ایک سادہ طریق کار کی بجائے زیادہ پیچیدہ نظام کو اپنالیں' جس میں افراط زر کی روک تھام کی کوئی امید بھی نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ خسارہ کی مالکاری کے ذریعے بڑھتے ہوئے سرکاری اخراجات میں جو مالیاتی پھیلاؤ سے پیدا ہوتے ہیں' اسے ایک ایسی پالیسی سمجھا جاتا ہے جو افراط زر کا سبب بنتی ہے' خواہ ایسی صورتحال کے ذمہ دار دیگر عوامل اکٹھے نہ بھی ہوں۔ تاہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حکومت سرمایہ کے پھیلاؤ کی آڑ کیوں لیتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حکومت تمام معاشرہ' پورے ملک اور آئندہ نسلوں کی ترقی کے لیے ایسا کرتی ہے۔ سرکاری اخراجات کو باقاعدہ بجٹ تک محدود کرنے اور بھاری اخراجات والے پروگراموں کو نظرانداز کرکے لوگوں کو افراط زر کی پریشانیوں سے بچایا جاسکتا ہے' لیکن کس قیمت پر؟ آج کی دنیا میں اقتصادی اور سیاسی بقا کو خطرے میں ڈال کر ہی ایسا کیا جاسکتا ہے۔ اس کے معنے یہ ہوئے کہ ایک ہلکے نقصان سے بچنے کے لئے معاشرہ کا شدید نقصان قبول کرلیا جائے۔ مزید برآں ترقیاتی پروگراموں اور دفاعی تیاریوں کو موجودہ نسل کی قوت خرید کے حق میں ختم کیا جاسکتا ہے تاہم آزادی کے وجود کو خطرہ میں ڈال کر نیز آئندہ نسلوں کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

خوشحالی میں تخفیف کر کے ہی ایسا ممکن ہے۔ اس طرح خود کو تو ایک خاص نقصان سے بچالیا جائے گا لیکن ملک کو ایک عمومی نقصان کے سپرد کر دیا جائے گا۔

۴۔ اگلی دلیل جو انڈ یکسیشن کے حق میں پیش کی جاتی ہے' یہ ہے کہ افراط زر کے دوران مزدور انجمنیں اپنی اجرتوں میں اضافہ کرانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ اگر شریعت میں ایسی زیادتی قیمتوں میں اضافہ کی بنیاد پر جائز ہے تو انڈ یکسیشن کو کیسے ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے؟ یہ غلط نتیجہ پر مبنی منطق ہے کیونکہ شریعت میں خدمت کے عوض نفع قرض کی بجائے ایک مختلف قاعدہ کے تحت ملتا ہے۔ خدمت پر نفع میں اضافہ دراصل معاوضہ میں اضافہ ہے جبکہ قرض کی رقم پر زیادتی سود کہلاتی ہے۔ اول الذکر جائز ہے آخر الذکر کے حرام ہونے میں کسی کو کوئی شک نہیں۔

۱۷۵۔ ڈاکٹر حسن الزماں نے عرض کیا کہ درج ذیل نکات بھی عقلی بنیادوں پر انڈ یکسیشن کے تصور کی نفی کرتے ہیں' یعنی :

(الف) زر کی قیمت ایک متناسب اصطلاح ہے جس سے زر کی یہ اصلی خصوصیات ظاہر نہیں ہوتیں کہ زر تبادلے کا ذریعہ اور حساب کی اکائی ہے۔ افراط زر کے دوران وہ متناسب خصوصیت ---- تبادلہ کے معنوں میں مستقبل کی قیمت ہے' جس پر اثر پڑتا ہے۔ یہ آخرالذکر خصوصیت' جب سے سرمایہ رائج ہوا ہے' کبھی یکساں نہیں رہی۔ یہ اس وقت بھی ایسی ہی تھی جب سرمایہ کلیتاً" کرنسی میں مروج تھا۔ اب سوال یہ ہے آیا خود سرمایہ کے اندر کوئی خامی پیدا ہو گئی ہے جس نے اس کی قوت خرید کم کر دی ہے؟ یا مال فروخت کرنے والے میں کوئی عیب ہے جو اسی مال کے زیادہ دام طلب کر رہا ہے؟ یقیناً" یہ بعد میں پیدا ہونے والا عامل ہے' جو قیمت میں اضافے کا ذمہ دار ہے کیونکہ مال اور خدمات کی فراہمی سرمایہ کی موجودہ مقدار کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ زر کی اصل خصوصیات اپنی جگہ موجود ہیں۔ یہ امر واقعہ کہ قیمتوں میں اضافے کی شرح عام طور سے ایک جیسی نہیں ہوتی' اس تجویز کا ثبوت ہے کہ خرابی سرمایہ میں نہیں۔ یہ مختلف اشیاء اور خدمات کی طلب اور رسد میں پایا جانے والا فرق ہے جس سے یہ خرابی پیدا ہوتی ہے۔

(ب) انڈ یکسیشن کے پس پشت بنیادی تصور یہ ہے کہ سرمایہ کے مالک/ قرض خواہ کے اس نقصان کی تلافی کا اہتمام کیا جائے جو مستقبل میں اس کے سرمایہ کی قوت خرید کو پہنچنے والا ہے اور یہ مستقبل کا وہ لمحہ نہیں جب قرض واپس کیا جاتا ہے' بلکہ اس وقت سے تو اس کا آغاز ہوتا ہے۔ گویا صرف زر کی قوت خرید کی ضمانت دینا کافی نہیں بلکہ سرمایہ کی آئندہ قوت کو بھی یقینی بنانا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے اور یہ اس عمل کے لیے ایک ناممکن شرط ہے۔ اسکا مطلب یہ ہوا کہ اکیلی انڈ یکسیشن اسکیم کبھی انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکتی۔

(ج) اس ناانصافی کا ایک اور پہلو خود انڈیکس کا انتخاب ہے جو صارف کی اشیاء کی ٹوکری (Basket of Consumer's Goods) اور ان کے وزن کو ظاہر کرتا ہے' جنہیں قیمت کے اشاریہ میں شامل کرلیا گیا ہو۔ یہ اشاریہ "اوسط آدمی" کی صرفی عادت کی نمائندگی کرتا ہے' اصل اشخاص کی بھاری اکثریت کی نمائندگی نہیں کرتا۔ اس لئے یہ بہتوں کے لئے نامنصفانہ اور دوسروں کے لیے ناجائز رعایت ہے۔ مزید بر آں یہ اوسط پیمانہ (Basket) یا تو سارے ملک۔ ریجن میں ہونے والے خرچ کی نمائندگی کرے گی یا ہر علاقہ کے لیے ایک نیا پیمانہ بنانا پڑے گا جو زندگی' قیمتوں کے ڈھانچہ' تبادلات' روایات' عادات اور ایسے عوامل کے مختلف طریقوں کی نمائندگی کرے۔۔ یعنی کلاس وار درجہ کا دوسرا امتیاز قائم کرنا ہو گا۔

(د) اس امکانی ناانصافی سے قطع نظر اشاریہ میں زمانی ناانصافی بھی شامل ہے۔ یہ اشاریہ کسی خاص تاریخ کو قیمتوں کی بنیاد پر یا کسی خاص مدت کے دوران اوسط قیمت کی بنیاد پر سال بھر میں ایک بار' دو بار' تین بار یا چار مرتبہ بنایا جاسکتا ہے۔ اس کے برعکس بچت' ادھار اور ان کی ادائیگی روزمرہ کا کام ہے' اس لیے اوسط قیمت صحیح معنوں میں درست اور مبنی بر حقیقت نہیں ہو گی۔

(ہ) انڈ یکسیشن کی ناانصافی کا ایک اور پہلو اس کی طویل رسائی میں مضمر ہے۔ یہ بات تسلیم کی جاسکتی ہے کہ قوت خرید میں نقصان کی تلافی ہونی چاہئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کس لیے؟ یہ انفرادی بچت کنندگان ہیں' اجتماعی نہیں' جن کی قوت خرید میں کمی دور کرنے کی ضرورت ہے۔ اس صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے' کیا انفرادی بچت کرنے والوں کی قوت خرید میں نقصان صارف کی ٹوکری کے مطابق ہوتا ہے جو انڈیکس کا درجہ رکھتی ہے؟ غور کرنے سے پتہ چلے گا کہ کوئی بھی شخص اشاریہ ٹوکری کی خرید کے لیے بچت نہیں کرتا اور کسی کی بچت کو کسی قسم کی ٹوکری سے وابستہ کرنا غیر حقیقت پسندانہ اور نامنصفانہ ہو گا۔ اگر قوت خرید میں کمی کو واقعی دور کرنا ہے تو اس کی تلافی اس نقصان کے مطابق ہونی چاہئے جو ایک بچت کنندہ کو پہنچا ہو اور ایسا کرنا ممکن نہیں۔ قوت خرید میں نقصان کی تلافی کرنا معاشی لحاظ سے بہت معمولی بات ہے۔ اس سے وسیع پیمانے پر نمٹنا ہمیشہ خلاف انصاف ہو گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(و) ان تمام ناانصافیوں کے علاوہ اصل بات یہ ہے کہ زر کی قیمت خرید میں کمی ادھار دینے کے عمل سے نہیں ہوتی۔ بلکہ بچت کا عمل اس کی قدر گھٹانے کا ذمہ دار ہے۔ خواہ بچت کی وہ رقم قرض کے طور پر دی جائے یا نہیں۔ ایسی صورت میں مقروض سے ایسے نقصان کی تلافی کرانا خلاف انصاف ہے۔

(ز) قیمتوں میں استحکام محض تخیلاتی بات ہے۔ یہ استحکام کسی غیرمہذب اور غیر متحرک معاشرہ میں تو ایک طویل عرصہ کے لیے حاصل کیا اور باقی رکھا جاسکتا ہے لیکن کسی متحرک معاشرہ میں شاذ ہی حاصل ہوسکتا ہے۔ تیزی سے بدلتی ہوئی عادات' پیداوار کے طریقے' کھپت کے نت نئے نمونے' معیار زندگی' ایجادات اور دفاعی ٹیکنالوجی کی موجودگی میں مستحکم قیمتوں کا قائم رکھنا ایک ناقابل حصول تصور ہے۔

(ح) ایسا لگتا ہے کہ انڈیکیشن کے حق میں دلائل پر مبنی ساری بحث مستقبل میں ایک مستقل درد سر بن جائے گی۔ عقل و فراست کا تقاضا بھی یہی ہے کہ انڈیکیشن کی قسمت کے متعلق معکوس صورتحال فرض کرلی جائے۔ اگر انڈیکیشن کا اطلاق تفریط زر کی بھاری شرح کے دوران یا اس کے معکوس چکر کے دوران کیا گیا تو اس کے نفسیاتی ردعمل سے جو تباہی رونما ہوگی' اسے بہ آسانی محسوس کیا جاسکتا ہے۔

(ط) بعض ماہرین معاشیات کہتے ہیں کہ انڈیکسیشن سرمایہ کی دو کوتاہیوں کا علاج ہے' یعنی قدر کا ذخیرہ اور موخر ادائیگی کا معیار جو افراط زر کی بدولت ظاہر ہوتا ہے لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ اس علاج سے سرمایہ اپنی ایک اور خصوصیت کھوبیٹھتا ہے' وہ یہ کہ گم شدہ خصوصیات کو بحال کیے بغیر قدر کی پیائش سے محروم ہوجاتا ہے۔

(ی) ایک دلیل اور بھی ہے جو انڈیکیشن کے بارے میں کی جانے والی لعنت ملامت کو مسترد کرتی ہے۔ اس انداز فکر کے مطابق افراط زر کے خلاف احتجاج بڑی حد تک ایک نفسیاتی ردعمل ہے کیونکہ لوگوں کی بچت میں اضافہ کی شرح ہمیشہ بڑھتی ہوئی اشیائے صرف پر اخراجات کے ہم عصر اضافہ کی شرح کے باعث آمدنی میں اضافہ کی شرح کے مطابق نہیں ہوتی۔ یہ رائے بہرحال قیمتوں میں استحکام کو بحال کرنے کی ضرورت پر حد سے زیادہ زور کو مسترد کرتی ہے جوکہ شریعت میں بجائے خود کوئی مقصد نہیں بلکہ اس سے کوئی دوسرا مقصد حاصل کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ اس رائے میں شلز (Sohultze) نے طلب کی تبدیلی سے متعلق نظریہ پر انحصار کرتے ہوئے یہ نتیجہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اخذ کیا جاتا ہے کہ ترقی پذیر ممالک میں قیمتوں میں استحکام ایک دور کی بات اور لایعنی چیز ہے۔

(ک) چونکہ اکثر غیر سودی قرضے غیر پیداواری ہوتے ہیں' اس لیے مقروضوں کے نقطہ نظر سے معاوضہ ناروا ہو گا۔

(ل) اگر افراط زر کی شرح منافع کی شرح سے زیادہ ہو تو یہ قرض کے کھاتوں کو قبول کرنے اور نصفت کی بنیاد پر فنڈز مہیا کرنے میں بنکوں کی حوصلہ شکنی کرے گا۔

(م) بنکوں کی طرف سے انڈ یکیشن کے تحت اسلامی معاشرہ میں رضاکارانہ طور پر نجی قرضے دینے کے عمل پر برے اثرات مرتب ہوں گے۔ اگر افراد کو بھی یہ اسکیم اپنانے کی ترغیب دی گئی تو اس سے سود کے فروغ کی راہ ہموار ہو گی۔

(ن) یہ دعویٰ بھی کیا جاتا ہے کہ انڈ یکیشن سے اسی سرمایہ سے اس کے جمع کرنے کی جگہ (Repository) کے مطابق مختلف اقدار منسوب کرنے سے کرنسی کا پورا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ اس طرح ایک ہی رقم کی' قرض کی شکل میں' بنک میں رکھی ہوئی ہونے کی صورت میں اور کاروبار میں لگے ہوئے ہونے کی صورت میں تین مختلف قیمتیں ہوں گی۔ افراط زر کے دوران قرض دی ہوئی رقم کی مالیت مسلسل گھٹے گی' گھٹتی جائے گی۔ کاروبار میں رقم کی قیمت کا انحصار اس کی پیداواری صلاحیت پر ہو گا اور بنک میں رکھی ہوئی رقم کی مالیت جوں کی توں رہے گی۔ یہ سرمایہ کی اس بنیادی خصوصیت کو چھین لے گی جو اسے حساب کتاب کی اکائی بناتی ہے۔

(س) انڈ یکیشن میں انڈیکس باسکٹ جیساکہ آج کل وہ کہلاتی اور استعمال میں لائی جاتی ہے' مستقبل میں قرضوں کے تصفیہ حسابات کے معیار کا تعین کرتی ہے۔ اسلامی قانون میں یہ حیثیت مال کو حاصل ہے جو ادھار دیا اور لیا جاسکتا ہے اور وہی موخر ادائیگی کا معیار ہوتا ہے۔ یہ اس مال کی مقدار ہوتی ہے جس کی واپسی کا معاہدہ کیا جاتا ہے۔ مال ایک قیمت رکھتا ہے اور اس کی ایک طلب ہوتی ہے۔ اشیائے صرف کی ٹوکری حساب کتاب کا تصور ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں کیونکہ اس کی کوئی حاجت نہیں ہوتی' نہ اسے طلب کیا جاتا ہے' نہ ہی فراہم۔ اس لیے یہ معاملہ مشکوک ہے۔ مستقبل کی ادائیگیوں میں اس قیمت کو باسکٹ کا معیار مقرر کرنا اسلامی قانون میں قابل قبول ہو گا یا نہیں۔

۱۷۶۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر افراط زر کو کسی معقول حد سے آگے بڑھنے کی اجازت دی گئی تو اس سے پبلک افادیتوں میں سرمایہ کاری بند ہو جائے گی' ذخیرہ اندوزی اور سٹہ بازی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حوصلہ افزائی جبکہ معاشرتی لحاظ سے پسندیدہ ذرائع میں سود کی حوصلہ شکنی ہوگی۔ یہ چیز گھریلو سرمایہ کی پرواز پر منتج ہو سکتی ہے اور معیشت میں اصل مجموعی آمدنی میں کمی کا موجب بن سکتی ہے۔ یہ معاشرہ کے مختلف گروہوں میں اصل آمدنی کی تقسیم پر برا اثر ڈال سکتی ہے اور زیادہ تر مقررہ آمدن والے گروہوں کے لیے نقصان دہ ہوگی۔ یہ تمام عوامل ایسی صورتحال کو جنم دیتے ہیں جو اسلام میں پسندیدہ نہیں۔ ان خرابیوں کی اصلاح کا کوئی طریقہ ہونا چاہئے۔ انڈیکسیشن کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ ایک ایسی ہی ترکیب ہے۔ تاہم اس خرابی کا علاج' جیساکہ اوپر بحث کی گئی' اسی طرح کی یا اس سے بڑی خرابی سے نہیں کرنا چاہئے۔ مسلمان ماہرین معاشیات کو افراط زر سے نمٹنے کے لیے شرعی قوانین کے دائرہ میں رہتے ہوئے طریقے تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مثال کے طور پر اگر چلی جیسا چھوٹا ملک افراط زر کا مقابلہ کرنے کے لیے غیر مالیاتی فارمولا وضع کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے ماہرین اقتصادیات ایک ایسے عمل پر اصرار کریں جس سے نہ صرف شرعی اصولوں کی خلاف ورزی ہوتی ہے بلکہ وہ افراط زر کی خرابیوں کا علاج کرنے میں بھی ناکام ہو گیا ہے۔" ڈاکٹر زمان نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا۔

۱۷۷۔ دراصل اشاریہ بندی کی حمایت میں جو دلائل دیئے گئے ہیں' وہ زیادہ تر اقتصادی اصولوں پر مبنی ہیں اور شریعت سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

قرض کے بارے میں بنیادی اصول

۱۷۸۔ قرض کے بارے میں سنت نبویؐ میں یہ واضح اور نمایاں اصول طے کردیا گیا ہے کہ :

كل قرض جر منفعته فهو وجه من وجوه الربا

"ہر قرض جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے' ربا کے مختلف درجوں میں سے ایک ہے۔"

(بیہقی۔ سنن الکبریٰ۔ جلد نمبر۵' ص ۳۵۰)

۱۷۹۔ متعدد احادیث ایسی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرض کے ذریعے کوئی منفعت حاصل کرنا جائز نہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے' رسول اکرمؐ نے فرمایا :

"جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے اور مقروض اسے ضیافت کی پیشکش کرے تو قرض خواہ کو دعوت قبول نہیں کرنی چاہئے' اگر مقروض اپنے جانور پر سواری کی پیشکش کرے تو سواری نہیں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنی چاہئے تاوقتیکہ وہ پہلے سے آپس میں اس قسم کے سلوک کے عادی نہ ہوں۔" (بیہقی۔ سنن الکبریٰ۔ جلد نمبر ۵، ص ۳۵۰)

۱۸۰۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ مسلم فقہاء (اور ماہرین قانون) کے درمیان قرض کے ایسے تمام معاملات کی حرمت کے بارے میں مکمل اتفاق رائے پایا جاتا ہے، جہاں کوئی شخص دوسرے کو ایک مقررہ مدت کے لیے قرض دیتا ہے لیکن مقروض وہ رقم مقررہ تاریخ سے پہلے ادا کردیتا ہے (یا ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے) اور قرض خواہ قرض کی مدت گھٹادیتا ہے یا جب قرض خواہ، مقررہ مدت گزر جانے کے بعد واپسی کی میعاد میں توسیع کردیتا ہے اور مقروض قرض کی رقم میں ایک مقررہ اضافی رقم کا (وعدہ) کرتا ہے۔ امام مالک کے نزدیک یہ خالصتاً" سود ہے اور اس بارے میں کوئی شک نہیں۔ (موطا امام مالک۔ جلد دوم، ص ۶۷۲)

۱۸۱۔ فقہاء اس رائے کے حامل رہے ہیں کہ اگر قرض کی واپسی کے وقت کرنسی کی قیمت گرجائے تو مقروض کو سکوں کی اتنی ہی تعداد واپس کرنی پڑے گی جتنی لی تھی۔ وہ کوئی زائد چیز ادا کرنے کا پابند نہیں ہوگا۔

امام مالک فرماتے ہیں :

کل شئی اعطیتہ الی رجل فرد الیک مثلہ وزیادۃ فھو ربا۔

"جو چیز تم کسی شخص کو اس شرط پر دیتے ہو کہ وہ مقررہ مدت کے بعد تمہیں لوٹادی جائے گی اور مقروض وہ چیز معہ اضافہ کے تمہیں لوٹادیتا ہے تو یہ ربا ہے۔" (المدونۃ الکبریٰ، جلد نمبر ۴، ص ۲۵)

ابن عابدین لکھتے ہیں :

ولو استقرض فلوسا" فکسدت علیہ مثلھا

"اگر کسی شخص نے کچھ سکے قرض لئے، جن کی قیمت ادائیگی کے وقت گر گئی، تو وہ اتنے ہی سکے ادا کرے گا جتنے کہ لیے تھے۔" (ابن عابدین، تنبیہہ الرقود۔ جلد دوم، ص ۶۲)

وہ مزید لکھتے ہیں :

واجمعوا ان الفلوس اذالم تکسد ولکن غلت قیمتھا او رخصت فعلیہ مثل ماقبض من العدد۔

"فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ (قرض کی صورت میں) اگر سکوں کی قیمت، ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

متروک ہوئے بغیر' گھٹ یا بڑھ جائے تو مقروض کو وہی تعداد لوٹانی ہوگی جو اس نے قرض لی تھی۔" (ایضاً")

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت

حضرت عبادہ بن صامتؓ روایت کرتے ہیں' رسول اکرمؐ نے فرمایا :

الذہب بالذہب والفضتہ باالفضتہ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر باالتمر والملح بالملح مثلا بمثل سواء باسواء یدابید فاذا اختلفت ھذہ الاضناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یدابید۔

ترجمہ : "سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے اور گندم کا گندم سے اور جو کا جو سے اور کھجور کا کھجور سے اور نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہئے کہ جیسے کا تیسا' برابر برابر اور دست بدست ہو۔ البتہ اگر مختلف اصناف کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو بیچو' بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو جائے۔"

(صحیح مسلم' باب الصرف وبیع ذہبی بالورق نقدان۔ مطبوعہ بیروت)

۱۸۲۔ سونا اور چاندی (کرنسی) ان چھ اشیاء میں شمار ہوتے ہیں جن کی بابت حکم دیا گیا ہے کہ ان اشیاء کا لین دین' برابر برابر..... اور دست بدست ہونا چاہئے **مثلہ** "اگر کوئی شخص بنک سے ۱۰۰ روپے قرض لیتا ہے جو اسے ایک سال کے بعد واپس کرنے ہیں اور وہ رقم انڈیکیشن کے بعد ۱۲۰ روپے ہو جاتی ہے تو وہ ربا کے ضمن میں شمار ہوگی' جیساکہ مذکورہ بالا حدیث میں کہا گیا ہے اور یہ معاملہ ربا النسیتہ ربا الفضل کے دائرہ میں آئے گا۔

۱۸۳۔ دراصل شریعت میں کرنسی کے لین دین کو' جہاں تک قرض لینے اور دینے کا تعلق ہے' اشیاء کے لین دین سے مختلف نہیں سمجھا جاتا' اس لیے سرمایہ کی قیمت میں تبدیلی پر کوئی رعایت نہیں دی جائے گی۔ (Money And Banking in Islam, by Dr. Zia-ud-din Ahmed, P-184, Published at Islamabad)

۱۸۴۔ مذکورہ بالا حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے عمر چھاپرہ (اقتصادی مشیر برائے حکومت سعودی عرب) لکھتے ہیں :

"اس اعتراض کی عقلی توجیہ یہ ہے کہ اگر سونا (یا کوئی دوسرا مال) قدر نما (Denominater)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو تو قرض خواہ کی اسی قدر نما میں واپسی کا مطالبہ کرے گا' اس سے غرض نہیں کہ اس کی قیمت بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے۔ قرض خواہ کو یہ حق نہیں دیا جاسکتا کہ وہ سرمایہ یا کسی خاص مال کو اپنی مرضی سے قدر نما بنالے' اگر وہ رباالفضل میں ملوث نہ ہونا چاہتا ہو۔"

(Towards A Just Monetary System,P-41)

۱۸۵۔ مسٹر عمر چھاپڑہ کے دلائل کی تائید کرتے ہوئے ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے لکھا ہے "چھاپڑہ کا یہ استدلال بجا ہے کہ اشاریہ بندی افراط زر کا کوئی علاج نہیں ہے' یہ اس کی رفتار کو اور تیز بھی کرسکتی ہے۔ علاوہ ازیں اگرچہ یہ علاج قرض خواہ کے ساتھ ربا سے خالی انصاف کرنے کا معصوم جذبہ سے تجویز کیا جاتا ہے جبکہ یہ مقروض کے ساتھ سنگین ناانصافی کرنے کی قوت رکھتا ہے' جیساکہ منظر کہف نے کہا ہے :

"سرمایہ کی قیمت میں کمی کے لیے ایک فریق کو معاوضہ دینے کی کوشش ناجائز اور غیر منصفانہ ہے اور اگر انصاف کی خاطر ہر شخص کی تلافی کی گئی تو یہ سلسلہ حد سے بڑھ جائے گا۔"

Manzer Kahf, in his Discussion on Chapra's Paper, Proceedings of Makka's Seminar 1987)

ان کے خیال میں انڈ یکیشن اسلام کی حرمت رباالفضل کی بھی خلاف ورزی کرتی ہے۔ عمر زبیر نے بھی اشاریہ بندی کو اسلامی اصولوں کے خلاف اور شریعت میں کسی بنیاد کے بغیر قرار دیا ہے۔

۱۸۶۔ ہم جلد ہی' کسی قدر تفصیلی کے ساتھ' جدہ میں "انڈ یکیشن اور اسلامی معیشت پر اس کا طلاق" کے زیر عنوان مسئلہ پر منعقد ہونے والے سیمینار پر اظہار خیال کریں گے۔ (دیکھئے آگے پیرا نمبر ۲۲۷)

۱۸۷۔ جہاں تک اموال میں قرض کے معاملات کا تعلق ہے۔ عبدالرحمان الجزیری لکھتے ہیں کہ :

"قرض کے متعلق من جملہ مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ اس میں لین دین برابر ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر پیمانے والی کوئی شے قرض دی گئی مثلاً" گندم تو یہ لازم ہوگا کہ جو شے لی ہے وہ اسی قدر واپس کی جائے' قطع نظر اس کے کہ وہ سستی ہو یا مہنگی۔ یہی حکم ان اشیاء کا ہے جن کا سودا گنتی سے یا وزن سے کیا جاتا ہے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(اردو ترجمہ کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ جلد دوم' ص ۸۸۰ تالیف عبدالرحمان الجزیری' شائع کردہ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور)

۱۸۸۔ علامہ کاسانی اس نکتہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اگر کسی نے اس شرط پر قرض لیا ہو کہ وہ قرض پر کچھ نفع ادا کرے گا یا کسی نے کم قیمت والے سکے اس شرط پر دھار لئے کہ وہ پوری قیمت والے سکے واپس کرے گا تو اس لین دین کو قانوناً" درست نہیں مانا جائے گا۔ اس سلسلے میں اصول یہ ہے کہ لین دین میں کوئی منافع طے کرتا رہا ہے کیونکہ وہ منافع کسی چیز کا بدل نہیں ہوتا۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ خود کو ربا اور ربا کے شک سے بچائے۔"

(الکاسانی۔ بدائع الصنائع۔ جلد پنجم' ص ۳۹۵)

۱۸۹۔ زیلعی نے بھی اس موضوع پر بحث کی ہے اور اس نکتہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے اگر کوئی شخص کچھ سکے یا کرنسی بطور قرض لے اور واپسی کے وقت ان سکوں کی قیمت کم ہوجائے تو امام ابو حنیفہؒ کے بقول اسے اسی قدر سکے واپس کرنے ہوں گے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اسے اس قدر مالیت ادا کرنی ہوگی جو کہ قرض لیتے وقت ہو۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ سکوں کی قیمت اپنی جگہ قائم نہیں رہی لہٰذا مقروض پر اسی قدر قیمت واپس کرنا لازم ہے۔ امام محمدؒ کی رائے یہ ہے کہ وہ سکے اس قدر مالیت کے ہونے چاہئیں جتنی کہ قیمت کم ہونے کے موقع پر ان کی مالیت ہو۔" (تبیین الحقائق۔ جلد سوم' ص ۱۴۳)

۱۹۰۔ شمس الائمہ امام شمس الدین السرخسی فرماتے ہیں کہ "الواجب فی ذمتہ مثل ما قبض من الفلوس۔" (المبسوط۔ جلد نمبر ۱۳' ص ۳۰)

یعنی "مقروض پر اسی قدر سکے واپس کرنا لازم ہے۔" وہ مزید لکھتے ہیں "قرض کے لین دین میں اسی قدر رقم کسی کمی بیشی کے بغیر ادا کرنی چاہئے۔" (المبسوط جلد ۱۳' ص ۳۱)

۱۹۱۔ امام ابن قدامہ المقدسی نے اس موضوع پر کھل کر بحث کی ہے اور لکھا ہے۔

"مقروض کو اسی قدر رقم واپس کرنی چاہئے جتنی کہ قرض لی ہو خواہ اس کی قیمت گھٹ جائے یا بڑھ جائے۔" (المغنی۔ جلد ۴' ص ۳۶۰ مکتبہ الریاض الحدیثہ)

۱۹۲۔ فقہاء کے مابین اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ اصل زر پر طے شدہ کوئی اضافہ ربا (سود) میں داخل ہے اور شرعاً" حرام ہے۔ فقہاء نے اس اصول کا اطلاق درہم' دینار کی صورت میں لئے گئے قرض پر بھی کیا ہے اس سلسلے میں ابن قدامہ لکھتے ہیں "اگر درہم گن کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرض لئے جائیں تو وہ گن کر واپس کئے جائیں گے تول کر نہیں اسی طرح اگر وہ تول کر قرض لئے جائیں تو تول کر ادا کئے جائیں گے گن کر نہیں۔" (المغنی۔ جلد ۴' ص ۵۶۔۵۷ مطبوعہ بیروت)

۱۹۳۔ فقہاء مزید کہتے ہیں کہ قرض لینے اور دینے کے سلسلہ میں کرنسی کے معاملات سے اموال کے معاملات کی طرح نمٹا جاتا ہے۔ یعنی اتنی ہی مقدار واپس کرنی چاہئے جتنی ادھار لی گئی ہو خواہ واپسی کے وقت کرنسی کی قیمت بدل گئی ہو۔ معروف حنفی فقیہہ علامہ ابن عابدین کہتے ہیں "فقہاء میں اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ سکوں کی شکل میں قرض لینے کی صورت میں جو کہ متروک ہو گئے ہوں' چاہے ان کی قیمت بڑھ جائے یا گھٹ جائے' مقروض کی اسی مقدار (تعداد) میں سکے واپس کرنے ہوں گے جتنے کہ لئے ہوں۔" (رسائل ابن عابدین جلد ۲ ص ۶۲ مطبوعہ لاہور)

۱۹۴۔ فقہاء نے بقایا اجرت یا معاوضہ کی ادائیگی کے معاملہ میں بھی ایسی ہی رائے کا اظہار کیا ہے فتاوی عالمگیری میں کہا گیا ہے کہ مزدور کو معاہدہ کے مطابق طے کردہ معاوضہ ادا کیا جائے گا چاہے واجب الادا رقم کی مالیت اس کی ادائیگی سے پہلے تبدیل ہو جائے۔

۱۹۵۔ فقہاء اس معاملہ میں اتنے سخت ہیں کہ وہ اس اصول میں خاوند کی طرف سے بیوی کو مہر کی ادائیگی کی صورت میں بھی لچک پیدا کرنے کو تیار نہیں۔ مہر کی جو رقم مقرر کی گئی ہو وہ زوجہ کو ادا کی جائے گی اور تاریخ ادائیگی پر اس کی مالیت میں کمی بیشی کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جائے گا۔

"فلو لم تکسد و لم تنقطع و لکن رخصت او غلت لا یعتبر۔"

(فتاوی عالمگیری۔ جلد دوم' ص ۲۰۵)

۱۹۶۔ فقہاء نے اس اصول کا مزید اطلاق غصب پر بھی کیا ہے۔ رقم کی وہی مالیت اور نوعیت جیسی کہ غصب کی گئی ہو' مالک کو لوٹائی جائے گی' ادائیگی کے وقت اس کی قیمت کو مد نظر نہیں رکھا جائے گا۔ اگر مال یا نقدی کی قیمت میں کمی کے باعث کوئی نقصان واقع گیا ہو تو غاصب سے اس کی تلافی کرنے کو نہیں کہا جائے گا۔ (المغنی ابن قدامہ۔ جلد پنجم' ص ۸۹۔۲۸۸ مکتبہ ریاض الحدیثہ)

۱۹۷۔ مزید برآں قرض خواہ کا رقم کی مالیت میں مابعد واقع ہونے والی کسی قسم کی تلافی پر اصرار کرنا غیر منصفانہ اور استحصالی اقدام لگتا ہے جبکہ وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہوتا کہ قیمت میں اضافہ کی صورت میں کم رقم قبول کرلے۔ اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرض خواہ کو افراط

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

زر کے خلاف تحفظ کیوں فراہم کیا جائے جبکہ مقروض کو تفریط زر کی شکل میں اسی طرح کا تحفظ نہیں دیا جاتا؟

۱۹۸۔ اشاریہ بندی افراط زر کی وجہ سے کی جاتی ہے اور افراط زر کا موجب یا تو حکومت ہوتی ہے یا خود معاشرہ یا صارف یا فطری دباؤ اور جبریا محنت کشوں کی انجمنیں یا تاجر برادری یا پھر بین الاقوامی عوامل اس کا موجب بنتے ہیں۔ بہت سارے معاملات میں یہ سب عوامل اجتماعی طور پر ذمہ دار ہوتے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ مزدور یونینز قیمتوں میں تیزی سے گرانی کی بناء پر افراط زر کی ذمہ دار ہوں بینک، کسی مقروض سے اپنے قرض کی رقم میں ہونے والی کمی کی تلافی کا مطالبہ کرنے میں کیسے حق بجانب ہو سکتا ہے؟ کیا یہ مقروض کے لئے دوہری سزا نہیں ہوگی کہ ایک طرف وہ محنت کشوں کو بھاری اجرت دے اور دوسری طرف بینک کو قرضہ کی بھارتی قیمت ادا کرے؟ اسی طرح قرض دار کو سرمایہ میں اس کمی کی تلافی کا ذمہ دار کیوں ٹھہرایا جائے جو طلب کی زیادتی کے باعث پیدا ہونے والے افراط زر کے نتیجہ میں واقع ہوئی ہو؟

۱۹۹۔ اسلامی قانون کے مطابق جو شخص کسی کو نقصان پہنچانے کا ذمہ دار ہو اسی کو متاثرہ شخص کے نقصان کی تلافی کرنی چاہئے۔ کسی دوسرے کو اس کے لئے جواب دہ نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے :

"ولا تکسب کل نفس الا علیھا ولا تذ ر وازرۃ وزر اخری۔"

(الانعام---۱۶۴)

اشاریہ بندی کونسل کی نظر میں

۲۰۰۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۰ء میں "معیشت سے سود کے استیصال" پر اپنی رپورٹ میں اشاریہ بندی کے مسئلہ پر بھی غور کیا تھا۔ رپورٹ کے صفحہ ۱۲ پر کونسل کی درج ذیل رائے ملتی ہے۔ "جہاں تک کوئی چیز ادھار دینے اور لینے کا تعلق ہے شریعت کے مطابق نقدی کی صورت میں لین دین اور جنس کی صورت میں لین دین کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا جاتا۔ شریعت کا بنیادی اصول یہ ہے کہ کسی شے کی جو مقدار ادھار لی گئی ہے وہی مقدار واپس کی جائے گی خواہ اس عرصے میں اس کی قیمت میں کتنا ہی تغیر واقع ہو چکا ہو۔ مثلاً اگر ایک من گندم ادھار لی گئی تو قرض دار کو گندم کی اتنی ہی مقدار واپس کرنی ہوگی خواہ اس کی قیمت تیس روپے سے بڑھ کر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

پچاس روپے من ہو گئی ہو یا گھٹ کر صرف پندرہ روپے رہ گئی ہو' اسی طرح اگر نقدی کی کوئی خاص مقدار قرض لی گئی ہو مثلاً ایک ہزار روپیہ تو قرض دار کو ایک ہزار روپیہ ہی واپس کرنا ہو گا خواہ اس عرصے میں دوسری اجناس اور خدمات کی نسبت سے روپے کی قیمت میں کتنی ہی تبدیلی آچکی ہو۔"

مولانا محمد تقی عثمانی کی رائے

۲۰۱۔ مولانا محمد تقی عثمانی نے اپنے مقالہ میں جو انہوں نے جدہ میں اسلامی ترقیاتی بینک کے زیر اہتمام منعقدہ سیمینار میں پڑھا تھا اور جس کا اردو ترجمہ ان کے ماہوار جریدہ "البلاغ" کی مارچ اور اپریل ۸۹ء کی اشاعتوں میں "کرنسی کی قوت خرید اور ادائیگیوں پر اس کے شرعی اثرات" کے زیر عنوان شائع ہوا تھا۔ متعدد احادیث کا حوالہ دینے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا :

"مندرجہ بالا تمام احادیث اس بات کو واضح طور پر بیان کر رہی ہیں کہ شریعت میں جو مماثلث اور برابری معتبر ہے' وہ مقدار میں برابری ہے۔ اموال ربویہ میں قیمت کے تفاوت کا بالکل اعتبار نہیں یہ احکام اس صورت میں ہیں جب بیع نقد ہو رہی ہو اور اگر معاملہ قرض کا ہو جس میں اصل پر سود جاری ہوتا ہے اور جس پر ہر قسم کی زیادتی کے شبہ سے بھی بچنا ضروری ہے تو پھر اس میں قیمت کا تفاوت کا لحاظ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

۲۰۲۔ اپنے مقالہ کے آخر میں فاضل مصنف نے کہا ہے :

"بہرحال مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ اشاریہ (Indexation) اپنے تمام مراحل میں اندازہ اور تخمین پر مبنی ہے اور اگر کسی جگہ پر حساب باریک بینی اور پوری احتیاط سے بھی کیا جائے تو بھی اس کے نتیجہ کو زیادہ سے زیادہ قریبی کہہ سکتے ہیں' یقینی اور واقعی پھر بھی نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ اوپر احادیث کی روشنی میں یہ واضح کیا جاچکا ہے کہ قرضوں کی واپسی میں اٹکل اور اندازہ کی شرط لگانا شرعاً" جائز نہیں لہٰذا قرضوں کی ادائیگی کو قیمتوں کے اشاریہ سے وابستہ کردینا کسی صورت میں جائز نہیں۔"

علامہ غلام رسول سعیدی کا موقف

۲۰۳۔ یہاں ہم علامہ غلام رسول سعیدی کی رائے کا حوالہ بھی دیں گے علامہ موصوف مقالات سعیدی (مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء۔ ص ۷۱۔۷۴) میں رقم طراز ہیں :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"ایک سوال یہ ہے کہ افراط زر کی وجہ سے گرانی ہوتی ہے۔ یہ افراط زر بعض اوقات قومی مفاد کے حق میں پالیسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔ بعض اوقات بیرونی اثرات کی وجہ سے اور بعض اوقات غلط پالیسی کی وجہ سے۔ افراط زر سے لوگوں کی قوت خرید گھٹ جاتی ہے۔ مندرجہ بالا صورتوں میں سے کیا کسی صورت میں حکومت کا شرعی فرض ہے کہ وہ قوت خرید میں کمی واقع ہونے پر نقصان کی تلافی کرے۔ دوسرے الفاظ میں ان کے سکہ کے قدر کی ضامن ہو' یاد رہے کہ کبھی کبھی مندرجہ بالا عوامل کی بناء پر تفریط زر کی کیفیت بھی پیدا ہو سکتی ہے جس کا نتیجہ بالکل الٹ نکلتا ہے۔ قوت خرید میں کمی بیشی کے تعین کے لئے مختلف اشیاء کی قیمتوں کا نمائندہ اشاریہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کیا اس اشاریہ کو مستقبل کی ادائیگیوں کے معاہدے کی بنیاد بنایا جاسکتا ہے؟ گویا اس طرح مستقبل کی ادائیگیوں کے لئے سکہ کی **ثمنیت بعینہ** نہیں رہے گی بلکہ اضافی ہو جائے گی۔ جس کا انحصار سال بہ سال بدلتی ہوئی مجموعی قیمتوں کی اوسط پر ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ زید نے آج سو روپے دیئے جس سے چار من غلہ کی قیمت ایک سو بیس روپے ہو تو اس کو بجائے سو روپے کے ایک سو بیس روپے دیئے جائیں لیکن اگر یہ قیمت اسی (۸۰) روپے رہ جائے تو اسی (۸۰) روپے دیئے جائیں۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ملکی پالیسی اور بیرونی اثرات کی وجہ سے سکہ کی قیمت (Market Value) پر جو اثر پڑتا ہے' اس کی تلافی حکومت کی ذمہ داری نہیں ورنہ اس کے رد عمل میں سینکڑوں الجھنیں لاحق ہو سکتی ہیں اور ملک میں اقتصادی بحران پیدا ہو سکتا ہے۔ اشاریہ کے طریق کار کی جو مثال دی گئی ہے وہ شرعاً" صحیح نہیں ہے مثلاً زید نے تین سال کے لئے عمر کو ایک سو روپیہ قرض دیا اور اس سے چار من غلہ آتا ہو لیکن تین سال بعد افراط زر کی وجہ سے چار من غلہ کی قیمت ۱۲۰ روپیہ ہو جائے اور وہ عمر سے سو کی بجائے ایک سو بیس روپے وصول کرے تو یہ صریحاً" ربا النسیئہ ہے جو حرام قطعی ہے اور اگر تفریط زر (جو کہ محال عادی ہے) کی وجہ سے چار من غلہ اسی روپے کا رہ جائے تو قرض خواہ کو اس کی مرضی کے خلاف بیس روپیہ کم لینے پر شرعاً" مجبور نہیں کیا جاسکتا۔"

اشاریہ بندی کے خلاف فقہ اکیڈمی کی قرارداد

۲۰۴۔ یہاں یہ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فقہ اسلامی اکیڈمی (مجمع الفقہ الاسلامی) بھی جس کی بنیاد اسلامی ممالک کی تنظیم کے زیر اہتمام ۱۹۸۳ء میں رکھی گئی اور جس کے کویت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں منعقد ہونے والے ۱۹۸۸ء کے سیشن میں پچاس سے زائد مسلم ممالک نے شرکت کی تھی' اشاریہ بندی کو مسترد کرچکی ہے۔ اس سلسلے میں اکیڈمی نے جو قرارداد منظور کی تھی' وہ یہاں نقل کی جاتی ہے۔

قرارداد ۴/۵(۸۸/۰۹)
کرنسیوں کی قیمتوں میں تغیر کی بابت

اسلامی فقہ اکیڈمی (جدہ) نے اپنے پانچویں سیشن منعقدہ کویت ۱۰ تا ۱۵ دسمبر ۱۹۸۸ء میں ان مقالات پر توجہ کرکے جو ممبران اور ماہرین نے کرنسیوں کی قیمت میں اتار چڑھاؤ کی بابت پیش کئے' نیز اس مسئلہ پر ہونے والے بحث و مباحثہ کو سننے اور اکیڈمی کی کونسل کی طرف سے تیسرے سیشن میں منظور کردہ قرارداد نمبر۹ پر جس میں کہا گیا تھا کہ بینک کا نوٹ جو کہ قانونی کرنسی ہے اور پوری قیمت رکھتا ہے' شریعت کے ان احکام کے تحت آتا ہے جن کا اطلاق سونے اور چاندی خصوصاً" ربا' زکوٰۃ اور عام طور سے کی جانے والی پیشگی ادائیگی سے تعلق رکھنے والے قواعد پر ہوتا ہے غور و فکر کرنے کے بعد قرار دیا ہے کہ :

"مجموعی قرض کی واپسی کے معاملہ' میں جو دی ہوئی کرنسی پر عائد ہوتی ہے' عام رواج یہ ہے کہ ادائیگی اسی کرنسی کی اسی مقدار میں کی جاتی ہے اس کی قیمت مبادلہ میں نہیں۔ حقیقت میں قرض کو قیمت کی سطح پر لانے کے لئے خواہ اس کی اصل کچھ ہی کیوں نہ ہو' ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔" "وا للہ اعلم باالصواب"

(دیکھئے اسلامی فقہ اکیڈمی کے پانچویں سیشن منعقدہ کویت کی قراردادیں اور سفارشات)

کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم

۲۰۵۔ اکیڈمی کے دوسرے سیشن میں بھی جو ۸ تا ۱۱ دسمبر ۱۹۸۹ء نیو دہلی کے مقام پر منعقد ہوا' کرنسی نوٹ کے مسئلہ پر غور کیا گیا اور دیگر امور کے علاوہ حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی۔

"موجودہ دور میں سونا چاندی ذریعہ تبادلہ نہیں رہا اور ان کی جگہ کاغذی نوٹوں نے لے لی ہے۔ حکومت کے قوانین بھی کاغذی نوٹوں کو مکمل طور پر ثمن کی حیثیت دیتے ہیں اور بحیثیت ثمن نوٹوں کو قبول کرنا لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ غرض یہ کہ کاغذی نوٹوں کی حیثیت عرف اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رواج میں زر قانونی کی ہوگئی ہے کرنسی کے اس ہمہ گیر رواج نے جو شرعی اور فقہی مسائل پیدا کئے ہیں ان کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لینے اور غور و خوض کے بعد شرکاء درج ذیل نکات پر متفق ہوئے ہیں۔

(۱) کرنسی نوٹ سند و حوالہ نہیں بلکہ ثمن ہے اور اسلامی شریعت کی نظر میں کرنسی نوٹ کی حیثیت زر اصطلاحی و قانونی کی ہے۔

(۲) عصر حاضر میں نوٹوں نے ذریعہ تبادلہ ہونے میں مکمل طور پر زر خلقی (سونا چاندی) کی جگہ لے لی ہے اور باہمی لین دین نوٹوں کے ذریعے انجام پاتا ہے۔ اس لئے کرنسی نوٹ بھی احکام میں ثمن حقیقی کے مشابہ ہے۔ لہٰذا ایک ملکی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ نہ تو نقد جائز ہے نہ ادھار۔"

۲۰۶۔ یہاں شاید یہ اعتراض کیا جائے کہ اسلام کے دور اقتدار میں سونے اور چاندی کا تبادلہ اجناس کے طور پر کیا جاتا تھا اور سونے چاندی کے بنے ہوئے شاہی سکے کرنسی کے طور پر استعمال ہوتے تھے۔ جبکہ ہمارے زمانہ میں کاغذی کرنسی پوری دنیا میں استعمال ہوتی ہے' اس لئے حدیث پر مبنی کوئی دلیل شاید دستیاب نہ ہو' اس اعتراض کا جواب مولانا محمد تقی عثمانی کے دوسرے مضمون میں دیا گیا ہے جو ماہنامہ "البلاغ" کے شمارہ نومبر ۸۸ء ص ۳۱ میں "کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم" کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔ اس کا متعلقہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے :

"نوٹوں کے بارے میں یہ مسئلہ بعینہٖ فلوس کے سکوں کی طرح ہے۔ سکے اصلاً" دھات کے ہونے کی وجہ سے وزنی ہوتے ہیں۔ لیکن فقہاء نے ان کو عددی قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان فلوس کے حصول سے ان کی ذات یا دھات یا تعداد مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ قیمت مقصود ہوتی ہے' جس کی وہ نمائندگی کرتے ہیں' لہٰذا اگر کوئی بڑا سکہ ہو جس کی قیمت دس فلس ہو تو اس کا تبادلہ ایسے دس چھوٹے سکوں سے کرنا جائز ہے جن میں سے ہر ایک کی قیمت ایک فلس ہے اور وہ فقہاء بھی اس کے جواز کے قائل ہیں جو ایک سکے کا دو سکوں سے تبادلہ ناجائز قرار دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اس صورت میں ایک سکے کی قیمت بعینہٖ وہی ہے جو دس سکوں کی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ دس فلس کا سکہ اگرچہ بظاہر ایک ہے۔ لیکن حکماً" وہ ایک فلس کے دس سکے ہیں' لہٰذا وہ دس واقعی سکوں کے مساوی ہے۔ یہی حکم ان کرنسی نوٹوں کا ہے کہ ان میں بھی ظاہری عدد کا اعتبار نہیں اس عدد حکمی کا اعتبار ہے جو ان کی ظاہری قیمت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(Face Value) سے ظاہر ہوتا ہے لہٰذا اس میں مساوات ضروری ہے۔"

جسٹس وجیہہ الدین کا فیصلہ

۲۰۷۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے کا حوالہ دیا جائے جس کا اظہار ہمارے فاضل بھائی جسٹس وجیہہ الدین احمد نے اعجاز ہارون بنام انعام درانی (پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء کراچی ۳۰۴) نامی مقدمہ کے فیصلہ میں کیا تھا اس مقدمہ کا تعلق افراط زر کی وجہ سے اشاریہ بندی کی بنیاد پر قرض کی وصولی میں زیادتی سے تھا۔ فاضل جسٹس نے کہا تھا کہ :

"میری حقیر رائے میں ایسا لگتا ہے کہ جہاں قرض دار یا خریدار کو جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا واجب الادا رقم سے کچھ زیادہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا وہاں اسی اصول کی بناء پر اسے یہ اجازت بھی نہیں دی جاسکتی کہ جو کچھ اس نے ابتداء میں قرض لیا تھا یا ادا کرنے پر رضامندی ظاہر کی تھی اس سے کم ادا کرے' اس حقیقت کے حق میں سند موجود ہے جس کا سلسلہ ہمارے ابتدائی فقہاء تک پہنچتا ہے کہ جہاں بیع کے معاہدہ میں ادائیگی موخر ہو اور بعد میں زر قانونی کی قیمت جزوا" یا کلیتا" کم ہوجائے تو اس موقف کے مطابق خریدار اس بات کا پابند ہے کہ ادائیگی واجب الادا ہونے کی تاریخ واپسی پر رائج زر قانونی کے لحاظ سے یا سونے اور چاندی کے لحاظ سے جوکہ کرنسی کی اصل قیمت کے مساوی ہو' ادا کرے۔ ایسے ہی اصول کا اطلاق قرضوں کے بارے میں ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے ایسے موقع پر کچھ رقم قرض لی ہو جب اس رقم کی قیمت قوت خرید کے لحاظ سے ایک خاص سطح پر ہو اور واپسی کے موقع پر قابل فہم طور پر گھٹ جائے تو قرض دار کو کم از کم اس کرنسی کی اصل مالیت کے برابر جو اسے قرض دی گئی تھی' ادائیگی کرنی ہوگی۔ اس سلسلے میں سید محمد امین ابن عابدین شامی کی کتاب "تنبیہ الرقود علی مسائل النقود" (مرتبہ ۱۲۳۰ھ) کا حوالہ دیا جاتا ہے اور ہم نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔"

۲۰۸۔ فاضل جج کی قانونی لیاقت کا پورا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے عرض ہے کہ چونکہ ہماری عدالتوں میں قرضوں کی ادائیگی پر اشاریہ بندی کے اصول کو منطبق کرنے کا مشکل مسئلہ پہلی بار اٹھا تھا' فاضل جج نے ابن عابدین کی کتاب پر بھروسہ کرتے وقت تیرھویں صدی ہجری کے اس مشہور ترین فقیہہ کے کسی خاص متن یا اس کے ترجمہ کا حوالہ نہیں دیا۔ دراصل یہ مصنف کا ایک مضمون ہے جو دو جلدوں پر مشتمل ان کی کتاب "رسائل ابن عابدین" میں شامل ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مضمون کی اہمیت کے پیش نظر ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ "تنبیہہ الرقود علی مسائل النقود" کے زیر عنوان مضمون کا لب لباب یہاں درج کر دیا جائے۔

"اگر کوئی شخص کسی دوسرے آدمی سے مروجہ کرنسی میں کپڑا خریدتا ہے اور قیمت کی ادائیگی سے قبل وہ کرنسی بدل جاتی ہے مثال کے طور پر وہ متروک کر دی جاتی ہے یا اس کی قیمت میں کمی بیشی ہو جاتی ہے تو پہلی صورت میں معاہدہ بیع کالعدم ہو جائے گا کیونکہ معاہدہ کرتے وقت باہمی طور پر جو قیمت قرار پائی تھی' وہ ختم ہو گئی ہے۔ دوسری صورت میں معاہدہ درست اور جائز ہو گا اور خریدار کو کرنسی کی اسی قدر مقدار واپس کرنی پڑے گی خواہ واپسی کے وقت اس کی قیمت کچھ ہی ہو' اسی طرح اگر ایک شخص دوسرے آدمی سے سکہ رائج الوقت میں موخر ادائیگی کے وعدہ پر قرض لیتا ہے اور پھر وہ کرنسی یا تو متروک قرار پاتی ہے یا اس کی مالیت کم و بیش ہو جاتی ہے تو پہلی صورت میں قرض دار کو اس کرنسی کی قیمت ادا کرنا ہو گی جو قرض لیتے وقت مروج تھی اور دوسری صورت میں مقروض اس کرنسی کی اتنی ہی مقدار ادا کرے گا جتنی مقدار لی تھی۔ خواہ ادائیگی کے وقت اس کی قیمت کچھ ہی کیوں نہ ہو' یہ امام ابو حنیفہؒ کا موقف ہے اور امام ابو یوسفؒ کا پہلا نقطہ نظر بھی یہی ہے لیکن امام ابو یوسفؒ کے دوسرے اور بعد کے موقف کے مطابق خریدار قرضہ دار کو اس کرنسی کی اتنی مالیت ادا کرنی ہو گی جو کہ خریدتے یا قرض لیتے وقت رائج تھی۔ قاضی (الزاہدی) کے مطابق قرض اور مہر کے معاملہ میں فتویٰ امام ابو یوسفؒ کی رائے پر دیا جائے گا جبکہ دیگر معاملات میں فتویٰ دیتے وقت امام ابو حنیفہؒ کے موقف کو اختیار کیا جائے گا۔ امام نے شرح الطحاوی میں لکھا ہے "اس بارے میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے کہ قیمت میں کمی بیشی کی صورت میں اسی قدر مقدار ادا کی جائے گی جو قرض کے وقت لی گئی ہو' یعنی

"واجمعوا ان الفلوس اذالم تکسد ولکن قیمتها او رخصت فعلیه مثل ماقبض من العدد۔"

یہی بات فتاوی قاضی خاں میں کہی گئی ہے اور قاضی ظہیرالدین نے اس کی تائید کی ہے۔

علامہ غازی الطرتاشی لکھتے ہیں کہ فقہاء کی زیادہ تر مستند کتابوں میں امام ابو یوسف کی رائے پر فتویٰ دیا گیا ہے۔ "الذخیرہ" اور "الخلاصۃ" میں بھی ایسی ہی رائے ظاہر کی گئی ہے امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مابین یہ اختلاف رائے اس صورت میں پیدا ہوتا ہے جب قرضہ فلوس کی طرح کے علامتی (چھوٹے) سکوں میں لیا جائے جو عام طور سے متروک ہو جاتے ہیں یا ان کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قیمت گھٹ جاتی ہے لیکن اگر قرضہ خالص سونے کے دینار یا چاندی کے درہم میں لیا گیا ہو' جو مکمل سکے تھے اور شاذ ہی متروک ہوتے یا ان کی قیمت میں کمی واقع ہوتی تھی تو اس بارے میں اتفاق رائے یہ ہے کہ اتنی ہی مقدار واپس کی جائے گی جتنی کہ قرض لی گئی تھی۔ خواہ اس کی قیمت گھٹ جائے یا بڑھ جائے گویا اس سلسلے میں امام ابو یوسفؒ بھی ابو حنیفہؒ کے ہم خیال ہیں۔ اگر حکومت کسی کرنسی کی قیمت میں کمی کا حکم دیتی ہے تو اس کرنسی میں لیا گیا قرض کرنسی کی اسی مقدار میں ادا کیا جائے گا جتنی کہ قرض لی گئی تھی بشرطیکہ کرنسی متعین اور معروف ہو اور اگر کرنسی متعین اور معروف نہ ہو تو معاہدہ کے وقت کی رائج کرنسی میں قیمت ادا کی جائے گی۔ اگر قرض کا معاملہ کسی خاص قسم کی کرنسی کے بارے میں طے پایا ہو اور بازار میں اس نام کی متعدد کرنسیاں چل رہی ہوں تو اس کی ادائیگی اس کرنسی میں کی جائے گی جو فریقین معاہدہ میں سے کسی کے لئے بھی نقصان دہ نہ ہو یا جو رواج کے مطابق ہو' بعض فقہاء کی رائے ہے کہ ایسی صورت میں ادائیگی باہمی صلاح و مشورے سے کرنی چاہئے تاکہ دونوں میں سے کسی کو نقصان نہ ہو کیونکہ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ ''نہ کوئی شخص نقصان اٹھائے نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے۔'' (تنبیہہ الرقود علی مسائل النقود مشمولہ رسائل ابن عابدین' جلد دوم' ص ۶۷-۶۶ شائع شدہ لاہور)

۲۰۹۔ ہم نے یہ خلاصہ اس لئے دیا ہے کہ علامہ ابن عابدین کے موقف کے بارے میں کوئی ابہام نہ رہے جیساکہ فاضل جج نے اپنے محولہ بالا فیصلہ میں اس کا حوالہ دیا تھا۔

۲۱۰۔ مذکورہ بالا کتاب جس پر فاضل جج نے نتائج اخذ کرنے کے لئے انحصار کیا ہے' قرضوں کی حد تک ان کے استدلال کی تائید نہیں کرتی' مناسب ہو گا کہ اس کتاب سے متعلقہ متن نقل کر دیا جائے جو اس طرح ہے۔

''ولو استقرض فلوس'' فکسدت علیہ مثلھا واجمعو ان الفلوس اذالم تکسدولکن غلت قیمتھا فعلیہ مثل ماقبض من العدد۔''

''اگر کسی شخص نے کرنسی کی صورت میں قرض لیا ہو جو بعد میں متروک ہو گئی ہو تو قرضدار کو قرض لی گئی کرنسی کی اصل قیمت کے برابر ادائیگی کرنی پڑے گی۔ تاہم فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کرنسی متروک نہ ہو البتہ اس کی قیمت گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو قرضدار کو اتنی ہی تعداد واپس کرنی ہو گی جتنی کہ اس نے لی تھی۔'' (رسائل ابن عابدین۔ جلد دوم ص ۶۲ لاہور)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۱۱۔ لفظ "کاسد" کے معنے ہیں جامد ہو جانا' مندا پڑنا' مدھم ہونا یا بیکار ہو جانا۔ لفظ "کاسد" عموماً" کسی سکہ کے متروک یا نامقبول ہو جانے کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ اس لئے اگر وہ کرنسی جس میں قرض لیا گیا ہو کلیتاً" متروک ہو جائے اور لوگ اس میں لین دین نہ کرتے ہوں تو اس میں لیا گیا قرض مساوی مالیت میں ادا کیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ کرنسی کلیتاً" بند نہ ہوئی ہو یا کرنسی مارکیٹ میں چلتی ہو یا اس کی **ثمنیت** گھٹ یا بڑھ گئی ہو تو اس کرنسی میں لیا گیا قرض اسی مقدار میں ادا کرنا ہو گا' جتنی مقدار میں لیا گیا تھا۔ اس سلسلے میں ابن قدامہ لکھتے ہیں :

"اگر قرض کی رقم فلوس کی صورت میں یا درہم کے چھوٹے سکوں کی شکل میں' جنہیں سلطان (حکومت) نے بند کردیا ہو اور جو رائج الوقت سکہ نہ رہا ہو تو قرض خواہ اس کی مالیت وصول کرے گا' اسے وہی سکہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب وہ سکہ قرضدار کے قبضے میں تھا۔ فلوس کی قیمت کا تعین اس تاریخ کو اس کی مالیت سے کیا جائے گا جس دن قرض لیا گیا اور قرض خواہ اسے قبول کرے گا۔ خواہ اس کی قیمت میں کسی قدر کی کمی ہو چکی ہو' لیکن اگر فلوس (سکہ) متروک ہو جانے کے باوجود بطور کرنسی چلتا ہو اور لوگ اس میں لین دین کرتے ہوں' تو قرض دہندہ کو وہی قبول کرنا ہو گا۔" (المغنی۔ جلد چہارم' ص ۳۲۵)

فیصلہ کے بارے میں ڈاکٹر حسن الزماں کی رائے

۲۱۲۔ مندرجہ بالا فیصلہ (پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء کراچی ۳۰۴) پر بحث جاری رکھتے ہوئے ہم اس فیصلہ کے بارے میں ڈاکٹر حسن الزمان (چیف اسلامی بینکاری ڈویژن سٹیٹ بینک آف پاکستان) کی رائے کا حوالہ دینا چاہتے ہیں۔ جس کا اظہار انہوں نے (Indexation of Financial Assest) کے زیر عنوان اپنے یک موضوعی رسالہ میں کیا تھا جس کی ایک نقل انہوں نے ازراہ نوازش عدالت میں پیش کی۔ یہ ان کی زیر طبع کتاب کا ایک جزء لگتا ہے جس کا متعلقہ حصہ نیچے نقل کیا جاتا ہے۔

"جیساکہ دیباچہ میں واضح کیا گیا سندھ ہائی کورٹ کے ایک فاضل جج نے ایک مالیاتی ذمہ داری (قرض) کو جوکہ ایک مالیاتی کمپنی کو دی گئی تھی اس کی قوت خرید کے لحاظ سے انڈیکس کرنے کے لئے ڈگری جاری کی ہے۔ یہ ڈگری ۳۳ صفحات پر پھیلی ہوئی ہے اور اس میں نازک

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

آئینی اور قانونی مسائل نیز مذہبی احکام سے بحث کی گئی ہے جس میں امانت داروں کو ان کی امانتوں اور امدادی رقوم پر اصل قیمت میں کمی کے معاوضہ کے طور پر جو رقم کے جمع رہنے کی مدت کے دوران واقع ہوئی سود ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ آئینی مباحث ہماری کتاب کے دائرہ سے خارج ہیں۔ بہرحال ہم اس ڈگری کا وہ متعلقہ حصہ یہاں نقل کرتے ہیں' جو اہم دلائل پر مشتمل ہیں۔ اس کے بعد ہم اہم نکات کا جائزہ لیں گے۔

"پیرا ۵۹۔ یہ بات واضح ہے کہ سود دینا خود قرآن کے احکام کے تحت حرام ہے۔ بہرحال جدید معاشرہ ایک اقتصادی نظام کے رواج پا جانے سے خرابیوں میں اور برے اثرات میں گھرا ہوا ہے۔ اس نظام میں کاغذی نوٹ رائج ہے اور اسے زر قانونی کی حیثیت حاصل ہے اس نے ایسے قانونی سکہ کی قیمت میں عظیم تغیرات کو جنم دیا ہے اس مالیاتی نظام میں ایک مشترک خرابی یہ پیدا ہو گئی ہے کہ یہ ہمیشہ اس چیز کے تابع رہتا ہے جسے ماہرین معاشیات "افراط زر" یا وقتاً" فوقتاً" کاغذی کرنسی کی قوت خرید میں ہونے والی کمی کا نام دیتے ہیں اور بعض اوقات "تفریط زر" بھی کہتے ہیں جیسا کہ سنہ تیس کے عشرہ میں عظیم کساد بازاری سے واسطہ پڑا تھا۔ اس لئے سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں ایک قرضدار اس غرض کے لئے معاہدہ بیع میں خریدار کو موخر ادائیگی کے تابع رہتے ہوئے صرف اتنے ہی سکے' کاغذی نوٹ کی صورت میں واپس یا ادا کرنے لازمی ہیں جو اس نے قرض لئے تھے یا ادائیگی کا وعدہ کیا تھا۔ یہاں سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۷ نقل کرنا مناسب حال ہو گا جس میں کہا گیا ہے :

"وہ (فتنہ جو) لوگ متشابہات کے پیچھے پڑ جاتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا' مگر جو لوگ علم میں پختہ ہیں وہ متشابہات کے پیچھے نہیں پڑتے۔" (آل عمران۔۷)

حضرت علیؓ سے جیسا کہ نہج البلاغہ (خطبہ ۱۹۴۔ ص ۲۴۸) میں مذکور ہے' ذیل کا سنہری قول منسوب کیا جاتا ہے۔

"ہمارے فلسفہ اور ہماری تبلیغ کو صرف اعلیٰ دماغ اور مخلص قلوب ہی سمجھ سکتے ہیں۔"

سورۃ آل عمران کی محولہ بالا آیت اور حضرت علیؓ کے اس قول کی رہنمائی میں مجھے ایسا لگتا ہے کہ جس طرح ایک مقروض یا خریدار کو جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا' واجب الادا رقم سے زائد کوئی چیز ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اور اس اصول پر اسے اس رقم سے کم ادا کرنے کی اجازت بھی نہیں دی جا سکتی جو اس نے شروع شروع میں قرض لی ہو۔ اس سلسلہ میں ہمارے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ابتدائی فقہاء کے زمانہ سے یہ سند چلی آرہی ہے کہ جب بیع کا کوئی معاملہ طے پاجائے جس میں ادائیگی موخر ہو اور بعد ازاں زر قانونی کی مالیت کلیتاً" یا جزوی طور پر گھٹ جائے تو قرضدار پر اس نقطہ نظر کے تحت لازم ہو گا کہ ادائیگی کی تاریخ پر اس وقت کی رائج کرنسی میں یا سونے اور چاندی کے لحاظ سے کرنسی کی حقیقی مالیت کے مساوی رقم ادا کرے' قرضوں کے بارے میں بھی اسی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کوئی رقم ایسے وقت قرض لی ہو جبکہ اس کی ثمنیت قوت خرید کے لحاظ سے ایک خاص سطح پر ہو اور ادائیگی کے وقت ثمنیت قابل فہم وجوہ کی بناء پر گھٹ جائے تو قرضدار کو کم از کم قرض لی گئی کرنسی کی اصل قیمت کے مساوی رقم واپس کرنی ہوگی۔ اس سلسلے میں علامہ محمد امین ابن عابدین شامی کی "تنبیہہ الرقود علیٰ مسائل النقود" کا حوالہ دیا جاتا ہے اور اسی پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔" (ملاحظہ ہو مجموعہ رسائل ابن عابدین جلد دوم طباعت مکرر لاہور ۱۹۷٦ء)

"پیرا نمبر ٦١۔ گزشتہ دلائل کی روشنی میں ظاہر ہے کہ وفاقی حکومت پاکستان اس کی مختلف ایجنسیوں اور اسٹیٹ بینک نے اپنے سرکاری اعلانات میں نہ اس بارے میں کوئی کسر چھوڑی ہے نہ ہی سرکاری طور پر بجٹ کی دستاویزات اور سرکاری مطبوعات میں یہ اعتراف کرنے میں کسی غفلت کا مظاہرہ کیا ہے کہ افراط زر زوروں پر ہے۔ اسے روکنے اور روپے کی حقیقی قیمت بحال رکھنے میں اس کی ساری کوششیں ناکام ہوگئی ہیں' گویا چند سال پہلے جو کچھ قرض لیا گیا تھا' اگر اسی حساب کی بنیاد پر ادائیگی کا حکم دیا جائے تو یہ قرض خواہوں کے ساتھ صریح ناانصافی ہوگی کیونکہ جو کچھ ادا کیا جائے گا اس کی اتنی حقیقی مالیت اور قوت خرید نہیں ہوگی جیسی کہ قرض لیتے وقت تھی۔ قانون ایسی کسی قسم کی ناانصافی برداشت نہیں کرتا۔ اس لئے جب پاکستان میں کسی عدالت قانون کے روبرو ادائیگی یا رقم کی واپسی یا بازیابی کا کوئی مقدمہ آتا ہے تو وہ عدالت انتہائی کوشش کرتی ہے کہ مستحق شخص کو سکہ راج الوقت میں قوت خرید کے لحاظ سے یا دوسری حقیقی قیمت کے لحاظ سے قرض کی رقم کے مساوی واپسی بازیابی یا ادائیگی کی جو بھی صورت ہو حکم صادر کرے۔"

"پیرا ٦٣۔ اس سے میرے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فریقین کے درمیان انصاف کیسے کیا جائے گا۔ ظاہر وجوہات کے باعث اسی خسارہ کی حد کا تعین کرنے کے لئے روزمرہ کے تجربہ کا کوئی قاعدہ دستیاب نہیں جو واجب الادا اصل رقم میں اور جیساکہ اس مقدمہ میں پہلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حکم دیا گیا' ادائیگی کی تاریخ تک واقع ہوچکا ہو۔ اصولی طور پر اسے معاملات میں اس موضوع پر سرکاری اعداد و شمار پر مبنی حساب کتاب کے طریقوں کا اطلاق کرنا پڑتا ہے اوپر نقل کئے گئے اعداد و شمار کی بنیاد پر اس سادہ ڈگری سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اس لئے یہ کیس ابتدائی ڈگری کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر قانون کے تحت وہ جاری کی جاسکے۔ بہرحال اس سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا کہ جہاں چھوٹی رقوم یا مدتوں کا معاملہ ہو وہاں تفویض کردہ مقدمہ کا فیصلہ اندازوں سے نہیں کیا جاسکتا۔"

"پیرا ۶۵۔ اس لئے میں اس مقدمہ میں مستغیث کے حق میں ابتدائی نوعیت کی ڈگری جاری کرہا ہوں تاکہ یہ تشخیص کی جاسکے کہ جو رقم ابتدا" قرض دی گئی تھی اس کی اصل مالیت کتنی رقم کے مساوی تھی' یعنی پانچ لاکھ کی رقم کی مالیت کیا تھی جو ۸۴۔۵۔۲۰ کو واجب الادا ہوچکی تھی جیساکہ زیر بحث پرامیسری نوٹ سے رقم کی مالیت اور تاریخ ظاہر ہوتی ہے۔ اس مقصد کے لئے اور صحیح تشخیص کرنے کی خاطر میں ایک کمشنر کا تقرر کرتا ہوں اس غرض کے لئے کمشنر کو اختیار ہوگا کہ سٹیٹ بینک آف پاکستان کے متعلقہ حکام سے مدد حاصل کرے۔"

فیصلہ میں دیئے گئے شرعی دلائل کا جائزہ

۲۱۳۔ اوپر نقل کردہ پیراگراف میں استدلال کے طور پر قرآن حکیم کی ایک آیت' حضرت علیؓ کا ایک قول اور ۱۳ ویں صدی ہجری کے معروف فقیہہ جو عام طور سے ابن عابدین شامی کے نام سے پکارے جاتے ہیں کے لکھے ہوئے ایک کتابچہ کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۱۴۔ مذکورہ بالا اقتباسات کی شرعی تشریح و تعبیر کا جائزہ لینے سے پہلے ان نکات کا خلاصہ نقل کرنا مناسب ہوگا جن پر اس کتابچہ میں بحث کی گئی ہے اور جن کا حوالہ اس ڈگری میں دیا گیا ہے اس کتابچہ میں اسقاط زر (Demonetization) کھوٹ (Debasement) سکے کی قیمت میں اتار چڑھاؤ ایک دھاتی نظام زر (Monometalism) اور دو دھاتی نظام زر (Bimetalism) کی صورت میں مالی ذمہ داری پر بحث کی گئی اور اس مسئلہ پر ابتدائی دور کے علماء کی آراء نقل کی گئی ہیں' جن میں سے بعض ہم گزشتہ صفحات میں نقل کرچکے ہیں۔

اسقاط زر کی صورت

۲۱۵۔ ایسی صورت میں جب کوئی شخص ایسی کرنسی کے عوض کوئی چیز خرید تا ہے جس کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مالیت ادئیگی سے پہلے بدل جائے اس کا درج ذیل دو اثرات میں سے کوئی ایک اثر ضرور ہو گا۔

(ا) ایسی صورت میں جبکہ وہ کرنسی گردش میں نہ رہے' بیع کا معاہدہ قابل انفساخ ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاہدہ بیع میں مال اور رقم کی نوعیت اور مالیت دونوں کی غیر متنازعہ فیصد انداز میں صراحت ہونی چاہئے مال کی حوالگی سے پیشتر تلف یا رقم کی ادائیگی سے قبل ضائع ہوجانے کی صورت میں معاہدہ بیع غیر موثر ہوجائے گا۔ اسی طرح سکے کی کسی اکائی کے گردش یں نہ رہنے کی صورت میں معاہدہ قابل منسوخ ہوجائے گا کیونکہ ایسی حالت میں رقم ضائع ہوجاتی ہے۔

(۲) ایسی صورت میں جبکہ وہ کرنسی گردش میں رہے' لیکن اس کی قیمت گھٹ جائے تو معاہدہ منسوخ نہیں ہو گا کیونکہ سرمایہ ضائع نہیں ہوا۔ اس لئے بائع کو اتنی ہی رقم قبول کرنی پڑے گی جتنی کہ اس نے دی ہو۔

۲۱۶۔ قاضی زاہدی کے مطابق اس صورت میں جب کوئی شخص زیر گردش کرنسی کی مخصوص رقم کے عوض کوئی چیز فروخت کرتا ہے۔ لیکن بعد ازاں اس کرنسی کا اسقاط ہوجاتا ہے تو بیع کا معاہدہ منسوخ ہوجائے گا۔ اس لئے خریدار مال واپس کردے گا۔ اگر وہ جوں کا توں ہو' لیکن اگر مال خرچ کرلیا یا اسے مختلف شکل میں تبدیل کردیا تو خریدار اس کی مثل مال واپس کرے گا' اگر وہ مال قابل تبدیلی جنس ہو بصورت دیگر مروجہ سکے میں اس مال کی قیمت ادا کی جائے گی جو اس قیمت کے مساوی ہوگی جتنی کہ مال خریدار کے حوالہ کرتے وقت ہو۔

۲۱۷۔ مذکورہ بالا فقہی رائے تجارت کے بارے میں ہے۔ کرایہ داری کے معاہدہ کی صورت میں سودا فسخ ہو گا اور کرایہ دار کو معیاری کرایہ ادا کرنا پڑے گا۔ قرض یا مہر کی صورت میں ذمہ دار فریق واجب الادا رقم کے مثل ادا کرے گا۔

۲۱۸۔ مندرجہ بالا رائے امام ابو حنیفہؒ کے موقف کی نمائندگی کرتی ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ذمہ دار فریق وہ مساوی قیمت دوسری کرنسی کے لحاظ سے ادا کرے گا۔ جو کہ معاہدہ کے وقت گردش میں ہو۔ امام محمدؒ کے مطابق اسے وہ ساقط شدہ کرنسی واپس کرنی ہوگی جس پر معاہدہ ہوا ہو۔ امام غزالیؒ کی رائے میں اگر کوئی شخص سکوں کی شکل میں کچھ رقم قرض کرلیتا ہے جو بعد ازاں ساقط ہوجائیں تو اسے ان سکوں کے مثل ادائیگی کرنی ہوگی' ان کی قیمت نہیں۔

کھوٹے سکوں کا معاملہ

۲۱۹۔ ہدایہ کے مطابق ایسے کم قدر درہم کے عوض فروخت' جنہیں بعد ازاں ساقط کردیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے اور وہ کرنسی کے طور پر مروج نہ رہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک' منسوخ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کی رائے میں خریدار کو اس قدر قیمت ادا کرنی ہوگی جو فروخت کے دن مروج ہو جبکہ امام محمدؒ کے مطابق وہ گھٹی ہوئی قیمت کے سکوں کی مالیت کے برابر رواں سکہ میں ادا کرنے کا پابند ہوگا۔

فلوس کا معاملہ

۲۲۰۔ شرح طحاوی کے مطابق ایسی صورت میں جبکہ فلوس کو متروک نہ کیا جائے البتہ ان کی ثمنیت کم یا زیادہ ہو جائے تو قرضدار کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اصل رقم واپس کرے جو اس نے قرض لی تھی۔ اس پر سب کا اجماع ہے۔

دو دھاتی نظام زر کا معاملہ

۲۲۱۔ زمانہ حال (تیرھویں صدی کی ابتداء سے) میں ہمارے ہاں ایک سے زیادہ کرنسیوں کا نظام رائج ہے جس میں مختلف سکے قیمت اور قبولیت میں یکساں ہیں' اس لئے خریدار کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنی پسند کی کسی بھی کرنسی میں قیمت ادا کرے۔ بعض اوقات سرکاری احکام کی رو سے ان میں سے کسی ایک کرنسی کی قیمت گھٹادی جاتی ہے۔ ایسی صورت حال کے بارے میں فقہاء کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہرحال اس پر اتفاق ہے کہ اگر معاہدہ میں کرنسی کی اکائی کی صراحت کردی گئی ہو تو ادائیگی اسی طرح کی جائے گی' اگر اکائی کی صراحت نہ کی گئی ہو تو خریدار اس کے مساوی قیمت اس کرنسی میں ادا کرسکتا ہے جو وہ پسند کرے۔ یہ رائے خریدار اور بیچنے والے کو اس نقصان سے بچانے کے لئے اختیار کی گئی جو کرنسی کی قیمت میں اضافہ یا کمی کے پیش نظر فریقین میں سے کسی ایک فریق کے یکطرفہ طور پر طے کرنے کی صورت میں واقع ہوسکتا ہے۔

دلائل کا تجزیہ

۲۲۲۔ اس ڈگری میں جس کی رو سے قرض کی رقم کی قوت خرید ادا کرنے کا حکم دیا گیا قرآن حکیم کی اس آیت سے رہنمائی حاصل کرنے کا دعویٰ کیا گیا ہے جو اس طرح ہے :

سورہ آل عمران کی آیت ۷ "اے نبی وہی خدا ہے جس نے یہ کتاب تم پر نازل کی ہے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کتاب میں دو طرح کی آیات ہیں۔ ایک محکمات جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات۔ جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ فتنے کی تلاش میں ہمیشہ متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور ان کو معنی پہنانے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کا حقیقی مفہوم اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بخلاف اس کے جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ "ہمارا ان پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں" اور سچ یہ ہے کہ کسی چیز سے صحیح سبق صرف دانشمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔" (آل عمران۔ ۷)

۲۲۳۔ یہ واضح نہیں کہ اس آیت سے ڈگری کے حق میں دلیل کیسے قائم کرلی گئی۔ جبکہ اس موضوع سے براہ راست متعلق آیات بقرہ کی آیات ۲۷۸' ۲۷۹ ہیں جو ڈگری میں شامل اس دلیل کی حمایت کرتی ہیں کہ اگر ایک طرف کسی قرضدار یا خریدار کو واجب الادا رقم سے کچھ زیادہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ تو دوسری طرف اسی اصول کے تحت اسے یہ اجازت بھی نہیں دی جاسکتی کہ اس نے جو کچھ قرض لیا تھا' اس سے کسی قدر کم ادا کرے۔ ان دونوں آیات کا ترجمہ اس طرح ہے :

"اے لوگو! جو ایمان لائے ہو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے' اسے چھوڑدو' اگر واقعی تم ایمان لائے ہو' لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلان جنگ ہے۔ اب بھی توبہ کرلو (اور سود چھوڑدو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حقدار ہو' نہ تم ظلم کرو' نہ تم پر ظلم کیا جائے۔" (البقرہ۔ ۲۷۹-۲۷۸)

۲۲۴۔ ڈگری میں دونوں فریقوں کے مفاد کا تحفظ کرنے اور انہیں زیادتی سے باز رکھنے پر جو زور دیا گیا ہے' وہ لائق ستائش ہے تاہم جیساکہ ہم نے سابقہ پیراگرافوں میں بحث کی ہے' مالیاتی ذمہ داریوں کی اشاریہ بندی تو بجائے خود ناانصافیوں سے معمور ہے بھلا وہ کسی کی داد رسی کیا کرے گی :

۲۲۵۔ ڈگری میں ابن عابدین شامی کے کتابچہ کا حوالہ دیا گیا ہے تاہم وہ عبارت نقل نہیں کی گئی جس سے مبینہ طور پر انڈیکیشن کی حمایت میں نتیجہ اخذ کرنے کی طرف رہنمائی ملتی ہے۔ کتابچہ کا خلاصہ ہم اوپر نقل کرچکے ہیں۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ اوائل تیرھویں صدی ہجری کی یہ ہے کتاب اسقاط زر' قیمت میں کمی اور کسی سکہ کی سرکاری طور پر قیمت کم مقرر کرنے کی صورتوں میں مالی ذمہ داریاں ادا کرنے کے بارے میں ابتدائی آراء پر مشتمل ایک اچھی تصنیف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ تاہم غور طلب بات یہ ہے کہ عہد اولین کے فقہاء کی آراء سے جیساکہ ابن عابدین نے نقل کیا ہے انڈ یکیشن کے خلاف دلیل ملتی ہے۔ یہ تمام آراء اپنی اصل میں اگرچہ ان کا اطلاق سراسر مختلف مالیاتی ذمہ داریوں پر کیا گیا ہے' اشاریہ بندی کے تصور کے خلاف ہیں۔

۲۲۶۔ اب ہم اسلامی نظریاتی کونسل کی اس رائے کی طرف آتے ہیں جس کا اظہار اس نے "ماہرین معاشیات وبنکاری کے پینل" سے پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں کیا تھا :

روپے کی قیمت خرید میں کمی بیشی اور قرض

"قرض کے بارے میں اسلامی اصول یہ ہے کہ جو چیز قرض لی گئی ہے اس کی اتنی ہی مقدار کی واپسی معاہدے میں طے کی جائے جتنی مقدار قرض میں دی گئی ہے اگر اس دوران اس چیز کی قیمت میں کمی یا زیادتی واقع ہو جائے تو اس سے ادائیگی کی مقدار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثلاً اگر ایک من گندم قرض لی گئی ہے تو ایک من گندم کی واپسی ہی واجب ہوگی' خواہ قرض لیتے وقت اس کی قیمت تیس روپے ہو اور ادائیگی کے وقت پندرہ روپے رہ گئی ہو قیمت کے گھٹ جانے کی وجہ سے گندم کی مقدار اور ادائیگی میں کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ بعینہ ایسا ہی معاملہ روپے کا بھی ہے کہ دوسری اشیاء کی طرح اس کی قدر میں بھی قوت خرید کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی رہتی ہے' لیکن اس کی وجہ سے قرض کی ادائیگی میں کمی بیشی کرنا درست نہیں ہو گا اور جس طرح گندم کی مذکورہ بالا صورت میں ایک من گندم کی ادائیگی دو من گندم سے نہیں ہو سکتی' اسی طرح روپے کی قیمت گھٹ جانے کی بناء پر روپے کی زیادہ تعداد کی ادائیگی جائز نہیں ہوگی' روپے کی قدر کے گھٹنے یا بڑھنے کا مسئلہ نیا نہیں بلکہ ابتدا ہی سے چلا آتا ہے۔ چنانچہ اس پر پہلی اور دوسری صدی ہجری کے فقہاء نے بھی بحث کی ہے اور ان مباحث کا ماحصل یہی ہے کہ دیگر اجناس کی طرح کرنسی کی قیمت یا اس کی قوت خرید میں بھی کمی بیشی کا قرض کی ادائیگی میں کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ علامہ ابن عابدین شامی نے اس مسئلے پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے' جس کا نام "تنبیہہ الرقود علی مسائل النقود" ہے اس میں وہ لکھتے ہیں :

لان الامام الاسبیجابی فی شرح طحاوی قال واجمعوا ان الفلوس اذا لم تکسد ولکن غلت او رخصت فعلیه مثل ماقبض من العدد

"فقہاء اس بارے میں متفق ہیں کہ "قرض کی صورت میں" اگر سکوں کی قیمت' ان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ساقط الرواج ہوئے بغیر گھٹ جائے یا بڑھ جائے تو مقروض کو وہی مقدار لوٹانی ہوگی جو اس نے قرض لی ہو۔" (رسائل ابن عابدین' جلد ۲ صفحہ۔ ۶۲ مطبوعہ لاہر)

قرض اور شرح مبادلہ میں تبدیلی

"اس سوال کا جواب بھی سابقہ جواب کی طرح ہے یعنی اصول یہی ہے کہ جس نوع کی کرنسی میں جتنی مقدار قرض دی گئی ہے اس نوع کی کرنسی کی اتنی ہی مقدار واپس کی جائے گی۔ خواہ اس کی شرح مبادلہ بدل گئی ہو لہٰذا اگر قرض میں پاکستانی روپیہ دیا گیا تھا تو واپسی کے وقت اتنا ہی پاکستانی روپیہ لوٹایا جائے گا' خواہ ڈالر سے اس کی شرح مبادلہ میں کمی بیشی واقع ہو گئی ہو۔ لہٰذا اگر ڈالر کو معیار قرار دینے میں کوئی عملی سہولت ہے تو اس کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ جن صنعت کاروں کو بیرونی مشینری درآمد کرنے کے لئے قرض دیا جارہا ہے انہیں پاکستانی روپے کی بجائے ڈالر قرض دیئے جائیں۔ اس صورت میں ان پر اتنے ہی ڈالر کی ادائیگی واجب ہوگی اور اگر وہ ادائیگی پاکستانی روپے میں کرنا چاہیں تو ادائیگی کے روز اتنے ڈالروں کی جو قیمت ہوگی اس کے حساب سے پاکستانی روپے وصول کئے جائیں گے' بلکہ اگر ڈالر قرض دینے کے بعد ان سے اس وقت کی شرح سے پاکستانی روپے کے عوض میں وہ ڈالر خرید لئے جائیں' تب بھی ادائیگی ڈالر کے حساب سے ہی واجب ہوگی مثلاً کسی نے دس ہزار ڈالر اس وقت قرض لئے جبکہ ایک ڈالر کی قیمت دس روپے کے برابر تھی۔ فرض کریں ادائیگی کے وقت ڈالر کی قیمت بارہ روپے ہو جاتی ہے تو مقروض یا تو بینک کو دس ہزار ڈالر ادا کرے گا اگر وہ پاکستانی روپے میں ادائیگی کرنا چاہے تو ایک لاکھ بیس ہزار پاکستانی روپے ادا کرے گا اور اگر بینک نے مقروض کی رضامندی سے دس ہزار ڈالر قرض دینے کے بعد انہیں ایک لاکھ پاکستانی روپے میں خرید لیا ہو تب بھی مذکورہ حکم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوگا۔ مقروض بہر صورت دس ہزار ڈالر یا ایک لاکھ بیس ہزار پاکستانی روپے ادا کرے گا۔"

(اسلامی نظام معیشت کے بارے میں مجموعی سفارشات اسلامی نظریاتی کونسل مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۳ء صفحات ۳۹۔۳۸)

جدہ سیمینار کی قرارداد

۲۲۷۔ اب یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپریل ۱۹۸۷ء میں "بین الاقوامی ادارہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی معاشیات" (بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد) اور اسلامی ترقیاتی بینک جدہ کے مشترکہ اہتمام کے تحت "اشاریہ بندی کی شرعی حیثیت اور اسلامی معیشت میں اس کا اطلاق" کے موضوع پر جدہ میں ایک سیمینار منعقد ہوا تھا' جس میں بہت سے نامور علماء اور ماہرین معیشت نے شرکت کی۔ اس موقع پر دوسروں کے علاوہ درج ذیل اسکالرز اور ماہرین اقتصادیات نے اپنے تحقیقی مقالے پیش کیے۔

(۱) ڈاکٹر علی محی الدین القرضاغی۔

(۲) ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی اسسٹنٹ پروفیسر کالج آف شریعہ و اسلامک سٹڈیز' یونیورسٹی آف کویت۔

(۳) شیخ محمد علی عبداللہ' مستقل وکیل سرکار' دعویٰ کورٹ' مصر۔

(۴) ڈاکٹر ایم سلیمان اشقر۔

(۵) ڈاکٹر محمود قاسم صدر شریعت اسلامیہ کلیتہ الحقوق قاہرہ یونیورسٹی (مصر)۔

(۶) ڈاکر حسن الزمان چیف آف اسلامی بینکاری ڈویژن' سٹیٹ بینک آف پاکستان۔۔ کراچی۔

(۷) ڈاکٹر منور اقبال بین الاقوامی ادارہ معاشیات بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔۔ اسلام آباد

(۸) ڈاکٹر محمد عبدالمنان اسلامی ترقیاتی بینک۔۔ جدہ (سعودی عرب)

(۹) پروفیسر ڈاکٹر سید محمد طاہر بین الاقوامی ادارہ معاشیات بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی۔۔ اسلام آباد

۲۲۸۔ شرکاء کی اکثریت اس رائے کی حامل تھی کہ موخر ادائیگی کے وعدہ پر لیا گیا قرض اسی مقدار میں ادا کیا جائے گا جتنی مقدار میں لیا گیا ہو چاہے ادائیگی کے وقت کرنسی کی قدر میں کمی یا زیادتی واقع ہو جائے۔ تاہم ان میں سے بعض جیسے ڈاکٹر محمد سلیمان اشقر' ڈاکٹر علی محی الدین القرضاغی' ڈاکٹر عجیل جاسم النشمی اور ڈاکٹر محمد عبدالمنان نے فقہا کی آراء پر بحث کرنے کے بعد امام ابو یوسف کے مذہب کو ترجیح دی جن کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی ادائیگی ایسی کرنسی میں واجب الادا ہو' جس کی قدر گھٹ یا بڑھ گئی ہو تو ادائیگی اسی کرنسی کی' کی جائے گی جو ادائیگی کے وقت رائج ہو۔ لیکن جہاں تک قرضوں کا تعلق ہے وہ اس حق میں ہیں کہ قرضے اتنی ہی مقدار میں ادا کئے جائیں جتنی مقدار میں لئے گئے ہوں" ڈاکٹر منور اقبال نے اپنے مقالہ میں درج ذیل رائے کا اظہار کیا :-

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اشاریہ بندی کے خلاف دلائل کا شرعی نقطہ نظر سے محتاط جائزہ لینے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اشاریہ بندی کی اسکیموں کو مسترد کرنے کی دو جائز وجوہات موجود ہیں۔

اولاً اسلامی ماہرین قانون نے متفقہ طور پر قرار دیا ہے کہ قابل مبادلہ شئے اس کے مثل کی صورت میں واپس کرنی چاہئے۔ یہ موقف حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی اس مستند حدیث پر مبنی ہے جس میں رسول اکرمؐ نے فرمایا : "سونے کا مبادلہ سونے سے اور چاندی کا چاندی سے اور گندم کا گندم سے اور جو کا جو سے اور کھجور کا کھجور سے نمک کا نمک سے اس طرح ہونا چاہئے کہ جیسے کا تیسا برابر برابر اور دست بدست ہو' البتہ اگر مختلف اصناف کی چیزوں کا ایک دوسرے سے مبادلہ ہو تو پھر جس طرح چاہو' بیچو بشرطیکہ لین دین دست بدست ہو جائے۔" (صحیح مسلم۔۔ کتاب المساقات باب الصرف و بیع ذہبی بالورق نقدان)

اس لئے کوئی ایسی سکیم جس میں کسی شئے کی زیادہ تعداد ادا کرنی پڑے وہ زیادتی ربا کے مترادف ہوگی پس وہ اسلامی معیشت میں ناقابل قبول ہے۔

ثانیاً" قرض خواہ کے لئے یہ غیر منصفانہ اور استحصال پر مبنی اقدام ہے کہ وہ قرض کی رقم میں واقع ہونے والی کمی کا معاوضہ حاصل کرے' جبکہ وہ اس بات پر تیار نہیں کہ اگر رقم کی قیمت میں زیادتی ہو جائے تو کم مقدار قبول کر لے۔ دوسرے الفاظ میں کسی قرض خواہ کو افراط زر سے تحفظ کیوں فراہم کیا جائے جبکہ قرضدار کو تفریط زر سے ایسا ہی تحفظ فراہم نہیں کیا جاتا۔

۲۲۹۔ آخر میں شرکاء سیمینار نے اتفاق رائے سے حسب ذیل قرار داد منظور کی۔

(۱) (کاغذی نوٹ سود' زکوٰۃ کے وجوب' بیع سلم' مضاربہ اور شراکت وغیرہ کے تعین میں درہم اور دینار کی مانند ہیں اور امام ابو یوسف کی یہ رائے ہے کہ اگر قرض موخر ادائیگی کے وعدہ پر سکوں کی صورت میں لیا جائے اور پھر ان کی قیمت میں کمی یا بیشی ہو جائے تو وہ قرض سکوں کی مالیت میں درہم اور دینار کی نسبت سے جو کہ ادائیگی کے وقت رائج ہو' ادا کیا جائے گا۔ اس کا اطلاق کاغذی نوٹوں کی کرنسی پر نہیں ہو سکتا۔ یہ نوٹ درہم اور دینار کا متبادل ہیں اور اس بارے میں اتفاق رائے ہے کہ ان کی قدر میں کسی تبدیلی کو موخر ادائیگی میں پیش نظر نہیں رکھا جائے گا۔

(۲) سیمینار میں شریک جملہ علماء نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ربا اور قرض کی احادیث میں مذکور یکسانیت اور مساوات سے وزن' پیمائش اور مقدار کی مساوات مراد ہے' مالیت کی برابری

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مراد نہیں۔ یہ بات متعلقہ احادیث سے بھی ظاہر ہے جن میں اشیاء کے سود پر مبنی لین دین میں اس کی خوبی کو مد نظر نہیں رکھا جاتا اور امت اس نکتہ پر متفق و عمل پیرا ہے۔

(۳) موخر ادائیگی پر دیئے گئے قرض کی کسی بھی قسم میں اشاریہ بندی اس طریقے سے جائز نہیں کہ فریقین جو کسی مروج کرنسی میں بیع یا قرض کا معاہدہ کرتے ہیں اس کا تعلق بعض اشیاء سے جوڑلیں اور قرضدار خریدار پر یہ پابندی عائد کردیں کہ اسے ادائیگی کے وقت ان اشیاء کی قیمت اس وقت کے مروجہ سکے میں ادا کرنی ہوگی۔

۲۳۰۔ مندرجہ بالا توضیح سے ظاہر ہوتا ہے کہ جہاں تک قرض دینے اور لینے کا تعلق ہے ابن عابدین اور دوسرے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی قرض سکوں کی صورت میں کچھ مدت کے لئے لیا جائے تو وہ اتنی ہی مقدار میں واپس کیا جائے گا۔ چاہے اس کی قیمت میں کمی ہوجائے یا اضافہ' بشرطیکہ وہی کرنسی رائج ہو اور حکومت نے اسے بند نہ کیا ہو۔ البتہ اگر وہ کرنسی بند کردی گئی ہو یا لوگ اس میں لین دین نہ کرتے ہوں تو اس صورت میں قرض کرنسی کی اس قیمت کے مساوی رقم میں ادا کیا جائے گا جو قرض لیتے وقت ہو۔

۲۳۱۔ مندرجہ بالا بحث کے لئے ہم درج ذیل تین مقدمات یعنی (۱) بینک آف اومان لمیٹڈ بنام ایسٹ ٹریڈنگ کمپنی و دیگران (۲) ارشاد۔ ایچ خان بنام مسز پرویزن اعجاز اور (۳) حبیب بینک لمیٹڈ بنام محمد حسین و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی) میں دیئے گئے فیصلوں سے اتفاق کرتے ہیں اور اعجاز ہارون بنام انعام درانی (پی ایل ڈی ۱۹۸۹ء کراچی ۳۰۴) میں اختیار کردہ موقف سے جو کہ فاضل جج نے طیب بنام الفا انشورنس کمپنی لمیٹڈ و دیگر (سی ایل سی ۱۹۹۰ء ۴۲۸) میں بھی اختیار کیا تھا انڈ یکیشن کی بنیاد پر قرض پر اضافی رقم کی ادائیگی کی اجازت دینے کی حد تک بصد احترام اختلاف کرتے ہیں۔

پروفیسر نجات اللہ صدیقی کی رائے

۲۳۲۔ پروفیسر نجات اللہ صدیقی (حال مقیم جدہ) نے جن کا شمار برصغیر پاک و ہند کے ممتاز ماہرین معاشیات میں ہوتا ہے عدالت کی طرف سے بھیجے گئے سوالنامہ کے جواب میں "تخفیف زر اور قرضہ کی واپسی پر اس کا اثر" کے زیر عنوان حسب ذیل رائے کا اظہار کیا۔

"کرنسی کی قیمت میں کمی (Devaluation) سے ان قرضوں کی ادائیگی متاثر نہیں ہوگی جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس تخفیف زر سے پہلے لئے گئے ہوں۔ جب قرض کے معاملات کے فریقین پرائیویٹ افراد ہوں' مذکورہ بالا رائے کی علت غائی سے ظاہر ہے۔ کسی کرنسی میں تخفیف زر کا اثر بیرونی کرنسیوں میں اس کی مالیت پر پڑتا ہے اور اس سے اکثر اندرون ملک اس کی قوت خرید متاثر ہوتی ہے' خصوصاً" درآمد کردہ اشیاء کے حوالے سے ایسا عموماً" کسی ملک کے عوام کے مفاد میں برآمدات کو فروغ دے کر درآمدات کی حوصلہ شکنی کرکے کیا جاتا ہے۔ اس سے نہ صرف قرض خواہ کو بلکہ مقروض کو بھی ایک حد تک نقصان پہنچتا ہے۔ اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ قرض دینے والا نقصان کی تلافی کا مستحق ہے تو ہم اس تلافی کے لئے کسے ذمہ دار ٹھہرائیں؟ یہ صرف وہ مقتدرہ (Authority) ہوسکتی ہے جس نے کرنسی کی قیمت میں کمی کی ہو قرضدار نہیں ہوسکتا کیونکہ تخفیف زر میں اس کی رائے بے معنی ہوتی ہے اگر ہم ریاست سے تلافی کرنے کو کہیں تو وہ اس کے لئے ٹیکس لگاکر سرمایہ حاصل کرے گی پھر تمام قرض خواہوں کو تلافی کرنے کے لئے بہت زیادہ انتظامی اخراجات برداشت کرنے ہوں گے۔ اس لئے ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ قرض دینے والوں کے لئے بہتر ہوگا کہ وہ قرض دیتے وقت تخفیف زر کو مدنظر رکھنے کا خطرہ قبول کرلیا کریں۔ اگر وہ اس خطرہ سے بچنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے یہ راستہ کھلا ہے کہ یا تو قرض دینے سے انکار کردیں یا سونا اور کوئی دوسری ایسی چیز قرض دیں' جس کے ایسے خطرات میں پھنسنے کا اندیشہ نہ ہو۔"

اشارہ بندی کی بابت عمر چھاپڑہ کی رائے

۲۳۳۔ ہم اس بحث کو معروف پاکستانی ماہر معاشیات ایم۔ عمر چھاپڑہ کی کتاب "Towards A Just Monetary System" سے ایک اقتباس نقل کرکے ختم کرتے ہیں :-

"قرض حسنہ کی اشاریہ بندی بھی قیمت کے اشاریہ کے لحاظ سے معاشی وجوہ کی بناء پر قابل دفاع نہیں ہوسکتی' اگرچہ ایسا قرض حسنہ دینے والے کے ساتھ انصاف کرنے کے معصوم جذبہ کے ساتھ تجویز کیا جاتا ہے تاہم اس میں قرض دار کے ساتھ صریح ناانصافی کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ خصوصاً" ان برسوں میں جب افراط زر کی شرح سود کی شرح سے زیادہ ہو۔ اشاریہ بندی حقیقی دنیا میں بنیادی طور پر سود کی صفر شرح دلالت کرتی ہے' بہرحال ایسا شاذ ہی ہوتا ہے سود کی اصل شرح متغیر ہوتی رہتی ہے اور بعض سالوں کے دوران یہ منفی ہوکر رہ جاتی ہے۔ جب یہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مثبت تھی اس سے حقیقی منافع کمایا گیا اس لئے قرض خواہوں کو سود کی حقیقی زیر و شرح کی یقین دہانی نہیں کرائی جاتی تو کیا اسلامی ملکوں میں ایسا کرنا دانشمندی ہو گی؟"

۲۳۴۔ مسٹر افضال الرحمان "سیرہ انسائیکلوپیڈیا" (مطبوعہ لندن ۱۹۸۲ء جلد دوم' ص ۔ ۲۱۸) میں لکھتے ہیں :-

مختصر یہ کہ اسلام انسان کے اس حق کو تسلیم کرتا ہے کہ وہ اللہ کی زمین پر اپنی صلاحیت' قابلیت اور فطری خوبیوں کے مطابق رزق تلاش کرے وہ انسان کو یہ حق نہیں دیتا کہ حصول دولت کے لئے ایسے ذرائع اختیار کرے جو اس کی اخلاقی گراوٹ یا معاشرتی حیثیت کو خراب کرنے کا موجب ہوں۔ اسلام کمائی کے مختلف ذرائع کے درمیان حلال اور حرام کی حد قائم کرتا ہے اور ایسے تمام طریقوں پر عدم حلت کی قدغن لگاتا ہے جو اخلاقی یا معاشرتی لحاظ سے نقصان دہ ہوں۔ اس غرض کے لئے اس نے ان طریقوں کی واضح طور پر صراحت کردی ہے جنہیں وہ نقصان دہ سمجھتا ہے اسلامی قانون میں شراب' دیگر منشیات اور مشروبات جو برائی اور فحاشی پھیلاتے ہیں' نہ صرف بجائے خود حرام ہیں بلکہ ان کی تیاری' فروخت اور قبضہ میں رکھنے کو بھی خلاف قانون قرار دیا گیا ہے۔ اسلام بدکاری' نشہ پیدا کرنے والے میوزک اور رقص وغیرہ کو کمائی کے جائز ذرائع تسلیم نہیں کرتا۔ وہ ایسے تمام معاملات کو حرام ٹھہراتا ہے جس میں ایک فرد کے فائدہ کے لئے دوسرے افراد یا معاشرہ کو نقصان پہنچایا جائے' رشوت' چوری' جوابازی' سٹہ' دھوکے اور فراڈ پر مبنی کاروبار' ذخیرہ اندوزی' اور اشیائے ضرورت کو مہنگی قیمت پر بیچنے کی غرض سے روک رکھنا' ذرائع پیداوار پر ایک یا زیادہ اشخاص کی اجارہ داری جس سے دوسروں کے لئے میدان محدود ہو جائے ایسے تمام افعال کو ناجائز ٹھہرایا گیا ہے۔ اس نے بڑی احتیاط سے کاروبار کی ایسی تمام شکلوں کو ناجائز قرار دیا ہے جن سے مناقشات اور تنازعات پیدا ہونے کا اندیشہ ہو یا جن میں نفع یا نقصان کا انحصار محض قسمت یا چانس پر ہو یا جن میں فریقین کے حقوق واضح نہ ہوں۔"

سودی قوانین کا جائزہ

۲۳۵۔ اب ہم ان مختلف مالیاتی قوانین یا ان کی مدد سے متعلق دفعات کو لیتے ہیں جنہیں پیش نظر درخواستوں کے ذریعے عدالت ہذا میں چیلنج کیا گیا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

I- قانون سود (The Interest Act ء1839)

اس (قانون) کے ابتدائیہ میں کہا گیا ہے "ہر گاہ تیسرے اور چوتھے انسٹیٹیوٹ ولیم باب ۴۲' دفعہ ۲۸ کے احکام کا جو کہ بعض صورتوں میں سود کی اجازت دینے سے تعلق رکھتے ہیں۔ حکومت ایسٹ انڈیا کمپنی کے ماتحت علاقوں نیز ہر مجسٹی کی عدالتوں کے دائرہ اختیار میں آنے والے بعض دوسرے مقامات پر اطلاق کرنا قرین مصلحت ہے۔ لہٰذا حسب ذیل قانون نافذ کیا جاتا ہے۔

(ا) کہ تمام قرضوں اور بعض رقوم پر جو کسی وقت یا بصورت دیگر واجب الادا ہوں گی' عدالت جس کے روبرو ویسے قرضے یا رقوم وصول کی جائیں' مجاز ہوگی کہ اگر وہ مناسب سمجھے تو قرض خواہ کو اتنی شرح سے جو کہ موجودہ شرح سے زیادہ نہ ہو اور اس وقت سے جبکہ وہ قرضے یا رقوم واجب الادا ہوں' جبکہ وہ قرضے یا رقوم کسی تحریری دستاویز کی بناء پر واجب الادا ہوں سود وصول کرنے کی اجازت دے دے۔ تاہم شرط یہ ہے کہ سود ان تمام صورتوں میں عائد ہوگا جن میں وہ اس وقت لاگو ہوتا ہے۔"

۲۳۶۔ اسلامی نظریاتی کونسل حکومت سے محولہ بالا قانون کی تنسیخ کی سفارش کرچکی ہے۔ حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو۔

(Council's Final Report on Islamazation of Laws December,1983)

رپورٹ کے متعلقہ اقتباسات نیچے نقل کئے جاتے ہیں :-

"کونسل نے قانون سود مجریہ ۱۸۳۹ء پر اپنے اجلاس منعقدہ ۲۷ ستمبر ۱۹۶۶ء میں غور کیا اور ممبران کی طرف سے مختصر سی بحث کے بعد طے پایا کہ اس قانون پر غور اس وقت تک ملتوی کردیا جائے جب تک ربا کے مسئلہ پر کونسل کا فیصلہ نہ آجائے" کونسل نے اس قانون پر ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء کے سیشن میں دوبارہ غور کیا اور حسب ذیل تبصرہ کے ساتھ اس کی تنسیخ کی سفارش کی گئی۔

"اس قانون کے تحت عدالتیں قرض خواہوں کو ایسی رقوم یا قرضوں پر جو ان کے روبرو ادا کئے جائیں سود کی ڈگری دینے کی مجاز ہیں۔ یہ قانون قرآن و سنت کے احکام کے منافی ہے۔ کونسل ربا کے مسئلہ پر اپنا یہ حتمی فیصلہ دے چکی ہے کہ ربا (سود) اپنی تمام صورتوں میں حرام ہے۔ اس لئے کونسل اس قانون کی منسوخی کی سفارش کرتی ہے۔"

۲۳۷۔ اس قانون کو بینچ کے ممبران میں سے ایک (جسٹس تنزیل الرحمان' تب جج ہائی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کورٹ سندھ) نے حبیب بینک لمیٹڈ بنام محمد حسین و دیگر (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۶۲۱) نامی مقدمہ میں غور کرنے کے بعد اسلامی احکام کے منافی قرار دیا تھا۔

۲۳۸۔ ان وجوہ کی بناء پر جو تفصیل سے زیر بحث آچکی ہیں' ہم قرار دیتے ہیں کہ قانون سود ۱۸۳۹ء اسلامی احکام سے' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں متعین ہیں' متصادم ہے۔

II- گورنمنٹ سیونگز بینک ایکٹ ۱۸۷۳ء

The Govt Savings Bank Act, 1873

۲۳۹۔ اس قانون میں کھاتہ دار کی موت پر امانت کی ادائیگی کے لئے وارث کی نامزدگی اور ادائیگی کا قانونی اہتمام کیا گیا ہے ویسی ادائیگی مکمل بے باقی ہونی چاہئے بہرحال اس میں تعمیل کنندہ اور قرض خواہ وغیرہ کے حقوق کو مستثنٰی ٹھہرانے کا اہتمام بھی کیا گیا ہے۔

۲۴۰۔ اس قانون کی دفعہ ۱۰' کی عبارت جسے چیلنج کیا گیا ہے اس طرح ہے :

دفعہ ـــ ۱۰ "کوئی امانت جو کسی نابالغ نے خود یا اس کی طرف سے جمع کرائی گئی ہو' اسے ذاتی طور پر ادا کی جائے گی' اگر وہ اس نے خود جمع کرائی ہو یا اس کے سرپرست کو' جبکہ وہ امانت نابالغ کے علاوہ کسی اور شخص نے جمع کرائی ہو' نابالغ کے استعمال کے لئے اس پر لاگو ہونے والے سود سمیت ادا کی جائے گی۔"

۲۴۱۔ اس قانون کی محولہ بالا دفعہ میں امانت کی ادائیگی "معہ سود" کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس لئے اس دفعہ کو احکام اسلام سے متصادم قرار دیا جاتا ہے۔

III- قانون دستاویزات قابل بیع و شرئ ۱۸۸۱ء

(The Negotiable Instruments Act of 1881)

۲۴۲۔ قانون ہذا پرامیسری نوٹ' مبادلہ ہنڈی (Bill of Exchange) اور چیک سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا پہلا باب ابتدائی نوعیت کا ہے۔ دوسرا باب نوٹ' بلوں اور چیکوں کے بارے میں ہے اور اس میں مختلف دستاویزات قابل بیع و شرئ کی تعریف کی گئی ہے۔ تیسرا باب نوٹوں' بلوں اور چیکوں کے فریقین سے متعلق ہے۔ چوتھے باب میں دستاویزات کی خرید و فروخت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ پانچواں باب دستاویزات کے پیش کرنے اور چھٹا باب منجملہ دیگر امور کے'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سود کی ادائیگی کے بارے میں ہے' باب ہفتم نوٹوں' بلوں اور چیکوں پر عائد ہونے والی ذمہ داری کی بیباقی سے تعلق رکھتا ہے۔ باب ہشتم اور نہم میں چیک کو کیش نہ کرنے کے بارے میں نوٹ لکھنے سے ہے۔ الغرض ابتدائی سولہ باب اسی طرح کے متفرق امور سے تعلق رکھتے ہیں۔ سترھویں باب (جو کہ آخری ہے) کی دفعات ۷۹ اور ۸۰ جنہیں چیلنج کیا گیا ہے' درج ذیل ہیں۔

"دفعہ ۷۹۔ قرضداروں کی سہولت کے لئے وقتی طور پر نافذ العمل کسی قانون کے تابع رہتے ہوئے اور مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کی دفعہ کے احکام کو متاثر کے بغیر :-

(الف) جب سود یا نفع کسی دوسری صورت میں تصریح کردہ شرح سے کسی پرامیسری نوٹ یا مبادلہ ہنڈی پر صراحتاً" عائد کیا جائے اور وہ تاریخ مقرر نہ کی جائے۔ جس تاریخ سے سود یا کسی دوسری شکل میں نفع ادا کرنا ہو' تو سود یا کسی دوسری شکل میں نفع واجب الادا اصل رقم پر نوٹ کی تاریخ سے یا بل کی صورت میں اس تاریخ سے جب رقم واجب الادا ہو جائے' یا ایسی رقم کی بازیابی یا وصولی کے لئے مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ تک شمار کیا جائے گا۔

(ب) جب پرامیسری نوٹ یا مبادلہ ہنڈی سود کے بارے میں خاموش ہو یا واجب الادا اصل رقم پر سود کی شرح کی صراحت نہ کی گئی ہو تو تو سود کے بارے میں فریقین کے مابین کسی متوازی معاہدہ کے باوجود' سود وصول کرنے کی اجازت ہوگی اور وہ نوٹ کی تاریخ سے یا بل کی صورت میں رقم کے واجب الادا ہو جانے کی تاریخ سے رقم کی وصولی کی تاریخ تک یا وصولی کے لئے مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ تک ۶ فیصد سالانہ شرح سے شمار کیا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ دستاویز کی رو سے کسی رقم کے واجب الادا ہو جانے کی صورت میں' جہاں نفع سود کی بجائے کسی اور بنیاد پر طے کیا گیا ہو واجب الادا رقم پر نفع' جبکہ دستاویز میں نفع کی کوئی شرح مقرر نہ کی گئی ہو حسب ذیل شرح سے شمار کیا جائے گا۔

(i) قیمت میں مارک اپ' پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کی بنیاد پر نفع کی صورت میں اسی شرح سے جو مارک اپ' پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت' جو بھی صورت ہو' کے معاہدہ میں طے پائی ہو اور

(ii) نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر نفع کی صورت میں اس شرح سے جو عدالت بینکار کمپنی اور مقروض کے مابین قرض لیتے وقت نفع میں شراکت کی بابت طے پانے والے معاہدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے جیسا کہ وہ مقدمہ کے حالات میں جائز اور معقول سمجھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) کلاز (الف) و (ب) کے احکام سے قطع نظر کسی رقم پر نفع جبکہ وہ سود کی بجائے کسی اور بنیاد پر لاگو ہوتا ہو' اس تاریخ سے دلایا جائے گا جس تاریخ سے رقم واجب الادا ہوجائے اور اس تاریخ تک عائد ہوگا جب تک کہ رقم واقعی ادا نہ کردی جائے۔"

"دفعہ ۸۰۔ جب دستاویز میں سود کی شرح کی صراحت نہ کی جائے تو واجب الادا رقم پر سود' فریقین کے مابین سود کی بابت کسی اتفاق رائے کے باوجود ٦ فیصد شرح سالانہ سے شمار کیا جائے گا اور اس تاریخ سے عائد ہوگا جس دن رقم واجب الادا ہوجائے اور ادائیگی یا وصولیابی کی تاریخ تک اس کے حصول کے لئے دائرکردہ مقدمہ کی تاریخ سے اس تاریخ تک جس کی عدالت ہدایت کرے۔ تاہم شرط یہ ہے کہ دستاویز کی رو سے کسی رقم کے واجب الادا ہونے کی صورت میں جہاں نفع سود کے علاوہ کسی اور بنیاد پر ہو' تو واجب الادا رقم پر نفع' جبکہ اس کی کوئی شرح مقرر نہ کی گئی ہو' حسب ذیل طرح سے شمار کیا جائے گا اور اس تاریخ سے لاگو ہوگا جب رقم واجب الادا ہوگئی ہو اور اس تاریخ تک وصول کیا جائے گا جس تاریخ کو واقعتاً" رقم ادا کی جائے۔

(الف) قیمت میں مارک اپ' پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کی بنیاد پر نفع کی صورت میں' مارک اپ' پٹہ داری' کرایہ داری یا حق الخدمت' جو بھی صورت ہو' کی شرح سے۔

(ب) نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر منافع کی صورت میں اس شرح سے جو عدالت' بینکار کمپنی اور قرض دار کے مابین نفع میں شراکت کی بابت طے پانے والے معاہدہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقدمہ کے حالات میں جائز اور معقول سمجھے۔

تشریح :-

جب سود ادا کرنے والا فریق کسی ایسی دستاویز کا تطہیر کنندہ ہو' جسے عدم ادائیگی کے ذریعے مسترد کردیا گیا ہو' تو وہ سود یا کسی دوسری شکل میں نفع جو بھی صورت ہو' ادا کرنے کا پابند ہوگا اور صرف اس تاریخ سے ادائیگی کرے گا جب اسے دستاویز کے استرداد کی اطلاع ملی ہو۔"

۱۴۱۳۔ دفعہ ۷۹ (الف) میں سود یا کسی دوسری شکل میں تصریح کردہ شرح پر نفع کا قانونی اہتمام کیا گیا۔ اس دفعہ کے سیاق و سباق میں استعمال کئے گئے لفظ منافع (Return) سے سود کے علاوہ کوئی اور مفہوم مراد نہیں لیا جاسکتا۔ جو کہ لفظ ربا کی تعریف میں آتا ہے۔ جس پر پہلے بحث

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہو چکی ہے۔ ذیلی دفعہ (ب) ایک ایسی صورت حال سے بحث کرتی ہے جس میں سود کی شرح کی صراحت نہ کی گئی ہو۔ ایسی صورت حال میں یہ دفعہ کہتی ہے کہ واجب الادا اصل رقم پر سود کی وصولی کی اجازت ہوگی اور سود اس تاریخ سے جبکہ رقم واجب الادا ہو جائے بلکہ رقم جمع کرانے یا وصولیابی کے لئے مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ سے حقیقتاً" ادائیگی تک ۶ فیصد سالانہ شرح سے شمار کیا جائے گا۔ جسے ہم پہلے ہی اسلام کی رو سے حرام قرار دے چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں کہ اس لفظ کو ان دفعات میں سے حذف کیا جائے۔

۲۴۴۔ جہاں تک شرطیہ جملہ کی کلاز (i) کا تعلق ہے۔ اس میں جو کئی اصطلاحین استعمال کی گئی ہیں۔ ان میں سے ایک "مارک اپ" ہے۔

۲۴۵۔ "مارک اپ" کے متعلق مولانا محمد تقی عثمانی نے جو کچھ عرصہ وفاقی شرعی عدالت کے جج رہے اور آج کل سپریم کورٹ کے شرعی اپیلاٹ بنچ کے ممبر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں' لکھا ہے کہ بینک کاری کا یہ نظام جائز نہیں کیونکہ یہ بظاہر ربا کی ایک صورت ہے۔ جسے اسلام نے حرام ٹھہرایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :-

"بلاسود بینکاری پر اب تک جو علمی و تحقیقی کام سامنے آیا ہے اس پر احقر کی معلومات کی حد تک سب سے زیادہ جامع' مفصل اور تحقیقی رپورٹ وہ ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل نے علمائے کرام اور ماہرین معاشیات و بینکاری کی مدد سے مرتب کی تھی اور اب منظرعام پر آچکی ہے۔ اس رپورٹ کا حاصل بھی یہی ہے کہ بلا سود بینکاری کی اصل بنیاد نفع و نقصان کی تقسیم پر قائم ہوگی اور بینک کار بیشتر کاروبار شراکت یا مضاربت پر مبنی ہوگا۔ البتہ جن معاملات میں شراکت یا مضاربت کارآمد نہیں ہو سکتی' وہاں کے لئے اس رپورٹ میں کچھ اور متبادل راستے بھی تجویز کئے گئے ہیں۔ جنہیں بوقت ضرورت عبوری دور میں اختیار کیا جاسکتا ہے۔ انہی متبادل راستوں میں سے ایک متبادل راستہ وہ ہے جسے اس رپورٹ میں "بیع موجل" کا نام دیا گیا ہے۔

اس طریق کار کا خلاصہ اس طرح سمجھئے مثلاً ایک کاشتکار ٹریکٹر خریدنا چاہتا ہے لیکن اس کے پاس رقم نہیں ہے۔ بحالت موجودہ بینک ایسے شخص کو قرض دیتا ہے۔ یہاں سود کے بجائے شرکت یا مضاربت اس لئے نہیں چل سکتی کہ کاشت کار ٹریکٹر تجارت کی غرض سے نہیں بلکہ اپنے کھیت میں استعمال کے لئے خریدنا چاہتا ہے... چنانچہ یہ تجویز پیش کی گئی کہ بینک کاشتکار کو روپیہ دینے کی بجائے ٹریکٹر خرید کر ادھار قیمت پر دے دے اور اس کی قیمت اپنا کچھ منافع رکھ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کر متعین کرے نیز کاشتکار کو اس بات کی مہلت دے کہ وہ بینک کو ٹریکٹر کی مقررہ قیمت کچھ عرصہ کے بعد ادا کردے' اس طریقے کو اسلامی کونسل کی رپورٹ میں بیع موجل کا نام دیا گیا ہے اور اس میں بینک نے ٹریکٹر کی بازاری قیمت پر جو منافع رکھا ہے اسے اصطلاح میں "مارک اپ" کہا جاتا ہے۔

اس پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے جب ہم یکم جنوری ۱۹۸۱ء سے نافذ ہونے والی اسکیم کا جائزہ لیتے ہیں تو یہ نقشہ بالکل برعکس نظر آتا ہے۔ اس اسکیم میں نہ صرف یہ کہ مارک اپ ہی کو غیر سودی کاؤنٹرز کے کاروبار کی اصل بنیاد قرار دے دیا گیا بلکہ مارک اپ کے طریق کار میں ان شرائط کا لحاظ بھی نہیں رکھا گیا جو اسے محدود فقہی جواز عطا کرسکتی تھیں چنانچہ اس میں درج ذیل سنگین خرابیاں نظر آتی ہیں۔

بیع موجل کے جواز کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ بائع جو چیز فروخت کررہا ہے وہ اس کے قبضے میں آچکی ہو۔ اسلامی شریعت کا یہ معروف اصول ہے کہ جو چیز کسی انسان کے قبضے میں نہ آئی ہو' اور جس کا کوئی خطرہ انسان نے قبول نہ کیا ہو اسے آگے فروخت کرکے اس پر نفع حاصل کرنا جائز نہیں اور زیر نظر اسکیم میں "فروخت شدہ" چیز کے بینک کے قبضے میں آنے کا کوئی تذکرہ نہیں بلکہ یہ صراحت کی گئی ہے کہ بینک اس اسکیم کے تحت کوئی چیز مثلاً چاول اپنے گاہک کو فراہم نہیں کرے گا بلکہ اس کو چاول کی بازاری قیمت دے گا' جس کے ذریعے وہ بازار سے چاول خریدلے گا۔ اسکیم کے الفاظ یہ ہیں۔

"جن اشیاء کے حصول کے لئے بینک کی طرف سے رقم فراہم کی گئی ہو ان کے بارے میں سمجھا جائے گا کہ وہ بینک نے اپنی فراہم کردہ رقم کے معاوضہ میں بازار سے خریدی ہیں اور پھر انہیں نوے دن کے بعد واجب الادا زائد قیمت پر ان اداروں کے ہاتھ فروخت کردیا ہے (جو اس سے رقم لینے آئے ہیں) (اسٹیٹ بینک نیوز لیٹر یکم جنوری ۱۹۸۱ء صفحہ ۹)

اس میں اس بات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے کہ وہ اشیاء بینک کی ملکیت اور اس کے قبضے میں کب اور کس طرح آئیں گی؟ اور محض کسی شخص کو کوئی رقم دے دینے سے یہ کیسے سمجھ لیا جائے کہ جو چیز وہ خریدنا چاہ رہا ہے' وہ پہلے بینک سے خریدی اور پھر اس کے ہاتھ بیچ دی ہے؟ صرف کاغذ پر کوئی بات فرض کرلینے سے وہ حقیقت کیسے بن سکتی ہے جب تک اس کا صحیح طریق کار اختیار نہ کیا جائے۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بلکہ یہ کہا گیا کہ ۲۸ مارچ کو چاول وغیرہ کی خریداری کے لئے بینکوں سے جو رقمیں رائس کارپوریشن کو پہلے سے دی ہوئی تھیں۔ ۲۸ مارچ کو ہی یہ سمجھا جائے گا کہ کارپوریشن نے وہ رقمیں سود کے ساتھ بینک کو واپس کردی ہیں' اور پھر بینک نے اسی روز وہ رقمیں دوبارہ کارپوریشن کو مارک اپ کی بنیاد پر دے دی ہیں اور جس جنس کی خریداری کے لئے وہ قرضے دیئے گئے تھے' یہ سمجھا جائے گا کہ وہ بینک نے خریدی ہے اور پھر کارپوریشن کو مارک اپ کی بنیاد پر بیچ دی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جن رقموں سے کارپوریشن پہلے چاول وغیرہ خرید چکی ہے اور شائد خرید کر آگے فروخت بھی کرچکی ہے۔ اس کے بارے میں کون سی منطق کی رو سے یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ بینک نے خرید کر دوبارہ کارپوریشن کو بیچی ہے؟

اس سے یہ بات واضح طور پر مترشح ہوتی ہے کہ بیع موجل کا طریقہ حقیقی طور پر اپنانا پیش نظر نہیں بلکہ فرضی طور پر اس کا محض نام لینا پیش نظر ہے' اور انتہا یہ ہے کہ اس جگہ یہ نام بھی برقرار نہیں رہ سکا بلکہ بینک کی دی ہوئی رقم کو قرض (Advance) اور اس عمل کو قرض دینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔" (اسٹیٹ بینک نیوز لیٹر یکم جنوری ۱۹۸۱ء ص ۷)

اس اسکیم میں ایک سنگین ترین غلطی اور ہے' بیع موجل کے لئے ایک لازمی شرط یہ ہے کہ معاہدے کے وقت فروخت شدہ شے کی قیمت بھی واضح طور پر متعین ہوجائے اور یہ بات بھی کہ یہ قیمت کتنی مدت میں ادا کی جائے گی؟ پھر اگر خریدنے والا وہ قیمت معینہ مدت میں ادا نہ کرے تو اس سے وصول کرنے کے لئے تمام قانونی طریقے استعمال کئے جاسکتے ہیں' لیکن ادائیگی میں تاخیر کی بنیاد پر معینہ قیمت میں اضافہ کرنے کا شرعاً" کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ تاخیر کی بنیاد پر قیمت میں اضافہ کرتے چلے جائیں تو اس کا دوسرا نام سود ہے' لیکن زیر نظر اسکیم میں اس اہم اور بنیادی شرط کی بھی یہ پابندی نہیں کی گئی بلکہ بعض معاملات میں وضاحت کے ساتھ اس کی خلاف ورزی کی گئی ہے چنانچہ اس میں کہا گیا ہے کہ امپورٹ بلوں کی ادائیگی میں بینک جو رقم خرچ کرے گا' اس پر ابتداء" بیس دن کی مدت کے لئے اعشاریہ ۷۸ فیصد مارک اپ وصول کرے گا اور اگر یہ رقم بیس دن میں ادا نہ ہوئی تو اگلے چودہ دن کے لئے اعشاریہ ۵۸ فیصد مارک اپ کا مزید اضافہ کردے گا اور اگر ۳۴ دن گزر جانے پر بھی قیمت کی ادائیگی نہ ہوئی تو اس قیمت پر مزید ۶۲ فیصد مارک اپ کا اضافہ ہوگا اور اگر ۴۸ دن گزر جانے کے بعد بھی ادائیگی نہ کی گئی تو آئندہ ہر پندرہ دن کی تاخیر پر مزید اشاریہ ۷۹ فیصد کے حساب سے مارک اپ کا اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اندازہ فرمایئے کہ یہ طریق کار واضح طور پر سود کے سوا اور کیا ہے؟ اگر اس کا نام "انٹرسٹ" کی بجائے مارک اپ رکھ دیا' جائے اور باقی تمام خصوصیات وہی رہیں تو اس سے غیر سودی نظام کیسے قائم ہو جائے گا؟

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کو جس قسم کا نظام سرمایہ کاری مطلوب ہے وہ مارک اپ کے "میک اپ" سے حاصل نہیں ہو گا۔ اس کے لئے محض قانونی لیپ پوت کی نہیں' انقلابی فکر کی ضرورت ہے۔"

۲۴۶۔ یہاں یہ بیان کرنا مناسب ہو گا کہ اسلام میں بیع کے جائز معاہدوں میں سے ایک بیع موجل ہے۔ یہ اس قسم کا معاہدہ بیع ہے جس میں چیز کی قیمت موخر بنیاد پر یا تو ایک ساتھ یا اقساط کی صورت میں قابل ادائیگی ہوتی ہے۔ یہاں ہم مجلّہ کی دفعہ ۲۴۵ کا حوالہ دیں گے جو اس طرح ہے "کسی چیز کو اس شرط پر بیچنا جائز ہے کہ اس کی قیمت موخر ادائیگی کی بنیاد پر یا تو اکٹھی یا اقساط میں واجب الادا ہو۔" (مجلّہ احکام العدلیہ (۲۴۵)

۲۴۷۔ فقہا نے اس بیع کے جواز کی جو شرطیں مقرر کی ہیں وہ اس طرح ہیں۔

۱۔ ادائیگی کا وقت معین اور معلوم ہونا چاہئے۔

۲۔ بائع کے لئے لازمی ہے کہ جس چیز کا سودا کیا ہو' وہ خریدار کے حوالے کردے۔ (الاتاسی۔ شرح المجلہ' جلد دوم' کوئٹہ ایڈیشن صفحہ ۱۶۶)

۲۴۸۔ البتہ فقہا میں اس بارے میں اختلاف رائے ہے کہ آیا مال کی قیمت میں اضافہ موخر ادائیگی کے عوض درست ہے یا نہیں۔ ایک حنبلی فقیہہ ابن قدامہ لکھتے ہیں۔

"لا باس ان یقول بعت بکذا نقدا و بکذا نسیتہ۔"

"یہ جائز ہو گا اگر بائع یوں کہے کہ اگر قیمت نقد ہو تو وہ اتنے پیسے لے گا اور اگر ادائیگی کچھ مدت بعد کرنی ہے تو اتنے پیسے زیادہ لے گا۔" (المغنی جلد چہارم ۲۳۵۔۲۳۴ بیروت ایڈیشن)

۲۴۹۔ بعض جدید ماہرین معاشیات نے تجویز کیا ہے کہ بیع موجل پر بنکاری نظام میں عمل کیا جا سکتا ہے اور حکومت نے یہ عمل ۱۹۸۱ء سے مارک اپ اور مارک ڈاؤن کے نام سے شروع کردیا ہے۔ ان کے خیال میں یہ زراعت اور صنعت نیز اندرونی اور درآمدی تجارت میں سرمایہ لگانے کی ضروریات پوری کرنے میں خاصا کار آمد ثابت ہو سکتا ہے۔ مثال کے طور پر کھاد کے ایک تھیلے کی بنک میں رواں قیمت ۵۰ روپے ہے۔ بنک اسے اپنے ایجنٹ کے ذریعے ضرورت مند

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کسانوں کو ۵۵ روپے میں اس شرط کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی اتنی مدت کے بعد کی جائے گی تاہم بنک اپنے ایجنٹ کو پچاس روپے کھاد کی فراہمی سے قبل یا فوراً" بعد اپنی ہدایت کے تابع ادا کرے گا۔ اندرونی ملک اور بالفرض در آمدی تجارت کی صورت میں ممکن طریقہ کار یہ ہو سکتا ہے کہ کسی کاروباری فرم کو بنک سے کسی ملکی فروخت کنندہ یا غیر ملکی بر آمد کنندہ سے کوئی چیز خریدنے/در آمد کرنے کے لئے سرمایہ کار کی ضرورت ہے۔ بنک اسے بل میں چھوٹ دینے یا قرضہ جاری کرنے کی بجائے متعلقہ فرم کے ساتھ معاہدہ کے تحت اس چیز کو اپنے حساب میں خرید/در آمد کر لیتا ہے اور وہ چیز فرم کو اس قیمت پر بیچ دیتا ہے جو پہلے طے کر لی گئی ہو۔ جس میں اصل قیمت پر مارک اپ بھی شامل ہو گا تاکہ بنک کو تھوڑا بہت نفع حاصل ہو سکے۔ بنک کو ادائیگی طے کردہ مدت کے بعد کی جا سکے گی۔

۲۵۰۔ لیکن یہ چیز اسلامی احکام سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ عملاً" یہ موجودہ سود پر مبنی معاملات کو جاری رکھنے کے لئے آڑ بن جائے گی۔ جنہیں در آمدی اشیاء کی خرید کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی وہ خریدنے کے لئے بنک سے رابطہ قائم کریں گے تو موخر قیمت ادائیگی میں زیادہ قیمت ادا کرنے کا وعدہ کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس طرح مدت کی میعاد جتنی طویل ہوگی' مارک اپ کی شرح قدرتی طور پر بڑھتی جائے گی۔ بنکوں کے پاس ضمانت ہوگی کہ انہوں نے اصلاً" جو قیمت ادا کی ہوگی' اس کے ساتھ نفع کے طور پر پہلے سے طے کردہ مارک اپ کی رقم اضافی ہوگی۔ جملہ عملی مقاصد کے لحاظ سے یہ لین دین بنک کے لئے اتنا ہی سود مند ثابت ہو گا جتنا کہ مقررہ شرح پر سود دینا۔

۲۵۱۔ حضرت عمرؓ کا معروف قول ہے :

"ذروا الربوا والریبتہ"

"ربا بھی چھوڑدو اور جو چیز ربا کا شک پیدا کرے' وہ بھی۔" (ابن ماجہ۔ ص ۲۴۲ بیروت ایڈیشن)

۲۵۲۔ طے کردہ مارک اپ ربا سے اس طرح مشابہت رکھتا ہے کہ اس میں اصلی رقم پر زیادتی کا تصور پایا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔

۲۵۳۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی سالانہ رپورٹ برائے ۷۹-۱۹۷۸ء کے صفحہ ۸-۲۰۷ پر بیع موجل کے بارے میں درج ذیل رائے کا اظہار کیا تھا :-

"اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ادھار کی صورت میں بائع جو زیادہ قیمت وصول کر رہا ہے۔ وہ صرف

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مدت کی قیمت ہے اور مدت پر قیمت لینا سود کے مشابہ ہے۔ اسی بناء پر بعض فقہا مثلاً قاضی خان نے اس صورت کو ناجائز قرار دیا ہے۔"

۲۵۴۔ یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہوگا کہ کونسل نے استیصال سود پر اپنی رپورٹ میں تجویز کیا تھا کہ مارک اپ کا طریقہ (بیع موجل) ناگزیر صورتوں تک محدود رکھنا چاہئے اور خبردار کیا تھا کہ "اسے وسیع پیمانہ پر استعمال کرنا مناسب نہیں ہوگا کیونکہ اس طرح سود کی بنیاد پر لین دین کرنے کا خطرہ لاحق رہے گا۔" بدقسمتی سے اس تنبیہہ کو نظرانداز کردیا گیا اور نئے انتظامات میں مارک اپ کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس سے بڑھ کر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مارک اپ کا نظام جیساکہ جنوری ۱۹۸۱ء میں اسے اختیار کیا گیا۔ بیع موجل کی معیاری شرائط سے مطابقت نہیں رکھتا اور اس میں ایسے کئی عناصر شامل ہیں جو واضح طور پر غیراسلامی ہیں اور ان میں سود مرکب کا عنصر موجود ہے یعنی مارک اپ کے اوپر مارک اپ۔ گو بعد میں اسے ترک کردیا گیا۔

۲۵۵۔ امرواقعہ یہ ہے کہ "مارک اپ تجارت کا اک ادھورا عمل ہے۔ بعض مذہبی اسکالرز نے اس کی اجازت خاص شرائط کے تحت دی ہے جبکہ بعض دوسرے علماء نے اس کی حلت کو چیلنج کیا ہے۔ بہرحال یہ ایک ایسا طریقہ کار ہے جو اشیاء کے بائع اور مشتری کے مابین لین دین کے معاہدوں سے تعلق رکھتا ہے۔ بنک تجارتی تنظیموں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ بنیادی طور پر مالیاتی ادارے ہیں۔ عوام الناس سے فنڈز اکٹھے کرتے ہیں اور ان میں سے پیداواری قرضے جاری کرتے ہیں۔ اس لئے یہ بات پوری طرح واضح ہوجانی چاہئے کہ اگر بنکاری نظام کو اسلام کے سانچہ میں ڈھالنا ہے تو مارک اپ اس کا کوئی حل نہیں' ہمیں کوئی اور راہ ڈھونڈنی پڑے گی جو بنکوں کے مالیاتی کردار کو بھی محفوظ رکھے اور سود سے بھی نجات دلادے جسے اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔"

(دیکھئے اسلامی نظام معیشت پر کونسل کی مجموعی رپورٹ مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۳ء ص ۱۱۸)

۲۵۶۔ یہاں یہ تذکرہ کرنا مناسب ہوگا کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے دسمبر ۱۹۸۳ء میں اس پیش رفت کا جائزہ لیتے وقت جو بلا سود بنکاری کے میدان میں اس کی طرف سے جون ۱۹۸۰ء میں استیصال سود پر رپورٹ پیش کرنے کے بعد ہوئی تھی منجملہ دیگر باتوں کے یہ کہا تھا کہ کونسل نے لین دین میں سہولت کی غرض سے عبوری دور کے لئے بعض عملی طریقوں مثلاً بیع موجل کے محتاط استعمال کی منظوری دی تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اس بات پر زور دیا تھا کہ ان طریقوں پر کلی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تکیہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے نہ صرف سود کے لئے چور دروازہ کھل جائے گا بلکہ یہ سودی نظام کو دوام بخشنے کا موجب ہوگا۔ اس لئے کونسل نے کہا کہ خاصا وقت گزر گیا لیکن استیصال سود کی سمت میں تسلی بخش پیش رفت نہیں ہوئی۔ بیع موجل کے طریقہ کو جس کی اجازت عبوری اقدام کے طور پر دی گئی تھی، تجارتی بنکوں نے غیر سودی معاملات میں خصوصی اہمیت دے دی ہے۔ کونسل نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ بلا سود بنکاری کے میدان میں پاکستان اور دوسرے ممالک نے خاصا تجربہ حاصل کرلیا ہے۔ اس لئے اب ضروری ہوگیا ہے کہ بنکاری اور مالیاتی نظام کے معاملات کو مکمل طور پر اسلام کے بنکاری مالیاتی نظام کے مطابق تصورات میں تبدیل کردیا جائے۔

۲۵۷۔ کونسل نے تجویز کیا کہ بیع موجل کو ناگزیر صورتوں میں بہت کم استعمال کیا جائے لیکن اسے نفع و نقصان کے معاملات میں ایک پالیسی طریقہ کار کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

۲۵۸۔ اسلامی ممالک میں یہ حقیقی خدشہ موجود ہے کہ اگر سود کو نفع و نقصان میں شرکت کے تحت بڑے پیمانہ پر مارک اپ نظام سے بدل دیا جائے تو یہ روح کی بجائے محض نام کی تبدیلی ہوگی۔ مارک اپ نظام کے تحت نفع و نقصان میں شراکت دراصل سود کے پرانے نظام کو نئے نام کے تحت دوام بخشنے کے مترادف ہے۔ بیع موجل یعنی موخر ادائیگی کی شرط پر فروخت' کا تصور ایک ایسی ہی تکنیک کا تصور ہے اگرچہ حنفی مکاتب فکر کے مطابق یہ بعض استثنائی صورتوں میں حرام نہیں ہے۔ اسے وسیع پیمانہ پر بروئے کار لاکر اس کا غلط استعمال کیا جارہا ہے جوکہ جائز نہیں، کیونکہ اپنی اصل میں یہ سودی نظام سے مختلف نہیں ہے۔

۲۵۹۔ اس امر کا حقیقی اور سنگین احتمال موجود ہے کہ نفع و نقصان میں شراکت کو اس کی موجودہ صورت میں غلط طریقے سے استعمال کیا جاتا رہے گا جو سود کی بنیاد پر لین دین کرنے کے لئے چور دروازہ کھولنے کا سبب بن جائے گا۔ اس سے انکار ممکن نہیں کہ بنکاری اور مالیاتی نظام سے سود کا خاتمہ، اصولی طور پر، ایک جری اقدام ہے۔ ابتدائی دور میں مسائل و مشکلات کا سر اٹھانا لازمی ہے۔ بہرحال اگر نئے انتظامات پر خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے حکم کے مطابق صحیح طریقے سے عمل شروع کردیا گیا تو اللہ کی مدد سے رکاوٹوں پر قابو پالیا جائے گا۔ جیساکہ قرآن مجید میں وعدہ کیا گیا ہے۔

فلینصرن اللہ من ینصرہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"اللہ یقیناً" ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے۔" (الحج۔ ۴۰)

۲۶۰۔ اسلامی نظام معیشت کی برکات کو صرف اسی صورت میں محسوس کیا جا سکتا ہے جب ربا کو اس کے صحیح اصطلاحی مفہوم میں بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ اس لئے یہ لازم ہے کہ ارتکاب فعل اور ترک فعل کی غلطیاں جو نفع و نقصان میں شراکت کے معاملات میں راہ پا گئی ہیں' مستعدی کے ساتھ ان کی اصلاح کی جائے تاکہ قوم کو سود کی لعنت سے نجات مل سکے۔ یہ ہماری بے شمار بدبختیوں کا ذمہ دار ہے۔ جیساکہ حضرت ابو یعلی سے مروی اس حدیث میں خبردار کیا گیا ہے:۔

"جب کسی جگہ زنا اور ربا پھیل جاتا ہے تو وہ بستی اللہ کے عذاب کے نزول کے لئے موزوں ترین جگہ بن جاتی ہے۔"

۲۶۱۔ ایک ممتاز ماہر معاشیات ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی "مارک اپ" پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"میں اس بات کو ترجیح دوں گا کہ بیع موجل کو جائز طریقوں کی فہرست سے یکسر خارج کر دیا جائے۔ اگر ہم قانونی شکل میں اس کے جواز کی اجازت بھی دیں تو ہمیں اس قانونی اصول کو مسترد کرنا ہو گا کہ اگر کوئی چیز کسی حرام چیز کی طرف راہنمائی کرے تو وہ خود بھی حرام ٹھہرتی ہے۔ بلا سود بنکاری کو اندر سے سبوتاژ ہونے سے بچانے کے لئے اس اصول کا بیع موجل پر اطلاق مناسب ہو گا۔" بحوالہ۔

(Money and Banking In Islam By Dr. Ziauddin Ahmed P.227)

۲۶۲۔ پس مارک اپ سسٹم' جیساکہ وہ مروج ہے' احکام اسلام کے منافی قرار دیا جاتا ہے نیز لفظ "مارک اپ" کو قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء کی دفعات ۷۹' ۸۰ سے حذف کر دیا جائے۔

۲۶۳۔ دوسری اصطلاح جو کہ دفعہ ۷۹ (ب) (i) میں استعمال کی گئی ہے وہ پٹہ داری (Lease) ہے۔ اس نظام میں بنک اپنے خریدار کے لئے مشینری خریدتا ہے اور اسے کرایہ پر دے دیتا ہے۔ فقہا نے اس طریقہ کی اجازت دی ہے تاہم انہوں نے اس کے جواز کی بعض شرائط مقرر کی ہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈمی نے ۱۱ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء میں عمان (اردن) کے مقام پر منعقد ہونے والے تیسرے سیشن میں بنکاری نظام میں پٹہ داری کو منظور کیا تھا۔ اس سلسلے میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اکیڈیمی کی منظور کردہ قرارداد یہ ہے :

" (i) گاہک کے ساتھ بنک کا یہ وعدہ کہ مشینری جو بنک خریدنے والا ہے۔ قبضہ میں لینے کے بعد اسے کرایہ پر دی جائے گی' اس قسم کا وعدہ درست اور جائز سمجھا جائے گا۔

(ii) اسلامی ترقیاتی بنک بھی اپنے گاہک کو ایسی مشینری کی خرید کے لئے اپنا ایجنٹ مقرر کرسکتا ہے جو گاہک کو درکار ہو اور اس کی قسم اور قیمت کا معاہدہ میں پہلے ہی تعین کیا جائے گا تاکہ گاہک اس مشینری کو خریداری کے بعد بنک سے کرایہ پر لے سکے۔ تاہم زیادہ مناسب یہ ہو گا کہ گاہک کے علاوہ کسی اور شخص کو مشینری کی خریداری کے لئے ایجنٹ مقرر کیا جائے۔

(iii) پٹہ داری کا معاملہ اس وقت طے کرنا چاہئے جب مشینری پورے طور پر قبضہ میں لے لی گئی ہو اور اس پر ایک علیحدہ معاہدہ کے ذریعے ابتدائی وعدہ اور نیابت کے طریقوں سے قطع نظر' عمل کرنا چاہئے۔

(iv) شریعت میں گاہک سے یہ وعدہ کرنا جائز ہے کہ پٹہ کی میعاد گزرنے کے بعد مال اسے ہبہ کردیا جائے گا۔ تاہم شرط یہ ہے کہ ایسا وعدہ پٹہ داری اور نیابت کے معاہدہ سے تعلق جوڑے بغیر آزادانہ طور پر کیا جائے۔

(v) اگر مشینری پٹہ کی میعاد کے دوران ضائع ہوجائے یا اسے نقصان پہنچ جائے' تو اس کا بار مشینری کے مالک کی حیثیت سے بنک پر ہو گا۔ تاہم اگر مشینری پٹہ دار کی غفلت یا غلط استعمال کے نتیجہ میں تباہ ہوئی ہو' تو ایسی صورت میں نقصان کا ذمہ دار وہ خود ہو گا۔"

۲۶۴۔ اگرچہ پٹہ داری شریعت میں جائز ہے پھر بھی بنکاری نظام میں اس کے کم سے کم استعمال کا مشورہ دیں گے کیونکہ اسلامی نظام میں' موجود نظام کی متبادل کے طور پر' نفع و نقصان میں شراکت کی نسبت کی بنیاد پر مضاربہ اور مشارکہ بہترین طریقے موجود ہیں جن میں نسبت کا تعین فریقین کے مابین شریعت کے مطابق طے کیا جاسکتا ہے۔

۲۶۵۔ ایک اور اصطلاع میں جو اس دفعہ میں استعمال کی گئی ہے وہ ملکیتی کرایہ داری (Hire Purchase) ہے۔ اس نظام کے تحت بنک ان اشیاء کی خریداری کے لئے ایک مشترکہ ملکیتی انتظام کے تحت' ضمانت کے ساتھ یا اس کے بغیر سرمایہ فراہم کرسکتے ہیں۔ اسے اصل زر کی واپسی کے علاوہ اس کے کرایہ میں بھی حصہ دیا جائے گا۔ کرایہ کے تعین کے وقت فرسودگی کی چھوٹ دی جائے گی۔ البتہ ایسی مرمت جس کی پیش بنی پہلے نہ کی جاسکتی ہو کلیتہً ساز و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سامان کو استعمال کرنے کے ذمہ ہو گی۔

۲۶۶۔ شرعی نقطہ نظر سے اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔ البتہ اس طریقہ کا اطلاق شریعت کے اصولوں کے مطابق ہونا چاہئے۔ جس کی تفصیلات فقہ کی کسی بھی مستند کتاب مثلاً ہدایہ' فتاویٰ عالمگیری اور درالمختار میں مل سکتی ہیں جن کے اردو تراجم بھی بازار میں دستیاب ہیں۔

۲۶۷۔ دوسری اصطلاح جو ان دفعات میں استعمال کی گئی ہے وہ حق الخدمت (Service Charge) ہے اس نظام میں بنک قرضوں کی فراہمی میں انجام دی گئی خدمت کے عوض کچھ رقم وصول کرتے ہیں۔ اصولی طور پر' شرعی نقطہ نظر سے یہ قابل اعتراض نہیں۔ اسلامی فقہ اکیڈیمی نے اپنے تیسرے اجلاس میں جو ۱۱ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء عمان میں منعقد ہوا' حق الخدمت کو جائز قرار دیا تھا۔ اس سلسلے میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ یہ ہے۔

(i) بنک اس بات کا حقدار ہے کہ وہ اپنے اخراجات حق الخدمت کی شکل میں وصول کرے جو اسے قرضے فراہم کرنے میں برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

(ii) حق الخدمت لازماً" حقیقی اخراجات تک محدود ہونا چاہئے اور

(iii) اگر بنک اصل اخراجات پر کچھ زیادہ رقم وصول کرے گا تو وہ ربا کے مترادف ہو گا' جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

۲۶۸۔ جہاں تک قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء کی دفعہ ۸۰ کا تعلق ہے۔ اس میں کہا گیا کہ اگر دستاویز میں شرح سود کی صراحت نہ کی گئی ہو' تو واجب الادا رقم پر سود' خواہ دستاویز کے فریقین کے مابین سود کی بابت کچھ ہی معاہدہ کیوں نہ ہوا ہو' چھ فیصد شرح سالانہ کے حساب سے شمار کیا جائے گا۔

۲۶۹۔ الفاظ "Not with standing as the Court Directs" کا اضافہ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس نمبر ۶۱ کی رو سے کیا گیا تھا۔ یہ دفعہ مع اضافہ شدہ الفاظ قرآن و سنت کے احکام سے براہ راست متصادم ہے اس لئے اسے اسلام کے احکام کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

۲۷۰۔ مندرجہ بالا دفعہ کے ساتھ محولہ بالا آرڈیننس کی رو سے ایک شرطیہ جملے کا اضافہ بھی کیا گیا تھا جس میں من جملہ دیگر امور کے' یہ کہا گیا کہ کسی رقم کے دستاویز پر واجب الادا ہونے کی صورت میں جہاں نفع سود کے علاوہ کسی اور بنیاد پر عائد ہوتا ہو' اگر دستاویز میں شرح سود کی صراحت نہ کی گئی ہو تو واجب الادا رقم پر اس شرطیہ جملے میں تصریح کردہ شرح سے شمار کیا جائے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

گا اور اس کے واجب الادا ہونے کی تاریخ سے اس تاریخ تک جب وہ حقیقتاً" ادا کی جائے' وصول کرنے کی اجازت ہوگی۔ قیمت میں مارک اپ پٹہ داری ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت جو بھی صورت ہو' کی شرح وہی ہوگی جو مارک اپ' ملکیتی کرایہ داری' پٹہ داری یا حق الخدمت کے معاہدہ میں طے پائی ہو۔ دفعہ ۷۹ میں ہم مارک اپ کو پہلے ہی احکام اسلام سے متصادم قرار دے چکے ہیں۔ اس نے لفظ "مارک اپ" کو اس شرطیہ جملے سے حذف کردیا جائے۔ پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کے بارے میں دفعہ ۷۹ کا جائزہ لیتے وقت ہم اس رائے کا اظہار کرچکے ہیں کہ اس میں ظاہر کی گئی رائے پر مناسب توجہ دی جائے' مذکورہ بالا شرطیہ جملے کی کلاز (ب) اسلامی احکام کے منافی نظر نہیں آتی کیونکہ اس میں نفع و نقصان میں شراکت کا اہتمام کیا گیا ہے جو اسلام میں نہ صرف جائز ہے بلکہ بلا سود بنکاری کے دو بہترین طریقوں یعنی مضاربہ و مشارکہ میں سے ایک ہے۔

۲۷۱۔ مذکورہ بالا دفعہ کی تشریح میں کہا گیا ہے کہ اگر سود ادا کرنے والی پارٹی ایسی دستاویز کی تطہیر کنندہ ہو جسے قبول کرنے سے انکار کردیا گیا ہو تو وہ سود یا کسی اور صورت میں نفع جو بھی صورت ہو' ادا کرنے کی پابند ہوگی یہ سود صرف اس تاریخ سے ادا کیا جائے گا جب اسے عدم ادائیگی کی اطلاع ملی ہو۔ الفاظ

"Or return in any other form as the case may be"

کا اضافہ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس نمبر۶۱ء کی رو سے کیا گیا تھا۔ جہاں تک سود کی ادائیگی کا تعلق ہے اسے ہم پہلے ہی ازروئے شرع حرام ٹھہرا چکے ہیں۔ اس لئے مذکورہ الفاظ کو اس دفعہ سے حذف کیا جائے۔ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس کے تحت لفظ Return کا جو اضافہ کیا گیا وہ سود کے مترادف ہے۔ اس لئے پوری "تشریح" کو اس دفعہ سے حذف کردیا جائے۔

۲۷۲۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء پر اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنے اجلاس منعقدہ ۸ مارچ ۱۹۸۲ء میں غور کیا اور حسب ذیل قرارداد منظور کی تھی :-

"خاتمہ سود کے سلسلے میں کونسل اپنی سفارشات قریباً" دو سال قبل حکومت کو پیش کرچکی ہے۔ قانون دستاویزات قابل انتقال مجریہ ۱۸۸۱ء کو شریعت سے ہم آہنگ کرنے میں اہم ترین نکتہ سودی کاروبار کو ختم کرنا ہے اور اس کے بعد ایک غیر سودی نظام کی دستاویزات کی رعایت سے قانونی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصلاحات اور ٹیکنیک کی گنجائش پیدا کرنا ہے۔"

کونسل نے مزید سفارش کی کہ قانون ہذا کی دفعہ ۸۰ جس میں ۱۹۸۰ء کے ترمیمی آرڈیننس

The Negotiable Instruments (Amendment) Ordinance 1980

کے تحت سودی کاروبار کے پہلو بہ پہلو غیر سودی کاروبار اور غیر سودی آمدنی کی گنجائش پیدا کی گئی ہے' اسے ختم کیا جائے۔ اسی طرح قانون ہذا کی دفعات ۱۱۴' ۱۱۷ میں سود سے متعلق جو احکام ہیں انہیں حذف کیا جائے۔

کونسل کا مقصد یہ ہے کہ اس قانون میں جہاں جہاں سود کا ذکر آیا ہے' اسے حذف کردیا جائے۔" ملاحظہ ہو:

(2nd Report on Islamization of Laws 'Islamabad, March 1982)

۲۷۳۔ مندرجہ بالا قانون کی دفعات ۷۹' ۸۰ کے احکام سندھ ہائی کورٹ کے مقدمہ میں ارشاد ایچ خان بنام مسز پروین اعجاز (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۴۶۶) نامی مقدمہ میں بھی زیر بحث آئے تھے جس میں بنچ کے ارکان میں سے ایک (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن جج جیساکہ وہ اس وقت تھے) نے حسب ذیل رائے کا اظہار کیا تھا :-

"پس یہ ریاست (اسلامی جمہوریہ پاکستان) کے لئے آئینی حکم ہے کہ وہ ایسے اقدامات کرے جن سے پاکستان کے مسلمانوں کو مسلمان کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے کے مواقع میسر آسکیں۔ اس لئے کوئی قانون جو اس حکم کو نہ صرف نظرانداز بلکہ اس کی صریح خلاف ورزی کرتا ہے' آئین کے آرٹیکل ۲ (الف) کی روشنی میں مسترد کئے جانے کے لائق ہے۔ قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ ۱۸۸۱ء کی دفعات ۷۹' ۸۰ کے احکام' جہاں تک ان کا تعلق رقم کے دعاوی پر سود کی ادائیگی سے ہے آئین کی منشا کے صریح خلاف ہیں' جیساکہ آرٹیکل ۲ (الف) (پڑھیے بشمول قرارداد مقاصد کی دفعہ ۳) میں کہا گیا ہے۔ اس کے برعکس مذکورہ بالا قانونی دفعات اور قواعد مسلمانان پاکستان کو اپنی زندگیاں قرآن و سنت میں مذکورہ احکام بابت ربا کے مطابق ایک مسلمان کی طرح گزارنے کے "ناقابل" بناتے ہیں۔ اس لئے قرآن و سنت میں درج اسلامی احکام سے جنہیں ہم گزشتہ پیراگرافوں میں کھول کر بیان کرچکے ہیں۔ عدم مطابقت کی بنا پر مذکورہ بالا دفعات کے نفاذ کو جن کا تعلق ربا سے ہے جائز قرار نہیں دیا جاسکتا۔

۲۷۴۔ قانون دستاویزات قابل انتقال مجریہ ۱۸۸۱ء کی دفعہ ۷۹' ۸۰ کے احکام حبیب بنک لمیٹڈ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

محمد حسین و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۶۱۲) نامی مقدمہ میں ایک بار پھر زیر غور آئے۔ جس میں حسب ذیل رائے ظاہر کی گئی تھی :-

"قانون دستاویزات قابل انتقال مجریہ ۱۸۸۱ء کی دفعہ ۷۹ میں قابل انتقال دستاویز کی رو سے مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ تک واجب الادا سود کے شمار کا اہتمام کیا گیا ہے۔ نیز عدالت کو یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ زیر دفعہ ۳۴ (سی پی سی) مقدمہ کے دائر کرنے سے پہلے کی کسی مدت کے لئے بھی سود کی ادائیگی کا حکم صادر کرے۔ عدالت کو یہ اختیار ہے کہ بعض صورتوں میں قانون سود ۱۸۳۹ء کے تحت سود دلواسکتی ہے۔ یہ اختیار قبل ازیں سودی قوانین کی تنسیخ کے ایکٹ ۱۸۵۵ء (۱۸۵۵ء The Usury Laws Repeal Act) کے تحت بھی استعمال کیا جاسکتا تھا۔

تاہم وہ ایکٹ آرڈیننس نمبر ۲۷ بابت ۱۹۸۱ء کی رو سے منسوخ ہوچکا ہے۔ جہاں تک زیر بحث قانون کی دفعات ۷۹' ۸۰ کا تعلق ہے ہم میں سے ایک (جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن بحیثیت جج سندھ ہائی کورٹ) مقدمہ زیر عنوان ارشاد ایچ خان بنام پروین اعجاز (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۴۸۵) میں پہلے ہی قرار دے چکے ہیں کہ مذکورہ بالا دفعات آئین کے آرٹیکل ۲ (الف) سے متصادم ہیں۔ ایک بار پھر قرار دیا جاتا ہے کہ قانون سود وہاں بیان کردہ وجوہ کی بناء پر قابل تنسیخ ہے۔

۲۷۵۔ اب ہم عدالت کی تحریک پر از خود لئے گئے نوٹس نمبر ۲ بابت ۱۹۹۱ء کی طرف آتے ہیں۔ جس کا تعلق اس قانون کی دفعات ۱۱۴' ۱۱۷ (سی) سے ہے جن میں سود کے احکام پائے جاتے ہیں۔ ان کی عبارت اس طرح ہے :

"۱۱۴۔ حایتی استدعا کرنے والا شخص بل کے بارے میں ان تمام حقوق کا مستحق ہوگا جو ادائیگی کے وقت بل کے حامل کو حاصل ہوں اور اس فریق سے' جس کی طرف سے اس نے ادائیگی کی ہو' معہ سود و دیگر اخراجات جو ایسی ادائیگی کرنے میں اٹھانے پڑے ہوں وصول کرنے کا مجاز ہوگا۔"

"۱۱۷(سی) تطہیر کنندہ' جس نے جوابدہ رہتے ہوئے واجب الادا رقم ادا کی ہو' ادا کردہ رقم معہ سود بشرح ۶ فیصد سالانہ ادائیگی کی تاریخ وارد ہونے سے' اس کی وصولی کی تاریخ تک اخراجات سمیت جو چیک کے مسترد ہونے اور ادائیگی کے وقت اٹھے ہوں' وصول کرنے کا مستحق ہوگا۔"

۲۷۶۔ مندرجہ بالا ہر دو دفعات پر سرسری نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادائیگی کرنے والا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یہ حق رکھتا ہے کہ اس فریق سے' جس کی جگہ اس نے ادائیگی کی وہ' اصل رقم معہ سود وصول کرے۔ اسی طرح تطہیر کنندہ کو بھی جس نے جوابدہ ہوتے ہوئے رقم ادا کی ہو' اس امر کا مجاز کیا گیا ہے کہ وہ اصل رقم معہ سود بشرح ۶ فیصد سالانہ وصول کر سکتا ہے۔ ان دونوں دفعات میں سود کا عنصر شامل ہے اس لئے ہم انہیں قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے منافی قرار دیتے اور ان کے کالعدم ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔

۲۷۷۔ آخر میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ عدالت ہذا نے اس سے پیشتر اپنی تحریک پر کئے گئے اپنے فیصلہ مورخہ ۵ نومبر ۸۳ء کی رو سے اس قانون کا جائزہ لیا تھا' البتہ مالیاتی قوانین کے دائرۂ میں آنے والی دفعات کو عدم اختیار کے سبب چھوڑ دیا تھا۔ جنہیں اب چیلنج کیا گیا ہے اور ہم نے حسب ضابطہ ان پر غور کیا ہے۔

۲۷۸۔ قیمت میں مارک اپ پر بحث ختم کرنے سے پہلے یہ کہنا مناسب ہو گا کہ سٹیٹ بنک آف پاکستان نے ملک میں صنعت کاری کے فروغ کی حوصلہ افزائی کے لئے ۱۶ فیصد سالانہ شرح کے مقابلہ میں صرف ۳ فیصد سالانہ کی رعایتی شرح سے مارک اپ کی بنیاد پر قرضے دینے کی ایک اسکیم تیار کی ہے۔ یہ فیصلہ لکھنے والے رکن کے روبرو جبکہ وہ سندھ ہائی کورٹ کا جج تھا (۱۹۸۰ء تا ۱۹۹۰ء) کئی مقدمات پیش ہوئے' جن میں بنکوں نے قرض داروں کے خلاف ۱۶ فیصد شرح سے سود کی ادائیگی کے دعاوی کئے تھے کیونکہ ان قرضہ داروں نے مشینری درآمد کرنے اور فیکٹریاں لگانے کی بجائے قرض لی گئی رقوم دوسرے کاموں میں استعمال کر لی تھیں۔ ان مقدمات کے حقائق سے ظاہر ہوا کہ "مارک اپ" کے زمرہ میں آنے والے معاملات سود پر منتج ہوئے کیونکہ نہ تو مطلوبہ اشیاء موجود تھیں نہ ہی وہ بنک کے ہاتھوں سے گزر کر قرضہ داروں تک پہنچیں۔

اگر حکومت کو دلچسپی ہو تو ان مقدمات کی تفصیلات سندھ ہائی کورٹ کے رجسٹرار سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔

IV- قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء

(The Land Acquisition Act 1984)

۲۷۹۔ اس قانون کی دفعہ ۳ کو اسلامی احکام کے منافی ہونے کی بناء پر چیلنج کیا گیا ہے۔ اس دفعہ کا جائزہ لیتے وقت ہم نے دفعہ ۲۸' ۳۲ اور ۳۳ کا بھی جائزہ لیا تو شرعی نقطہ نظر سے وہ بھی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قابل اعتراض نظر آئیں۔ اس لئے عدالت نے اپنی تحریک پر ان کے جائزہ کے لئے وفاق اور صوبائی حکومتوں کو نوٹس نمبر ۴ بابت ۱۹۹۱ء جاری کیا۔ دفعات ۲۸، ۳۲ اور ۳۴ کی عبارت یہاں نقل کی جاتی ہے۔

"دفعہ ۲۸۔ اگر وہ رقم جو کل کر کو بطور معاوضہ ادا کرنی چاہئے تھی، عدالت کی رائے میں اس رقم سے زیادہ ہو، جو کلکٹر نے اصل میں ادا کی ہو، تو عدالت کے فیصلہ میں یہ ہدایت کی جاسکتی ہے کہ کلکٹر اس تاریخ سے جب اس نے زمین کا قبضہ لیا ہو، اضافی رقم کی عدالت میں ادائیگی کی تاریخ تک کی مدت کے لئے ۶ فیصد سالانہ شرح سے سود ادا کرے۔"

"دفعہ ۳۲۔ اگر ما قبل دفعہ کی ذیلی دفعہ (۲) کے تحت عدالت میں کوئی رقم جمع کرائی جائے اور یہ پتہ چلے کہ جس اراضی کے بارے میں رقم دلائی گئی تھی وہ ایسے شخص کی ملکیت ہے جسے اس کے منتقل کرنے کا اختیار نہیں تھا، تو عدالت

(الف) حکم دے سکتی ہے کہ وہ رقم دوسری اراضی کی خریداری میں لگادی جائے جو ویسی ہی حقیت ار ملکیت کی شرائط کے تابع ہوگی جیساکہ وہ اراضی جس کے لئے وہ رقم جمع کرائی گئی ہو۔

(ب) اگر ویسی خریداری کو فوری طور پر موثر نہ بنایا جاسکے تو وہ رقم ایسی سرکاری یا دیگر منظور شدہ کفالتوں میں لگادی جائے گی جیساکہ عدالت مناسب سمجھے اور عدالت سود یا دیگر وصولیوں کو جو اس سرمایہ کاری سے حاصل ہوں، اس شخص یا اشخاص کو ادا کرنے کا حکم دے گی جو وقتی طور پر زمین کے قبضہ کا حقدار ہو اور وہ رقوم اسی طرح جمع یا منصوبہ میں لگی رہیں گی جب تک انہیں درج ذیل کاموں میں استعمال نہ کیا جائے۔

(i) اس دیگر اراضی کی خریداری میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا یا

(ii) اس شخص یا اشخاص کو ادائیگی کرنے میں جو کہ کلیتاً" ان کا مستحق قرار پائے/پائیں۔

(۲) ایسی تمام رقوم کی صورت میں جن پر دفعہ ہذا کا اطلاق ہوتا ہے عدالت درج ذیل معاملات کا خرچہ بشمول جملہ معقول اخراجات کے جو اس سلسلہ میں اٹھے ہوں کلکٹر کو ادا کرنے کا حکم دے گی۔ یعنی

(الف) ایسی سرمایہ کاریوں پر اٹھنے والی لاگت جن کا اوپر ذکر کیا گیا۔

(ب) سود یا دیگر وصولیوں کی ادائیگی پر نیز ان کفالتوں پر جن میں وقتی طور پر ان رقوم کو لگایا گیا ہو ہونے والا خرچہ نیز عدالت سے باہر ان رقوم کے اصل زر کی ادائیگی نیز ان سے متعلق تمام

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کاروائیوں پر ہونے والا خرچہ ماسوائے اس کے جو ناموافق دعویداروں کے مابین مقدمہ بازی پر اٹھا ہو۔"

"دفعہ ۳۳۔ جب کوئی رقم قانون ہذا کے تحت عدالت میں ماقبل دفعہ میں مذکور سبب کے علاوہ کسی دوسرے سبب کے تحت جمع کرائی گئی ہو تو عدالت مجاز ہے کہ دلچسپی رکھنے والے کسی فریق کی درخواست پر اس رقم کو سرکاری یا کسی منظور شدہ دوسری کفالت میں جسے وہ مناسب سمجھے لگانے کا حکم صادر کردے' اور یہ ہدایت کرے کہ اس سرمایہ کاری سے حاصل ہونے والے سود نیز دیگر وصولیوں کو ایسے طریقے سے جمع اور ادا کیا جائے جیساکہ وہ مناسب خیال کرے اور اس سے دلچسپی رکھنے والے فریقوں کو یکساں فائدہ پہنچے' جیساکہ زمین ہونے کی صورت میں انہیں پہنچتا۔"

"دفعہ ۳۴۔ جب معاوضہ کی رقم ادا نہ کی جائے یا زمین کو قبضہ میں لینے کی تاریخ پر یا اس سے قبل جمع کرادی جائے تو کلکٹر وہ رقم نیز اسے قبضہ میں لینے کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک کے عرصہ کا ۸ فیصد سالانہ شرح سے سود مرکب ادا کرے گا۔ تاہم شرط یہ ہے کہ مالک زمین کی طرف سے مذکورہ بالا حق سے دستبرداری باطل ہوگی اور وہ مذکورہ بالا سود کا حقدار ہوگا خواہ معاہدہ میں اس کے برعکس کوئی امر کیوں نہ شامل ہو۔"

۲۸۰۔ مذکورہ بالا قانون پر اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء کو غور کیا اور حسب ذیل رائے ظاہر کی :-

"قانون ہذا کے تحت حکومت کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ معاوضہ ادا کرنے کے بعد مفاد عامہ کے لئے ایسی اراضی حاصل کرسکتی ہے جو نجی ملکیت میں ہو نیز اس قانون میں سودی معاملات کا بھی ذکر ہے۔ اس کے بارے میں کونسل کی رائے یہ ہے کہ حکومت کو حصول اراضی کا ایسا اختیار حاصل ہے اور قرآن و سنت کا کوئی حکم اس میں مانع نہیں' نیز ربا کے ضمن میں کونسل جو سفارش کرے گی وہ ان تمام قوانین کو متاثر کرے گی جن میں سود کا ذکر ہے' چنانچہ طے پایا کہ اس قانون میں کوئی چیز قرآن و سنت کے احکام سے متصادم نہیں البتہ سود سے متعلق دفعات ربا کے مسئلہ پر کونسل کی سفارش کے تابع ہوں گی۔"

۲۸۱۔ مذکورہ بالا قانون پر کونسل کے اجلاس منعقدہ ۴ مارچ ۱۹۸۲ء میں دوبارہ غور کیا گیا ار کونسل کے چیئرمین جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی حسب ذیل رائے بھی زیر غور آئی۔

"یہ قانون ۵۵ دفعات پر مشتمل ہے اور تین حصوں میں تقسیم ہے۔ دفعہ ۳ میں بعض

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اصطلاحات کی تعریفیں دی گئی ہیں جو اس قانون میں استعمال ہوئی ہیں۔ حیران کن بات یہ ہے کہ ایکٹ میں اصطلاح "مفاد عامہ" (Public Purpose) کی تعریف نہیں کی گئی چونکہ مفاد عامہ کا اسلام کے دائرۂ میں ہونا ضروری ہے اس لئے یہ قرین مصلحت لگتا ہے کہ ایکٹ میں اسلامی اصولوں کے مطابق اس کی تعریف کی جائے۔

دفعہ ۴ صوبائی حکومت کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ کسی بھی مقام (Locality) پر زمین حاصل کر سکتی ہے اگر وہ کسی مفاد عامہ کے لئے درکار ہو یا ضرورت پڑنے کا امکان ہو' چونکہ یہاں مفاد عامہ کی تعریف نہیں کی گئی اس لئے یہ دفعہ اختیار کے غلط استعمال کا موجب بن سکتی ہے پس "مفاد عامہ" کی تعریف کرنا بہت ضروری ہے۔

زمین کا حصول مالکان اراضی یا اس سے مفاد وابستہ رکھنے والوں کو معاوضہ دینے کے بدلہ میں ہے۔ اس سمت میں اٹھائے گئے مختلف اقدامات جو کہ ضابطہ جاتی ہیں' وہ اسلامی قانون کی کسی دفعہ سے متصادم نظر نہیں آتے البتہ دفعات ۲۸' ۳۲ اور ۳۴ میں "سود" سے متعلق شامل احکام شریعت سے متصادم ہیں۔

دفعہ ۴۶ کا تعلق حصول اراضی میں رکاوٹ ڈالنے کی سزا سے ہے جس میں کہا گیا ہے کہ قصوروار کو اتنی مدت کے لئے قید کی سزا دی جائے گی جو ایک ماہ تک ہو سکتی ہے یا اسے جرمانہ کیا جائے گا جو ۵۰ روپے تک ہو سکتا ہے یا دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ جہاں تک ۵۰ روپے تک جرمانہ کی سزا کا تعلق ہے اسلامی قانون ایسے شخص پر جو کسی جائیداد کو ضرر پہنچاتا ہے۔ اس تعزیر کے علاوہ جو مقدمہ کے حقائق کو دیکھتے ہوئے عدالت کی طرف سے دی جائے مال کو پہنچنے والے اصل نقصان کی حد تک ضمان بھی عائد کرتا ہے۔"

۲۸۲۔ کونسل نے مذکورہ بالا رائے سے اتفاق کرتے ہوئے سفارش کی کہ اس ایکٹ میں حسب ضابطہ ترمیم کی جائے۔

۲۸۳۔ اس قانون پر عدالت ہذا میں بھی ایس ایس ایم نمبر ۱۴ پی بابت ۱۹۸۳ء' میں غور کیا گیا اور ۲۷ مارچ ۱۹۸۴ء کو فیصلہ سنایا گیا جس کے خلاف سپریم کورٹ کے اپیلاٹ بنچ میں اپیل دائر کر دی گئی۔ مذکورہ بنچ نے شرعی اپیل نمبر ۲۲ بابت ۱۹۸۴ء میں اسے منظور کرتے ہوئے وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو کالعدم قرار دے دیا اور معاملہ نئے سرے سے فیصلہ کے لئے ۱۳ جنوری ۸۸ء کو عدالت ہذا کو بھیج دیا گیا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۸۴۔ اسسٹنٹ رجسٹرار (جوڈیشل) نے مورخہ ۵ اکتوبر ۹۱ء کے آفس نوٹ کے ذریعے ہمیں بتایا کہ مذکورہ ایس ایس نمبر ۱۴ پی بابت ۱۹۸۳ء میں ۲۴ سے ۲۷ اپریل (۱۹۸۸ء) تک اور پھر ۲' ۸ مئی کو فل کورٹ نے غور کیا۔ بعد ازاں ۱۳' ۱۴ نومبر ۸۸ء کو بھی یہ معاملہ زیر غور آیا اور فیصلہ کے لئے محفوظ کردیا گیا چونکہ فیصلہ نہیں لکھا جاسکا' اس لئے ۸۹۔۴۔۲۷ تاریخ سماعت مقرر کی گئی۔ تاہم اس تاریخ کو پھر ملتوی کردیا گیا اور یہ ابھی تک التواء میں پڑا ہوا ہے۔

۲۸۵۔ چونکہ مالیاتی قوانین سے متعلق احکام عدالت ہذا کے دائرۂ سماعت سے خارج تھے' اس لئے عدالت کا پہلا فیصلہ جسے سپریم کورٹ کے اپیلاٹ بنچ نے کالعدم قرار دیا' وہ دفعات ۲۸' ۳۲ اور ۳۴ کے علاوہ دیگر دفعات کی بارے میں تھا' اس لئے کہ یہ دفعات مالیاتی امور سے تعلق رکھتی ہیں۔ چنانچہ وہ بعد میں زیر غور آئیں۔

۲۸۶۔ وفاق کے فاضل وکیل مسٹر ایس ایم ظفر نے سود کے سوال پر مبنی متعدد درخواستوں میں اپنی گزارشات پیش کرتے ہوئے وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ بہاولپور بنام خادم حسین و دیگران (ایم ایل ڈی ۱۹۹۰ء ص ۲۱۵۸) کا حوالہ دیا جس کی سماعت لاہور ہائی کورٹ کے ایک ڈویژن بنچ نے کی تھی۔ مذکورہ بالا فیصلہ میں اس سود مرکب کو جو ۸ فیصد سالانہ کی شرح سے قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۲۸ کے تحت لاگو ہوتا ہے درست گردانا گیا اور اسے ربا میں شمار نہیں کیا گیا۔ فیصلہ میں ربا کے موضوع پر آیات قرآنی احادیث نبوی اور فقہا کی آراء پر غور کرنے کے بعد کہا گیا کہ ربا سے زیادتی' بڑھوتری اور قرض کی اصل رقم پر اضافہ مراد ہے اور یہ کہ ربا کا لین دین قرضہ دار اور قرض خواہ کے مابین طے پاتا ہے۔ بعض دفعات میں درج سود اور معاوضہ کی تعریف پر بحث کے بعد مذکورہ بالا رائے قائم کرنے کے لئے بڑی حد تک (۱) بہاری لال بھارگوا بنام کمشنر انکم ٹیکس (اے آئی آر ۱۹۴۱ء الہ آباد ۱۳۵) (۲) کمشنر انکم ٹیکس بہار و اڑیسہ بنام رانی پریاگ کماری دیبی (اے آئی آر ۱۹۳۹ء پٹنہ ۶۶۲) اور (۳) ریونیو ڈویژنل آفیسر بنام وینکٹ رام آیار (اے آئی آر ۱۹۳۲ء مدرس ۱۹۹) نامی مقدمات میں اخذ کردہ نتائج پر انحصار کیا گیا ہے۔

۲۸۷۔ مناسب ہوگا کہ پہلے ان مذکورہ بالا ہر سہ فیصلوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ بہاری لال بھارگوا کے مقدمہ (اے آئی آر ۱۹۴۱ء الہ آباد ۱۳۵) میں افسر حصول اراضی نے قانون حصول اراضی کے تحت امپروومنٹ ٹرسٹ کی طرف سے جبراً" قبضہ میں لئے گئے دو مکانوں کا معاوضہ ۱۳۲۲۵ روپے طے کیا جو راجی داس بھارگوا کی ملکیت تھے۔ راجی داس نے وہ معاوضہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قبول نہیں کیا اور اس کے خلاف ٹریبونل میں چلا گیا۔ ٹریبونل نے معاوضہ کی رقم بڑھا کر ۹۷۶۴۰ روپے کردی اور امپروومنٹ ٹرسٹ کو زیر دفعہ ۲۸ قانون حصول اراضی ہدایت کی کہ وہ مکان کا قبضہ لینے کی تاریخ سے مذکورہ رقم کی ادائیگی کی تاریخ تک کے درمیانی عرصہ کا بشرح ۶٪ سالانہ سود بھی ادا کرے۔ امپروومنٹ ٹرسٹ نے فیصلہ کو ہائی کورٹ میں چیلنج کردیا مگر وہاں اسے ناکامی ہوئی اور ۹۷۶۴۰ روپے معاوضہ جمع ۴۹۶۶۰ روپے سود راجی داس کے چار بیٹوں کو ادا کرنا پڑا۔ دریں اثناء وہ خود فوت ہوگیا تھا۔ چار بیٹوں میں سے ایک یعنی بہاری لال بھارگوا کو سود کی رقم میں سے ۱۲۴۱۵ روپے حصہ ملا۔ انکم ٹیکس آفیسر نے یہ باور کرتے ہوئے کہ سود کی مذکورہ بالا رقم قابل ٹیکس ہے، اس پر ٹیکس لگادیا۔ مشخص الیہ نے اسسٹنٹ کمشنر کی عدالت میں اپیل کی جو خارج ہوگئی اور مشخص الیہ کی وصول کردہ رقم کو ایسی آمدنی قرار دیا گیا جس پر انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کے تحت ٹیکس کا نفاذ درست تھا۔ مشخص الیہ کی طرف سے درخواست دینے پر کمشنر نے حسب ذیل معاملہ تصفیہ کے لئے ہائی کورٹ الہ آباد کو ارسال کردیا کہ :

"آیا درخواست گزار نے امپرووٹ ٹرسٹ سے ۱۲۴۱۵ روپے کی جو رقم بطور سود وصول کی وہ ایکٹ کے مفہوم میں اس کی آمدنی کا حصہ ہے یا منافع کا یا یافت کا؟"

۲۸۸۔ قانون انکم ٹیکس سے متعلق مختلف مقدمات کا جائزہ لینے کے بعد ہائی کورٹ اس نتیجہ پر پہنچی کہ وہ رقم انکم ٹیکس ایکٹ کی دفعہ ۶ کے مفہوم میں نہ تو آمدنی ہے، نہ ہی مذکورہ بالا دفعہ کے تحت اسے یافت میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے اس پر ٹیکس نہیں لگتا۔ ہائی کورٹ نے رائے ظاہر کی کہ وہ جس فیصلہ پر پہنچی ہے اس میں خاصے شک اور تذبذب کی گنجائش ہے کیونکہ اس بارے میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔ تاہم پورے معاملہ پر غور کرنے کے بعد صحیح نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر کسی مالیاتی قانون کی تعبیر میں شک کی گنجائش ہو تو اس سے متاثرہ فریق کے موافق مفہوم مراد لینا چاہئے۔ اس لئے ہائی کورٹ نے سود کی رقم کو مکان کے حق ملکیت سے محرومی کے نتیجہ میں پہنچنے والے نقصان کا معاوضہ قرار دیا۔

۲۸۹۔ کمشنر انکم ٹیکس بہار و اڑیسہ بنام رانی پریاگ کماری دیبی (اے آئی آر ۱۹۳۹ پٹنہ ۶۶۲) نامی مقدمہ کے حقائق یہ تھے کہ ۱۹۱۶ء میں جھاریا کے راجا کی موت پر اس کے ایک جدی ورثاء میں سے ایک راجہ شیو پرشاد سنگھ نے بحیثیت راجہ جھاریا املاک کا چارج سنبھال لیا۔ ۱۹۱۹ء میں راجہ کی تین بیواؤں نے راجہ شیو پرشاد کے خلاف پورے ناقابل تقسیم راج بشمول منقولہ و غیر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

منقولہ جائیداد کا قبضہ واگذار کرانے کے لئے مقدمہ دائر کردیا۔ عدالت نے بیواؤں میں سے ایک رانی پرپایاک کماری دیبی کے حق میں جو ڈگری جاری کی اس میں اسے بہت سی منقولہ املاک' نقدی رکھنے والا صندوق یا بنکوں میں موجود امانتوں اور مختلف قرضہ داروں کو دیئے گئے قرضے رانی کو واپس دینے کا حکم دیا۔ مزید کہا گیا کہ اگر منقولہ املاک واپس نہ کی جاسکیں تو عدالت کی مقرر کردہ مالیت ادا کی جائے۔ منقولہ جائیداد کی مجموعی مالیت بشمول دیکھ بھال کے بقایا جات ۲۵ لاکھ چالیس ہزار چار سو ایک روپے بنتی تھی۔ ڈگری جاری ہونے کے بعد راجہ شیو پرشاد نے اس میں سے ۶۲۶' ۲۸' ۱۸ روپے بطور اصل اور ۶۱۱' ۷' ۴' ۸ روپے بطور ہرجانہ ادا کردیئے۔ اصل رقم پر ۶ فیصد شرح سالانہ سے سود شمار کیا گیا۔ البتہ ہرجانہ کی رقم پر کوئی سود نہیں لگایا گیا۔ کچھ عرصہ بعد فریقین کے مابین مصالحت ہوگئی جس کی رو سے رانی پرایاگ کماری کے دعویٰ میں اس طرح توازن پیدا کیا گیا کہ اٹھارہ لاکھ باقی ماندہ روپے مجموعی رقم میں سے رانی نے دو لاکھ روپے نقد وصول کرلئے۔ راجہ نے قرض داروں کے ذمہ واجب الادا چار لاکھ چالیس ہزار روپے کی ذمہ داری بھی قبول کرلی اور بقایا گیارہ لاکھ ساٹھ ہزار روپے نقد ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

مفاہمت نامہ میں کہا گیا تھا کہ راجہ مستقبل میں جو ادائیگیاں کرے گا وہ ۶ آنے اور ۱۰ آنے کی نسبت سے وضع کی جائیں گی یعنی ۶ آنے اصل رقم کے حساب میں اور ۱۰ آنے ہرجانہ کے حساب میں وضع کئے جائیں گے جو علی الترتیب ۱۹٫۱۶۴۶۳۱٫۷ روپے اور ۳٫۱۴٫۱۰۸۳۵۳۶ روپے طے پائے تھے۔

۲۹۰۔ سال ۳۷-۱۹۳۶ء کے دوران رانی پرایاگ نے ایک لاکھ روپیہ وصول کیا مفاہمت نامہ کی شرائط کے مطابق اس میں سے ۳۷٬۵۰۰ روپے اصل زر کے کھاتہ میں اور بقایا ۶۲۵۰۰ روپے ہرجانہ کی مد میں وضع کرلئے گئے۔ محکمہ انکم ٹیکس نے دوسری مدات کے علاوہ ۶۲۵۰۰ روپے کی رقم پر بھی ٹیکس لگایا۔ رانی نے موقف اختیار کیا کہ وہ اس کی آمدنی نہیں بلکہ ہرجانہ کے طور پر وصول کی گئی تھی۔ معاملہ ہائی کورٹ تک پہنچا جس نے قرار دیا کہ مشخص الیہ نے ہرجانہ کے طور پر جو رقم وصول کی' وہ انکم ٹیکس مجریہ ۱۹۲۲ء کے تحت قابل محصول نہیں تھی' اس لئے کوئی ٹیکس عائد نہ کیا جائے۔

۲۹۱۔ ریونیو ڈویژنل آفیسر' ترچناپلی بنام وینکٹ رام آیار (اے آئی آر ۱۹۳۲ء مدراس ۱۹۹) میں ہائی کورٹ نے قرار دیا تھا کہ قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء کی دفعہ ۳۴ کے تحت سود وصول

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کرنے کے حق نے قبضہ اپنے پاس رکھنے کے حق کی جگہ لے لی تھی۔ عدالت نے اس بات کو مدنظر رکھا کہ ایکٹ کی جڑ بنیاد اس بات پر تھی کہ جب معاوضہ واجب الادا ہو جانے کے باوجود ادا نہ کیا جائے تو عدم ادائیگی کی بناء پر قبضہ لینے کی تاریخ سے سود کی ادائیگی لازمی ہو گی۔ چنانچہ سماعت کنندہ عدالت نے سود کی ادائیگی کے بارے میں جو فیصلہ کیا تھا اسے بحال رکھا گیا۔

۲۹۲۔ بھاری لال بھارگوا بنام کمشنر انکم ٹیکس نیز کمشنر انکم ٹیکس بہار و اڑیسہ بنام رانی پریاگ کماری دیبی نامی مقدمات میں عدالتوں نے یہ تعین کرنے کے لئے کہ آیا سود یا ہرجانہ کو انکم ٹیکس ایکٹ کے مفہوم میں قابل محصول آمدنی کا درجہ دیا جا سکتا ہے یا نہیں جن باتوں کو زیادہ وزن دیا وہ اس معیار (Criteria) سے مختلف تھیں تو اس امر کی تصدیق کرنے کے لئے بروئے کار لایا گیا تھا کہ آیا زیر دفعہ ۲۸' ۳۴ قابل ادائیگی سود ربا ہے یا نہیں؟ اس لئے کسی رقم کے بارے میں یہ معلوم کرنے کے لئے کہ آیا وہ انکم ٹیکس ایکٹ کے تحت آمدنی کے ذیل میں آتی ہے یا نہیں' جن اصولوں کا اطلاق کیا جاتا ہے' ان کے بارے میں یہ رائے قائم کرنے کے لئے کہ وہ ربا ہے یا نہیں' انہی معیاروں کا اطلاق کرنا مناسب نہیں ہو گا۔ ربا کے حلقہ اثر میں آنے والی کسی رقم کی اصل نوعیت متعین کرنے کے لئے جانچ پرکھ کے اصول قرآن حکیم یا سنت نبوی اور فقہا نیز اسلامی قانون و شریعت میں درک رکھنے والے اسکالرز کی ماہرانہ آراء سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ پس فیصلہ میں زیر دفعہ ۲۸ یا ۳۴ واجب الادا سود کو ربا کے علاوہ کچھ اور قرار دینے کے لئے جس استدلال سے کام لیا گیا از روئے شریعت اسے جائز قرار دینا مشکل ہے۔ دفعات ۲۸ اور ۳۴ کے تحت قرض پر سود کی شکل میں زیادتی یا اضافہ واضح طور پر ربا کے ذیل میں آتا ہے۔

۲۹۳۔ جہاں تک دفعہ ۳۲ کا تعلق ہے یہ حکومت کی طرف سے ایسے شخص کی حاصل کردہ اراضی کی بابت سرمایہ کاری کے بارے میں ہے' جسے اس وقت مذکورہ اراضی میں کوئی قابل انتقال حق حاصل نہ ہو۔ حکومت کو یہ حق حاصل ہے کہ مذکورہ رقم کو یا تو زمین کی خریداری میں یا دیگر منظور شدہ کفالتوں میں' جیسا کہ عدالت مناسب سمجھے' لگا دے۔ اس رقم کو اراضی میں لگانے کی بابت کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا' لیکن جہاں تک کفالتوں کا تعلق ہے ان کا سود سے پاک ہونا ضروری ہے۔

۲۹۴۔ شہباز الدین چوہدری و ۲۷ دیگران بنام سروسز انڈسٹریز ٹیکسٹائلز لمیٹڈ' ۴ دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۸ء لاہور ۱) میں فیصلہ کے پیش نظر حکومت کو وہ رقم غیر سودی کفالتوں میں لگانی چاہئے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

لفظ "سود" ان دفعات میں جہاں کہیں وارد ہوا ہے وہاں سے قرآن و سنت میں مذکورہ اسلامی احکام سے متصادم ہونے کی بناء پر حذف کردیا جائے۔

۲۹۵۔ آخر میں ہم یہ کہنا چاہیں گے کہ ان مالکان اراضی کو معاوضہ کی ادائیگی میں تاخیر نہیں ہونی چاہئے جن کی اراضی یا املاک پر قانون پر قانون حصول اراضی کے تحت جبراً" قبضہ کرلیا گیا ہو۔ یہاں سپریم کورٹ کے شرعی اپیلاٹ بنچ کی اس رائے کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جو اس نے قزلباش وقف و دیگران بنام چیف لینڈ کمشنر (پی ایل ڈی ۱۹۹۰ء ایس سی ۹۹) نامی مقدمہ میں بایں الفاظ ظاہر کی تھی۔

"جبری خریداری کی تیسری شرط یہ ہے کہ معاوضہ یا تو قبضہ سے پہلے یا اس کے ساتھ ساتھ ادا کردیا جائے یا اتنی دیر میں کہ اسے قابل ذکر تاخیر نہ سمجھا جائے لیکن دفعہ ۱۳ کے تحت یہ ادائیگی سودی بانڈز کے ذریعے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

۲۹۶۔ پس قانون حصول اراضی ۱۸۹۴ء کی دفعات ۲۸' ۳۲' ۳۳' ۳۴ جس حد تک ان پر اوپر بحث کی گئی' اسلامی احکام جیساکہ وہ قرآن و سنت میں متعین ہیں' کے منافی قرار دی جاتی ہیں۔

V- مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۸۰ء

(The Code of Civil Procedure 1908)

۲۹۷۔ ضابطہ ہذا کی درج ذیل دفعات کو چیلنج کیا گیا ہے۔ ان کی عبارت ذیل میں دی جارہی ہے۔

"دفعہ ۳۴ --- سود کی ادائیگی

(۱) جہاں کوئی ڈگری رقم کی ادائیگی کے بارے میں ہو' عدالت مجاز ہے کہ اس ڈگری میں سود کی ادائیگی کا اتنی شرح سے حکم دے جتنی کہ وہ معقول سمجھے یہ سود اصل رقم پر اس تاریخ سے ادا کیا جائے گا جس تاریخ کو ڈگری کی بابت استغاثہ دائر کیا گیا ہو اور اس سود کے علاوہ ہوگا جو استغاثہ دائر کرنے سے پہلے کی مدت کے دوران اصل زر پر عائد ہوا ہو۔ مزید سود اس شرح سے جو عدالت کی نظر میں معقول ہو' مجموعی رقم پر ڈگری صادر ہونے کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ تک جیساکہ عدالت مناسب سمجھے' شمار کیا جائے گا۔

(۲) جب بیع و شرئی ایسی ڈگری میں مذکورہ مجموعی رقم پر ڈگری کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک سود کی ادائیگی کا ذکر نہ ہو تو یہ سمجھا جائے گا کہ عدالت نے سود دلانے سے انکار کردیا ہے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلے میں کوئی الگ مقدمہ دائر نہیں کیا جائے گا۔"

"دفعہ۔۳۴۔۔(الف) سرکاری واجبات پر سود

(۱) جہاں عدالت کی رائے یہ ہو کہ کوئی استغاثہ سرکاری واجبات کی ادائیگی سے بچنے کے لیے مستغیث نے خود یا اس کی طرف سے دائر کیا گیا ہے تو عدالت اسے خارج کرتے وقت ان سرکاری واجبات پر سود کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔

(۲) جہاں عدالت کی رائے میں مستغیث سے سرکاری واجبات کی وصولی خلاف انصاف ہو، عدالت ایسے استغاثہ کو نمٹاتے وقت وصول کردہ رقم پر بنک کی مروجہ شرح سود سے ۲ فیصد زیادہ شرح سے سود کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔"

تشریح - اس دفعہ میں :- (الف) "بینک کی شرح" سے مراد وہ شرح ہے جو سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء کے احکام کے تحت متعین اور مشتہر کی گئی ہو۔

(ب) "سرکاری واجبات" میں کسی ایسے بینک کے واجبات شامل ہیں جو وفاقی حکومت کی ملکیت یا صوبائی حکومت یا مقامی مقتدرہ کے زیر اہتمام کارپوریشن کی ملکیت میں ہو۔"

"دفعہ ۳۴۔۔(ب) بینکار کمپنی کے واجبات پر سود

جہاں اور جس حد تک کسی ڈگری کا تعلق کسی بینکار کمپنی کے ذمہ کسی قرض کی واپسی سے ہو گا عدالت اس ڈگری میں ڈگری کی تاریخ سے ادائیگی کے دن تک قرض کی رقم پر سود یا نفع جو بھی صورت ہو۔

(الف) سودی قرضوں کی صورت میں سود کے لئے معاہدہ میں طے کردہ شرح سے یا بینک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ (جو بھی زیادہ ہو) شرح سے۔

(ب) ایسے قرضوں کی صورت میں جو قیمت میں مارک اپ، پٹہ داری، ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کی بنیاد پر دیئے گئے ہوں، مارک اپ کی طے کردہ شرح یا ملکی بینکار کمپنی کی ویسے ہی قرضوں کے لئے تازہ ترین شرح کے حساب سے جو بھی زیادہ ہو۔

(ج) ایسے قرضوں کی صورت میں جو نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر دیئے گئے ہوں، نفع کے لئے اس شرح سے جو سابقہ ۶ مہینوں کے لئے نفع کی سالانہ شرح سے کم نہ ہو۔ جیساکہ عدالت

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

بینکار کمپنی اور قرض دار کے مابین نفع میں شراکت کے سمجھوتہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے مقدمہ کے حالات میں انصاف پر مبنی اور معقول سمجھے دلانے کا حکم صادر کرے گی۔

تشریح :- اس دفعہ کی شق (الف) میں "بینک کی شرح" سے وہی شرح مراد ہے جیساکہ دفعہ ۳۴۔الف میں مذکور ہے۔

حکم ۷ ۳' قاعدہ ۲

(۲۔ الف) اصل رقم کے لیے جو از روئے دستاویز واجب الادا ہو اور سود کے لیے جس کا شمار قانون دستاویزات قابل انتقال ۱۸۸۱ء کی دفعہ ۷۹ یا ۸۰ 'جو بھی صورت ہو' کے احکام کے مطابق مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ تک کیا گیا ہو یا اتنی رقم کیلئے جو سمن میں مذکور ہو جو بھی کم ہو نیز سود کے لئے ڈگری کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک اسی شرح سے یا اس دیگر شرح سے جیساکہ عدالت مناسب سمجھے' اور

(ب) ایسے مابعد سود کے لئے اگر کوئی ہو' جیساکہ عدالت مجموعہ ہذا کی دفعہ ۳۴ کے تحت حکم صادر کرے۔

۲۹۸۔ دفعہ ۳۴ میں کہا گیا ہے کہ جہاں کوئی ڈگری رقم کی ادائیگی کے بارے میں ہو' عدالت اس ڈگری میں اس شرح سے جو اس کے نزدیک معقول ہو' اصل رقم پر جس کا حکم سنایا گیا ہو' مقدمہ دائر کرنے کی تاریخ سے ڈگری کی تاریخ تک معہ کسی دیگر سود کے جس کا حکم مقدمہ دائر کرنے سے پہلے کی مدت کے لئے سنایا گیا ہو' مزید سود اس شرح سے جو عدالت کی رائے میں معقول ہو' اس مجموعی رقم پر جس کا حکم دیا گیا ہو ڈگری کی تاریخ تک یا اس سے پہلے کی کسی تاریخ تک جیساکہ عدالت موزوں سمجھے ادا کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔

۲۹۹۔ دفعہ ۳۴ (الف) کا اضافہ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس کے بموجب کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق سرکاری واجبات سے ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ جہاں عدالت کی یہ رائے ہو کہ کوئی مقدمہ سرکاری واجبات جو مستغیث نے خود ادا کرنے تھے یا اس کی طرف سے ادا کئے جانے تھے کی ادائیگی سے بچنے کے لئے دائر کیا گیا ہے تو عدالت ویسے استغاثہ کو خارج کرتے وقت ان واجبات پر بینک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ کی شرح سے سود کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔

۳۰۰۔ دفعہ ۳۴ (الف) کی ذیلی دفعہ (۲) ایک مختلف صورتحال سے بحث کرتی ہے۔ اس میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کہا گیا ہے کہ اگر عدالت کی یہ رائے ہو کہ مستغیث سے سرکاری واجبات کی وصولی ناجائز تھی تو عدالت مقدمہ کو نمٹاتے وقت وصول کردہ رقم پر بینک کی شرح سے ۲ فیصد سے زیادہ شرح سے سے سود کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔

۳۰۱۔ دفعہ ۳۴ کا اضافہ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس LXIII کی رو سے کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق بینکار کمپنی کے واجبات پر سود سے ہے۔ جس میں کہا گیا ہے کہ جہاں کوئی ڈگری کسی بینکار کمپنی کے قرضہ کی واپسی کے بارے میں ہو تو عدالت اس ڈگری میں قرضہ پر سود یا نفع' جو بھی صورت ہو' ڈگری کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ سودی قرضوں کی صورت میں عدالت سود کے لئے اس شرح سے جس کی بابت معاہدہ ہوا ہو یا بینک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ کی شرح سے (جو بھی زیادہ ہو) ادائیگی کی ڈگری جاری کر سکتی ہے۔

۳۰۲۔ مذکورہ بالا دفعہ کی کلاز (ب) میں کہا گیا ہے کہ ایسے قرضوں کی صورت میں جو قیمت میں مارک اپ' پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کی بنیاد پر دیئے گئے ہوں معاہدہ میں طے کردہ مارک اپ کرایہ' پٹہ یا حق الخدمت جیسی بھی صورت ہو عدالت معاہدہ میں طے کردہ سود یا نفع یا ویسے ہی قرضوں کے لئے کمپنی کی شرح سے (جو بھی زیادہ ہو) سود دلانے کا اہتمام کرے گی۔

۳۰۳۔ دفعہ ۳۴۔ (ب) کی کلاز (ج) میں کہا گیا ہے کہ نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر دیئے گئے قرضوں کی صورت میں عدالت ڈگری میں اسی شرح سے جو گزشتہ ۶ مہینے کے دوران کمپنی کی طرف سے ادا کئے گئے منافع کی سالانہ شرح سے کم نہ ہو اور جو مقدمہ کے حالات میں عدالت کے نزدیک قرین انصاف اور معقول ہو' منافع دلانے کا اہتمام کرے گی۔

سندھ ہائی کورٹ کا سود کی ادائیگی کا حکم دینے سے انکار

۳۰۴۔ ہم قانون دستاویزات قابل انتقال ۱۸۸۱ء کا جائزہ لیتے وقت سود' مارک اپ' پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری' کے بارے میں شرعی پوزیشن پہلے ہی واضح کر چکے ہیں۔ انہی ملاحظات (Observatoins) کا اطلاق مذکرہ بالا دفعات پر ہوتا ہے۔ بہرحال یہ بات قابل ذکر ہے کہ سندھ ہائی کورٹ کے ایک حالیہ فیصلہ (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء' کراچی ۴۶۶) میں ہم میں سے ایک (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن) نے سود دلانے کا حکم جاری کرنے سے انکار کر دیا تھا' کیونکہ ایسا کرنا آئینی احکام و

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ہدایات سے انحراف کے مترادف ہوتا۔ مزید قابل غور بات یہ ہے کہ ۱۹۸۰ء کے آرڈیننس LXIII سے پہلے جو کہ معیشت کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے نام پر نافذ کیا گیا تھا، عدالتوں کو یہ اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو سود کی ادائیگی کا حکم دیں نہ چاہیں تو نہ دیں۔ لیکن اس ترمیم میں "Shall" کا لفظ شامل کر کے عدالتوں کو پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ طے کردہ شرح یا بینک کی شرح سے ۲ فیصد شرح کے حساب سے جو بھی زیادہ ہو، سود دلانے کا اہتمام کریں۔ یہ دفعات ان وجوہ کی بناء پر جو قانون دستاویزات قابل انتقال ۱۸۸۱ء کو زیر غور لاتے وقت بیان کر چکے ہیں، اسلامی احکام کے منافی قرار دی جاتی ہیں۔

۳۰۵۔ جہاں تک سود سے متعلق حکم XXXVII کے قاعدہ ۲ (الف) کا تعلق ہے، ان وجوہ کی بناء پر جو قانون دستاویزات قابل بیع و شریٰ کی ۱۸۸۱ء کی دفعات ۷۹، ۸۰ کے ضمن میں زیر بحث آچکی ہیں اسے قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔

صوابدیدی نوٹس

۳۰۶۔ ہمارے سامنے مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کی صرف ان دفعات کو چیلنج کیا گیا، جن کا تعلق سود سے ہے تاہم سود کے متعلق ضابطہ دیوانی میں شامل دیگر دفعات کا بھی جائزہ لینا مناسب معلوم ہوا، اس لیے ہم نے ایس ایس ایم (Shariat Sue Moto) نوٹس ۳ بابت ۱۹۹۱ء کے تحت جو وفاق اور چاروں صوبوں کو جاری کیا گیا تھا، حسب ذیل دفعات کا جائزہ بھی لیا یعنی :

"دفعہ ــــ ۲

(۱۲) "زر و اصلات" (Mesne Profits) سے وہ منافع مراد ہے جو ناجائز قابض نے فی الحقیقت وصول کیا ہو یا معمولی کوشش سے وصول کر سکتا ہو، بشمول اس منافع پر سود کے تاہم اس میں وہ منافع شامل نہیں جو ان ترقیات کے سبب سے حاصل ہوا ہو جو ناجائز قابض نے کی ہوں۔"

"دفعہ ــــ ۳۵

(۳) عدالت خرچہ پر ایسی شرح سود دلا سکتی ہے جو ۶ فیصد شرح سالانہ سے زیادہ نہ ہو اور ایسا سود خرچہ میں جمع کر لیا جائے گا اور اسی کی طرح قابل حصول ہوگا۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"دفعہ --- ۱۴۴

(۱) جہاں اور جس حد تک کسی ڈگری میں تبدیل کردی جائے یا منسوخ کردی جائے' عدالت مرافعہ اول کسی ایسے فریق کی درخواست پر جو واگزاری سے نفع کی صورت میں یا کسی اور طرح فائدہ اٹھانے کا حقدار ہو' اس طرح واگزار کرائے گی کہ تا بہ امکان فریقین کی وہی حیثیت بحال ہوجائے جو اس صورت میں ہوتی' جبکہ ڈگری یا اس کے کسی حصہ میں تبدیلی یا تنسیخ عمل میں نہ آتی اور عدالت اس غرض سے کوئی احکام صادر کرسکتی ہے' جن میں خرچہ کی واپسی سود کی ادائیگی تاوان اور معاوضہ اور زر واصلات کی بابت احکام شامل ہوں گے جو ویسی تبدیلی یا تنسیخ پر لازمی قرار پائیں۔"

حکم نمبر۲۱ قاعدہ ۱۱

(۲) "(جی) رقم معہ سود (اگر کوئی ہو) جو ازروئے ڈگری واجب الادا ہو یا کوئی دیگر دادرسی جو ڈگری کی رو سے کی گئی ہو معہ کسی مقابل ڈگری کی تفصیل کے جو ڈگری کی تاریخ سے پہلے یا بعد میں صادر ہوئی ہو اس پر عمل درآمد کرایا جائے گا۔"

حکم نمبر۲۱ قاعدہ ۳۸

"ہر وارنٹ میں جو مقروض کے لئے ہو اس عہدیدار کو جو اس کی تعمیل کے لئے مقرر کیا جائے' ہدایت کی جائے گی کہ قرض دار کو جس قدر جلد بہ سہولت ممکن ہو' عدالت میں حاضر کرے تاوقتیکہ وہ رقم جس کی ادائیگی کا حکم دیا گیا تھا معہ سود اور خرچہ (اگر کوئی ہو) جو اس پر عائد کیا گیا ہو گرفتاری سے پہلے ادا کردیا جائے۔"

حکم نمبر۲۱ قاعدہ ۷۹

(۳) "جہاں جائیداد نیلامی از قسم قرض ہو' جس کے تحفظ کے لئے کوئی دستاویز قابل بیع و شریٰ نہ لکھی گئی ہو' یا کارپوریشن میں کوئی حصہ ہو تو اس کی سپردگی عدالت کے تحریری حکم سے عمل میں آئے گی جس میں قرض خواہ کو ممانعت ہوگی کہ وہ قرض دار سے قرض یا سود وصول نہ کرے اور مقروض اس میں سے خریدار کے علاوہ کسی کو ادائیگی نہ کرے یا یہ کہ اس شخص کو منع کیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جائے جس کے نام سے حصہ موجود ہو' کسی شخص کو وہ حصہ منتقل نہ کرے ماسوائے خریدار کے یا اس پر وارد ہونے والا کوئی حصہ رسدی یا سود وصول نہ کرے اور کارپوریشن کے مینیجر سیکریٹری یا افسر متعلقہ کو منع کردے کہ ایسا انتقال کرنے یا خریدار کی سوا کسی اور شخص کو ویسی ادائیگی کرنے کی اجازت نہ دے۔"

حکم نمبر ۲۱ قاعدہ ۸۰

(۳) "جب تک ویسی قابل بیع و شرئی دستاویز یا حصہ منتقل نہ کیا جائے' عدالت بذریعہ حکم کسی شخص کو مقرر کرسکتی ہے کہ اس پر عائد ہونے والا کوئی سود یا منافع وصول کرے اور اس کی رسید پر دستخط کرے اور اس طرح دستخط شدہ کوئی رسید تمام مقاصد کے لئے جائز اور اسی طرح موثر ہوگی گویا اس پر فریق نے خود دستخط کئے ہیں۔"

حکم نمبر ۲۱ قاعدہ ۹۳

"اگر کسی غیر منقولہ جائیداد کا نیلام قاعدہ ۹۲ کے بموجب مسترد کردیا جائے تو خریدار ایسا حکم ماننے کا مستحق ہوگا کہ اپنی قیمت خرید اس شخص سے سود یا سود کے بغیر جیساکہ عدالت ہدایت کرے واپس لے لے جسے ادا کی گئی ہو۔"

حکم نمبر ۳۴ قاعدہ ۲

(۱) "رہن بیع بالوفا کے مقدمہ میں مستغیث کامیاب ہوجائے تو عدالت اس طرح کی ابتدائی ڈگری جاری کرے گی کہ

(الف)------------------------

(i) رہن پر اصل سود

(ii) ---------------------------

(iii) دیگر خرچہ واجبات اور اخراجات جو اس نے جائز طور سے برداشت کئے ہوں رہن کی ضمانت کے بارے میں اس تاریخ تک معہ سود دلائے جائیں گے۔

(ب) ---------------------------

(ج) جس میں یہ ہدایت کی جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(i) یہ کہ اگر مدعا علیہ اس تاریخ کو عدالت میں وہ رقم جو اس کی ذمے ہو اس تاریخ تک یا اس سے قبل جیساکہ عدالت طے کرے اس تاریخ سے جب عدالت نے کلاز (الف) کے تحت کئے گئے حساب کی توثیق اور اس پر دستخط کئے ہوں، یا اس تاریخ سے جب عدالت کی طرف سے کلاز ب کے تحت اس رقم کا اعلان کیا گیا ہو جیسی بھی صورت ہو ٦ ماہ کے اندر اندر ادا کردے اور اس کے بعد وہ رقم ادا کرے جس کا مابعد خرچہ، واجبات اور اخراجات کے حوالہ سے واجب الادا ہونے کا حکم سنایا جائے جیساکہ قاعدہ ١٠ میں کہا گیا ہے معہ ان رقوم پر عائد ہونے والے سود کے جیساکہ قاعدہ ١١ میں کہا گیا ہے۔ مستغیث مدعا علیہ کو وہ تمام دستاویزات جو جائیداد مرہونہ کے حوالہ سے اس کے قبضہ میں یا دائرۂ اختیار میں ہوں، اس کے سپرد کردے گا اور اگر کہا جائے تو وہ جائیداد مدعا علیہ کو اپنے خرچ پر دوبارہ منتقل کردے گا اور اگر ضروری ہو تو مدعا علیہ کو جائیداد کا قبضہ دلا دے گا۔

(ii) "یہ کہ اگر ابتدائی ڈگری کے تحت رقم کی ادائیگی واجب الادا پائی جائے یا اس کا اعلان کیا جائے تو مقررہ تاریخ کو یا اس سے پہلے ادا نہ کی جائے یا مدعا علیہ اس مدت کے دوران جو عدالت مقرر کرے ادا کرنے سے قاصر رہے تو مابعد خرچہ واجبات اخراجات اور سود کے حوالہ سے جس رقم کے واجب الادا ہونے کا حکم سنایا گیا ہو مستغیث قطعی ڈگری کے لئے درخواست دینے کا مستحق ہوگا جس کی رو سے مدعا علیہ کو جائیداد فک کرانے کے تمام حقوق سے محروم کردیا جائے گا۔"

حکم نمبر ۳۴ قاعدہ ۲

(۲) "عدالت مجاز ہے کہ معقول وجوہ کی بناء پر ان شرائط پر جو عدالت قطعی ڈگری کے اجرا سے قبل وقتاً" فوقتاً" جاری کرے، اس رقم کی ادائیگی کے لئے مقرر کردہ مدت میں توسیع کردے جو ذیلی قاعدہ (۱) کے تحت واجب الادا پائی جائے یا اس رقم کی ادائیگی کی مدت میں توسیع کردے جس کی بابت مابعد ہرجانہ، واجبات اخراجات اور سود کے طور پر واجب الادا ہونے کا حکم سنایا گیا ہو۔"

حکم نمبر ۳۴ قاعدہ ۴

(۱) "اگر نیلام کے مقدمہ میں مدعی جیت جائے تو عدالت اس امر کی ڈگری جاری کرے گی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جیساکہ قاعدہ ۲ کے ذیلی قاعدہ (ا) کی کلاز الف' ب اور ج میں مذکور ہے اور مزید ہدایت کرے گی کہ مدعا علیہ کی طرف سے عدم ادائیگی کی صورت میں مدعی قطعی ڈگری کے لئے درخواست دینے کا مجاز ہو گا جس میں یہ حکم دیا جائے کہ جائیداد مرہونہ یا اس کا معقول حصہ نیلام کردیا جائے اور نیلامی سے ہونے والی آمدنی (اس میں سے نیلامی کے اخراجات وضع کرنے کے بعد) عدالت کے روبرو ادا کی جائے نیز مابعد ہرجانہ اور واجبات اخراجات اور سود کے سلسلہ میں جس رقم کے واجب الادا ہونے کا حکم سنایا گیا' وہ بھی ادا کی جائے۔

(۲) عدالت مجاز ہے کہ معقول وجہ پر اور ان شرائط پر جو قطعی ڈگری کے اجرا سے قبل وقتاً" فوقتاً" عدالت طے کرے' اس مدت میں توسیع کردے جو ذیلی قاعدہ (ا) کے تحت ظاہر کردہ یا معلوم کردہ رقم کی ادائیگی کے لئے مقرر کی گئی ہو' یا اس رقم کی ادائیگی کی مدت بڑھادے جو بعد کے ہرجانہ' واجبات اخراجات اور سود کے بارے میں طے کی گئی ہو۔"

حکم نمبر۳۴ قاعدہ ۷

(ا) اگر انفکاک رہن کے مقدمہ میں مستغیث جیت جائے تو عدالت اس امر کی ابتدائی ڈگری جاری کرے گی :

(الف) جس میں یہ حکم دیا جائے کہ اس ڈگری کی تاریخ پر مدعا علیہ کے ذمہ جو کچھ واجب الادا تھا اس کا حساب کرلیا جائے۔

(i) اصل زر اور زر رہن پر سود

(ii) ________________________________

(iii) دیگر خرچہ' ہرجانہ اور واجبات جو مدعا علیہ نے اس تاریخ تک رہن کی ضمانت کے سلسلہ میں جائز طور سے کئے ہوں' معہ اس پر عائد ہونے والا سود۔

(ج) یہ ہدایت کرتے ہوئے

(i) اگر مدعی عدالت میں وہ رقم جمع کرادے جو اس تاریخ کو یا اس سے پہلے اس کے ذمے واجب الادا پائی جائے جیساکہ عدالت طے کرے' اس تاریخ سے جب عدالت شق (الف) میں لیے گئے حساب کی تصدیق کرے اور اس پر توثیقی دستخط کرے یا اس تاریخ سے جس دن ویسی رقم شق (ب) کے تحت واجب الادا پائی جائے جیسی بھی صورت ہو ٦ ماہ کے اندر ادا کرے اور

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد وہ رقم بھی ادا کرے جو مابعد ہرجانہ اخراجات اور واجبات کے بارے میں جیساکہ قاعدہ ۱۰ میں کہا گیا ہے تو مدعا علیہ مدعی کو یا اس کے مقرر کردہ شخص کو مرہونہ جائیداد سے متعلق اپنے قبضہ یا دائرہ اختیار میں موجود تمام دستاویزات دے دے گا اور اگر ضروری ہوا' وہ جائیداد مدعی کو اپنے خرچہ پر منتقل کردے گا اور اگر ضروری ہوا مدعی کو جائیداد کا قبضہ دلادے گا۔

(ii) یہ کہ اگر واجب الادا رقم کی ادائیگی مقررہ تاریخ کو یا اس سے قبل نہ کی گئی یا مدعی اتنی مدت کے اندر جو عدالت مقرر کرے وہ رقم جو مابعد خرچہ' ہرجانہ اور واجبات کے سلسلہ میں واجب الادا قرار دی گئی ہو ادا کرنے میں ناکام رہے تو مدعا علیہ مجاز ہوگا کہ قطعی ڈگری کے لئے درخواست دے دے۔

(الف) رہن باقبضہ رہن بذریعہ مشروط نیلامی یا بے ضابطہ رہن کے علاوہ رہن کی صورت میں جس کی شرائط میں صرف ضبطی کا لکھا گیا ہو نیلامی کا نہیں' یہ کہ جائیداد مرہونہ فروخت کردی جائے۔ یا

(ب) رہن بذریعہ مشروط نیلامی یا ایسے بے ضابطہ رہن کی صورت میں جس کا اوپر ذکر کیا گیا' مدعی کو جائیداد فک کرانے کے جملہ حقوق سے محروم کردیا جائے۔

(۲) عدالت مجاز ہے کہ معقول وجہ کی بنیاد پر نیز ان شرائط پر جو ضبطی یا نیلامی جو بھی صورت ہو' کے لئے قطعی ڈگری کے اجرا سے پائی گئی قبل وقتاً" فوقتاً" عدالت کی طرف سے طے کی جائیں۔ ذیلی قاعدہ (۱) کے تحت واجب الادا رقم کی ادائیگی کے لئے وہ رقم' جو مابعد ہرجانہ اور واجبات اخراجات اور سود کے بارے میں ازروئے حکم وہ رقم' جو واجب الادا پائی گئی ہو کسی ادائیگی کے لئے مقررہ مدت میں توسیع کردے۔"

حکم نمبر ۳۴ قاعدہ ۱۱

کسی ڈگری میں جو ضبطی' نیلامی یا انفکاک کے مقدمہ میں جاری کی گئی ہو اور جس میں سود کی وصولی قانوناً" جائز ہو عدالت مرتہن کو سود کی ادائیگی کا حسب ذیل حکم دے سکتی ہے یعنی :

(الف) اس تاریخ تک کا سود جس تاریخ کو یا اس سے پہلے واجب الادا رقم کی ابتدائی ڈگری کے بموجب راہن یا رہن چھڑوانے والے کسی دوسرے شخص کو ادائیگی کرنی ہو۔

(i) اصل رقم پر جو رہن پر واجب الادا پائی گئی ہو یا اس کی بابت اعلان کیا گیا ہو' اس شرح

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے جو اصل زر پر قابل ادائیگی ہو یا جہاں ویسی شرح طے نہ کی گئی ہو' اس شرح سے جو عدالت کی رائے میں معقول ہو۔

(ii) ابتدائی ڈگری کی تاریخ سے مرتہن کو دلائے گئے خرچہ کی رقم پر اتنی شرح سے جو عدالت کی رائے میں معقول ہو۔ اور

(iii) اس رقم پر جس کی مالیت مرتہن کی طرف سے مقدمہ کے اخراجات' واجبات اور مصارف کے لئے واجب الادا ہونے کا حکم سنایا گیا ہو جو کہ اس نے رہن کی ضمانت کے سلسلہ میں مناسب طور سے برداشت کئے ہوں ابتدائی ڈگری کی تاریخ تک اور اسے جائیداد مرہونہ میں جمع کرلیا گیا ہو' اس شرح سے جس پر فریقین کے مابین اتفاق ہوگیا ہو' یا ایسی شرح کی عدم موجودگی میں اسی شرح سے جو کہ اصل زر پر قابل ادائیگی ہو یا ہر دو شرح کی عدم موجودگی میں ۹ فیصد سالانہ شرح سے۔

(ب) مابعد سود اور وصولیابی یا اصل ادائیگی کی تاریخ تک اس شرح سے جیسا کہ عدالت معقول سمجھے۔

(i) اصل رقوم کے مجموعہ پر جس کی صراحت شق (الف) میں کی گئی ہے اور اس پر عائد ہونے والے سود پر کی گئی ہے اور اس پر عائد ہونے والے سود پر جو اس شق کے مطابق شمار کیا گیا ہو۔

(ii) اس رقم پر جو مرتہن کی طرف ایسے مزید خرچہ' واجبات اور مصارف کی بابت جو کہ قاعدہ ۱۰ کے تحت واجب الادا تجویز کی گئی ہو۔

حکم نمبر ۳۴ قاعدہ ۱۳

(ا) ایسی آمدنی عدالت میں لائی جائے گی اور اس طرح خرچ کی جائے گی :

اولاً" ان تمام مصارف کی ادائیگی پر جو نیلامی پر اٹھے ہوں یا نیلامی کی کوشش میں جائز طور سے خرچ کئے گئے ہوں۔

ثانیاً" پہلے مرتہن کی طرف جو کچھ واجب الادا ہو' اس کے حساب میں کی ادائیگی پر اور اس سلسلے میں جائز طریقے سے کئے گئے اخراجات پر۔

ثالثاً" اس سارے سود کی ادائیگی پر جو رہن کی وجہ سے واجب الادا ہو' جس کے لئے نیلامی کی گئی ہو نیز مقدمہ کے اخراجات جس میں نیلامی کی ڈگری جاری کی گئی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

رابعاً "اصل رقم کی ادائیگی پر جو اس رہن کی وجہ سے واجب الادا ہو۔

خامساً" بقایا (اگر کوئی ہو) اس شخص کو ادا کیا جائے گا جو خود کو نیلام کردہ جائیداد میں دلچسپی رکھنے والا ظاہر کرے' اگر ایسے ایک سے زیادہ اشخاص ہوں تو ان اشخاص کو ان کے مفادات کے مطابق یا ان کی مشترکہ وصولی پر۔

(۲) اس قاعدہ میں یا قاعدہ ۱۲ میں شامل کوئی چیز قانون انتقال جائیداد ۱۸۸۲ء کی دفعہ ۵۷ کی رو سے تفویض کردہ اختیارات کو متاثر نہیں کرے گی۔

حکم نمبر۳۹ قاعدہ ۹

جہاں کوئی اراضی جس سے حکومت کو لگان وصول ہوتا ہو' یا قابل فروخت حق ملکیت کسی مقدمہ میں بنیادی چیز ہو' اگر اس اراضی پر قابض حق ملکیت کا حامل فریق سرکاری لگان یا حق ملکیت کے حامل کے ذمہ کرایہ' جو بھی صورت ہو' ادا کرنے میں کوتاہی کرے' اور بعد میں اس اراضی یا حق ملکیت کو فروخت کرنے کا حکم دے دیا جائے تو مقدمہ کے کسی دوسرے فریق کی طرف سے جو اس اراضی یا حق ملکیت میں مفاد کا دعویدار ہو' نیلامی سے پہلے واجب الادا لگان یا کرایہ ادا کرنے پر (عدالت کے حسب ہدایت ضمانت کے ساتھ یا اس کے بغیر) اسے مذکورہ اراضی یا حق ملکیت کا فوری قبضہ دیا جائے گا اور عدالت نادہندہ کے خلاف اپنی ڈگری میں اس طرح ادا کی گئی رقم معہ اس پر عائد ہونے والا سود اس شرح سے جو عدالت مناسب سمجھے' دلا سکتی ہے یا اس طرح ادا کردہ رقم نیز اتنی شرح سے جیساکہ عدالت حکم دے' عائد ہونے والا سود کسی ایسے حساب کو درست کرنے کے لیے جس کی بابت مقدمہ میں جاری کردہ ڈگری میں ہدایت کی گئی ہو استعمال کیا جاسکتا ہے۔"

قوانین سود کے متعلق سرکاری وکلا کا موقف

۳۰۷۔ راجہ محمد افسر' فاضل ایڈووکیٹ جنرل بلوچستان نے مجموعہ ضابطہ دیوانی ۱۹۰۸ء کی مذکورہ بالا دفعات کے حوالے سے کہا کہ یہ دفعات خالصتاً" اور سراسر سود سے متعلق ہیں جن کے بارے میں دو رائیں نہیں ہو سکتیں۔ یہ کہ سود لینا قرآن و سنت کی رو سے واضح طور پر حرام ہے۔ انہوں نے مزید عرض کیا کہ ان دفعات میں سود کی وصولی کے بارے میں دیوانی کارروائی کے بارے میں پہلے ہی فرض کرلیا گیا تھا کیونکہ اس کے بنانے والوں نے یہ قانون قرآن و سنت کی روشنی میں

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

نہیں بنایا تھا۔ اس لیے بنیادی فلسفہ جس پر یہ ضابطہ وضع کیا گیا، اس میں اسلامی اصول فقہ سے کوئی فیضان حاصل نہیں کیا گیا۔ یہ دفعات خالصتاً" قانون کے مغربی تصور پر مبنی ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں اسلامی اصول فقہ میں تعبیر کا لحاظ کیے بغیر نافذ کردیا گیا۔ فاضل ایڈوکیٹ جنرل نے اپنی گزارشات کے آخر میں کہا کہ ان کے خیال میں ان دفعات کے تحت سود لینا سراسر غیر اسلامی ہے، جسے ختم کرنا ہو گا۔

۳۰۸۔ سندھ کے فاضل ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل مسٹر عبدالغفور منگھی نے اس سے اختلاف نہیں کیا کہ سود، جیساکہ وہ ضابطہ دیوانی کی متعدد دفعات میں شامل ہے، اسلامی احکام کے خلاف ہے بہرحال انہوں نے عرض کیا کہ وقت گزرنے کے ساتھ روپے کی قیمت گھٹ جاتی ہے۔ اس لیے جب قرض کی ادائیگی کا وقت آئے تو سرمایہ کی اصل قیمت کے برابر، اشیاء کی مروج قیمتوں سے تقابل کرتے ہوئے ادائیگی کرنی چاہیے۔

مسٹر شہاب الدین برق، لا آفیسر صوبہ، سرحد اور ایڈوکیٹ جنرل پنجاب کی نمائندگی کرتے ہوئے مسٹر جاوید عزیز سندھو نے بھی وہی دلائل پیش کیے جو سندھ کے فاضل ایڈیشنل ایڈوکیٹ جنرل پیش کرچکے تھے جن کا تعلق افراط زر اور اشاریہ بندی سے تھا۔ افراط زر کی نسبت سے اشاریہ بندی کے مسئلہ پر ہم گزشتہ صفحات میں بحث کرچکے ہیں، اس لیے اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔

۳۰۹۔ اس ساری بحث کی بناء پر جو تحریم سود کے متعلق ہم کرچکے ہیں، قرار دیا جاتا ہے کہ ضابطہ دیوانی کی وہ متعدد دفعات جن کی نشان دہی کردی گئی ہے، اسلامی احکام، جیساکہ وہ قرآن و سنت میں متعین ہیں، کے خلاف ہیں۔ انہیں ضابطہ دیوانی سے حذف کردیا جائے۔

وفاقی شرعی عدالت کے اختیار سماعت کی حدود

- اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ عدالت اس حقیقت سے باخبر ہے کہ اسے کسی عدالت یا ٹریبونل کے ضابطہ کار سے تعلق رکھنے والے کسی قانون یا قانون کے حکم کا جائزہ لینے کا کوئی اختیار حاصل نہیں، تاہم ہر حکم محض اس لیے ضابطہ جاتی (Procedural) نہیں بن جاتا کہ وہ کسی مجموعہ ضوابط میں شامل ہے۔ ضابطہ دیوانی کسی دیوانی استغاثہ، اپیل یا درخواست کی سماعت کو باضابطہ بنانے کی غرض سے نافذ کیا گیا ہے۔ ہم نے اس

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مجموعہ میں متعین کردہ کسی ضابطہ میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ ہم نے صرف ان دفعات کا جائزہ لیا ہے جن سے سود کی وصولی کا حق یا ادائیگی کی ذمہ داری پیدا ہوتی ہے اور وہ اصلی قانون (Substantive Law) کے دائرہ میں آتی ہیں۔

۳۱۱۔ مزید یہ کہ ۲۶ جون ۱۹۹۰ء سے عدالت ہذا کو کسی مالیاتی قانون بشمول بنکاری کے عمل اور ضابطہ کار جائزہ لینے کا اختیار حاصل ہوچکا ہے۔ اس لیے اب کسی کو ہمارے اختیار سماعت کے استعمال پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے۔

VI- قانون انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۵ء

(The Co-operative Societies Act, 1925)

۳۱۲۔ اس قانون کی دفعہ ۵۹(۲)(ای) کے احکام کو چیلنج کیا گیا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پوری دفعہ نقل کردی جائے' جو اس طرح ہے :

"۵۹۔(ا) ہر حکم جو کسی تحلیل کنندہ (Liquidator) نے زیر دفعہ ۵۰ یا رجسٹرار نے زیر دفعہ ۵۰۔الف یا اس کے نمائندہ نے یا ثالثوں (Arbitrators) نے ان تنازعات میں جو اسے/انہیں دفعہ ۵۰ کی کلاز (جی) یا دفعہ ۵۴ یا ۵۴۔الف کی ذیلی دفعہ (۳) کے تحت بھیجے گئے ہوں یا جاری کیا ہو' ہر حکم جو زیر دفعہ ۵۶ اپیل میں سنایا گیا ہو' ہر حکم جو صوبائی حکومت نے زیر دفعہ ۵۰'الف' ۵۴ یا ۵۴۔الف کی ذیلی دفعہ (۳) کے تحت صادر کردہ احکام کے خلاف اپیل میں سنایا ہو اور ہر حکم جو زیر دفعہ ۶۴۔الف سنایا گیا ہو' اگر اس پر عمل درآمد نہ ہوا ہو تو :

(الف) سرٹیفکیٹ جاری ہونے پر جس پر رجسٹرار یا تحلیل کنندہ کے دستخط ہوں' دیوانی عدالت کی ڈگری تصور ہوگا اور اس پر اسی طرح عمل درآمد کرایا جائے گا جیسے اس عدالت کی کسی ڈگری پر کرایا جاتا ہے۔

(ب) اس پر قانون کے مطابق اور ان قواعد کے تحت جو مالیہ ارضی کے بقایا جات کی وصولی کے لیے وقتی طور پر نافذالعمل ہوں' عمل درآمد کرایا جائے گا۔

تاہم شرط یہ ہے کہ ویسی رقم کی وصولیابی کے لیے کوئی درخواست مقررہ طریقہ پر کلکٹر کو دی جائے گی جس کے ساتھ رجسٹرار یا مجاز اسسٹنٹ رجسٹرار کے دستخطوں سے جاری شدہ تصدیق نامہ منسلک ہوگا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(ج) رجسٹرار یا اس کے ماتحت کوئی شخص جسے اس سلسلے میں مجاز کیا گیا ہو' ایسے قواعد کے تابع جو صوبائی حکومت نے وضع کئے ہوں اور قانون ہذا کے تحت بنائے گئے وصولیابی کے کسی دیگر طریق کار کو متاثر کیے بغیر' مجموعہ قواعد لگان اراضی (سندھ) ۱۸۷۹ء (Code of Land Revenue, Sindh, 1879) یا علاقہ میں مالیہ اراضی سے متعلق نافذالعمل کسی دیگر قانون کے متعلقہ احکام یا ان کے تحت وضع کردہ قواعد کی رو سے کلکٹر کے اختیارات کو بروئے کار لاتے ہوئے :

(الف) کوئی رقم جو کسی دیوانی عدالت کی ڈگری یا حکم یا رجسٹرار کے کسی فیصلہ یا تحلیل کنندہ کے کسی ایسے ایوارڈ کی رو سے جو کسی انجمن/بشمول سرمایہ لگانے والے بنک کا جاری کردہ ہو' کے تحت واجب الادا ہو۔

(ب) کوئی رقم جو زیر دفعہ ۴۴-(ب) و ۴۵ خرچہ کے طور پر دلائی گئی ہو' یا

(ج) ہرجانہ جس کی تشخیص دفعات ۲۲-(الف) اور ۵۰-(الف) میں کی گئی ہو' یا

(د) کوئی جرمانہ جس کا تعین دفعہ ۶۱ اور ۶۲ کے تحت کیا گیا ہو' یا

(ہ) دفعہ ۶۵ کے تحت حکومت کو واجب الادا رقوم معہ سود (یا منافع) اگر کوئی ہو' جو ویسی رقم یا سرمایہ پر واجب الادا ہو' نیز طریق کار کی لاگت' ایسے شخص کی جائیداد کی قرقی اور فروخت یا قرقی کے بغیر فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم' جس کی خلاف ویسا حکم' ڈگری' فیصلہ یا ایوارڈ حاصل یا جاری کیا گیا ہو۔

۳۱۳۔ عدالت ہذا کے فل بنچ نے قانون انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۵ء نیز سندھ کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء پر خود اپنی تحریک پر جاری کردہ نوٹس ایس ایس ایم نمبر ۳/۷ پی ۸۳ اور ایس ایس ایم نمبر ۱۰/ایس/۸۳ میں اپنے فیصلہ مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۸۴ء کے بموجب غور کیا تھا۔

۳۱۴۔ اس وقت چونکہ اس عدالت کو سود سے متعلق احکام کا جو کہ مالیاتی قوانین کے دائرہ میں آتے ہیں' جائزہ لینے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ اس لئے مذکورہ بالا دفعہ ۵۹(۲) کے احکام پر کوئی رائے ظاہر نہیں کی گئی تھی جو اس وقت عدالت کے زیر غور ہے۔

۳۱۵۔ ان وجوہ کی بنا پر جن پر سود کی تحریم کے متعلق تفصیلی بحث ہو چکی ہے' لفظ "سود" یا "نفع" کو اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے' چنانچہ چاروں صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی جاتی ہے کہ قانون مذکورہ میں عبارت "Interest (or return), or any due on such amount" کو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

عدالت بینک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ شرح کی اجازت دینے کی پابند نہیں تھی لیکن اب آرڈیننس کی دفعہ ۸ (۲) میں اس کا صراحتاً" اہتمام کیا گیا ہے۔

ہائی کورٹ کے اختیارات پر پابندی

۳۵۳۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ ایسے قانون کے کسی حکم کو جو مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ۵ جولائی ۱۹۷۷ء اور ۲۹ دسمبر ۱۹۸۵ء کے دوران نافذ کیا گیا ہو ہائی کورٹ کی طرف سے اعلان کرنے کے اختیار سماعت سے دستور کے آرٹیکل ۲۷۰ (الف) کے ذریعے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ چنانچہ یہی آرٹیکل محمد بچل میمن بنام حکومت سندھ (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۲۹۶) کے زیر عنوان آئینی درخواست میں سندھ ہائی کورٹ کے فل بنچ کے فیصلہ میں اک رکاوٹ بن گیا تھا کیونکہ مذکورہ بالا آرٹیکل کی رو سے ایسے تمام قوانین کو مکمل تحفظ حاصل تھا۔ تاہم عدالت ہذا پر دستور کے باب ۳۔اے کے تحت حاصل اختیار سماعت کی بناء پر قانون کے کسی حکم کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دینے میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے' خواہ وہ قانون مارشل کے نفاذ سے پہلے' اس کے دوران یا بعد میں نافذ کیا گیا ہو۔

۳۵۴۔ ان وجوہ کی بنا پر جو گزشتہ صفحات میں تفصیل سے زیر بحث آچکی ہیں' سود سے تعلق رکھنے والی مکمل دفعہ ۸(۲)(الف) نیز مارک اپ سے متعلق دفعہ ۸ (۲)(ب) کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

مسٹر ایس ایم ظفر کی دیگر معروضات اور وفاقی شرعی عدالت کی حدود

۳۵۵۔ اب ہم مسٹر ایس ایم ظفر کی دیگر معروضات کی طرف آتے ہیں۔ انہوں نے بنک یا مالیاتی ادارہ اور قرض دار کے مابین طے پانے والے معاہدہ قرض کے بارے میں جو دلائل پیش کئے' ان کے متعلق اتنا کہنا کافی ہو گا کہ ہمارا اختیار سماعت جیساکہ دستور کا آرٹیکل ۲۰۳۔ڈی (ا) کہتا ہے۔ اس سوال کا جائزہ لینے اور فیصلہ کرنے تک محدود ہے کہ آیا کوئی قانون' قانون کا حکم رواج یا عرف اسلامی احکام کے خلاف ہے یا نہیں۔ یہاں سپریم کورٹ کے شریعت اپیلاٹ بنچ کی اس رائے کا حوالہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا اظہار اس نے ۱۹۸۹ء کی شریعت اپیل نمبر ۶ بعنوان حکومت پنجاب معرفت سیکریٹری محکمہ خزانہ لاہور بنام سخی محمد اسسٹنٹ پروفیسر کالج آف ایجوکیشن برائے سائنس و دیگر میں کیا تھا۔ مذکورہ بالا اپیل شریعت پٹیشن نمبر ۱۴ آئی بابت ۱۹۸۵ء

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میں عدالت ہذا کے فیصلہ مورخہ ۲۰ اکتوبر ۸۸ کے خلاف دائر کی گئی تھی۔

۳۵۶۔ حقائق کو اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہوئے' سپریم کورٹ میں شریعت اپیلاٹ بنچ کے چیئرمین مسٹر جسٹس ڈاکٹر نسیم حسن شاہ نے کہا تھا :

"مسئول الیہ کی شکایت یہ لگتی ہے کہ ان سول ملازمین کے مابین جو ترقی یاب ہو کر اوپر آئے ہیں اور جو براہ راست بھرتی ہوئے ہیں' اور اسی حیثیت سے اپنے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان کے مابین امتیاز روا رکھا جا رہا ہے۔ ایسا امتیاز روا رکھنا اسلامی احکام کے منافی ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے اس موقف سے اتفاق کرتے ہوئے ۲۰ اکتوبر ۸۸ء کے زیر بحث فیصلہ میں اعلان کیا کہ مسئول الیہ بھی ان تمام مراعات کا حقدار ہے جو محکمہ کے ترقی پانے والے ملازمین کو دی گئی ہیں۔"

اس پر حسب ذیل رائے کا اظہار کیا گیا :

"بدقسمتی سے ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ وفاقی شرعی عدالت نے دستور کے آرٹیکل ۲۰۳۔ڈی (ا) کے تحت حاصل اپنے اختیارات اور حق سماعت کو بروئے کار لاتے ہوئے ایسی داد رسی کا حکم کیونکر سنایا۔"

مزید کہا گیا کہ :

"دستور کے مذکورہ بالا آرٹیکل کے تحت وفاقی شرعی عدالت اس سوال کا جائزہ لے سکتی اور فیصلہ کر سکتی ہے کہ آیا کوئی قانون یا قانون کا حکم اسلامی احکام کے خلاف ہے یا نہیں اور اگر وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ حکم احکام اسلام کے منافی ہے تو عدالت ایسا فیصلہ دیتے وقت اس کی وجوہات قلمبند کرے گی اور اس حد کی نشاندہی بھی کرے گی جس حد تک متنازعہ قانون اس طرح منافی ہو' مزید برآں یہ صراحت بھی کرے گی کہ وہ فیصلہ کس تاریخ سے موثر ہو گا۔

زیر بحث فیصلہ میں یہ نہیں بتایا گیا کہ کونسا قانون یا قانون کا حکم اسلامی احکام کے خلاف پایا گیا ہے' نہ ہی س میں وہ وجوہ درج ہیں جن کی بناء پر ایسا نتیجہ اخذ کیا گیا ہے' نہ ہی عدم مطابقت کے متعلق یہ بتایا گیا ہے کہ وہ کس حد تک ہے۔ اس تاریخ کی صراحت بھی نہیں کی گئی جس تاریخ سے یہ فیصلہ موثر ہو گا۔"

مزید یہ کہا گیا کہ :

....."فیصلہ میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کی بنیاد فریقین کے دلائل پر ہے' کسی اور بناء پر نہیں۔ مزید

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

برآں اس میں کسی تاریخ کی صراحت نہیں کی گئی کہ عدالت کا یہ فیصلہ کس تاریخ سے موثر ہو گا۔ اس کے برخلاف ایسا لگتا ہے کہ فیصلہ کو موثر بہ ماضی کیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ فیصلہ قانون کے مطابق نہیں لگتا۔"

۳۵۷۔ اس لیے اس عدالت کو جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا' فریقین کے مابین ہونے والے معاہدہ سے متعلق سوالات کا جائزہ لینے کا کوئی اختیار نہیں۔ یہی بات مسٹر خالد ایم اسحاق نے بھی اپنے نوٹ میں کہی ہے۔

۳۵۸۔ چونکہ مسٹر ایس ایم ظفر نے عدالت سے اس سوال پر غور کرنے کی استدعا کی۔ شاید انہیں یاد نہیں رہا کہ ہم حقوق اور ذمہ داریوں کے بارے مین' جو فریقین کے مابین کسی معاہدہ کے نتیجہ میں پیدا ہوئی ہوں کچھ کہنے سے قاصر ہیں۔ تاہم اسقدر کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں وعدہ کے ایفا پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے۔

یا ایھاالذین امنوا اوفوا بالعقود۔

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' اپنے معاہدے پورے کو۔" (المائدہ۔۱)

سورۃ مومنون میں مسلمانوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے :

والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون۔

(یقیناً" کامیاب ہوئے ایمان والے)......جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد و پیمان کا پاس رکھتے ہیں۔" (المومنون۔۔۸)

ایک اور آیت مبارکہ میں ارشاد خداوندی اس طرح وارد ہوا ہے :

واوفوا بالعھدان العھد کان مسئولا۔

"اور عہد کی پابندی کرو بیشک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہوگی۔" (بنی اسرائیل۔ ۳۴)

۳۵۹۔ رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے :

المسلمون علی شروطھم۔

"مسلمان اپنی شرط و قیود کی پابندی کرتے ہیں۔" (سنن ابوداؤد۔ جلد دوم صفحہ ۱۵۰ مطبوعہ۔ کراچی)

امام ترمذی نے مذکورہ بالا فرمان نبوت پر حسب ذیل الفاظ کا اضافہ کیا ہے :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

الا شرطا حرم حلالاً او احل حراما۔

"ماسوائے کسی ایسی شرط کے جو کسی حلال چیز کو حرام یا حرام چیز کو حلال ٹھہراتی ہو۔"

(جامع ترمذی۔ مطبوعہ کراچی صفحہ ۲۵۱)

۳۶۰۔ امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں یہ الفاظ مزید نقل کئے ہیں :

"ماوافق الحق منہا۔" یعنی "جو کچھ حق کے موافق ہو۔"

۳۶۱۔ رسول اکرمؐ نے ایک اور حدیث میں واضح طور پر فرمایا ہے :

ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فھو الباطل۔

"کوئی شرط جو کتاب الٰہی (کے مطابق) نہ ہو' باطل ہے۔" (صحیح بخاری' جلد سوم صفحہ ۲۹ مطبوعہ استنبول)

۳۶۲۔ قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات اور ارشادات نبوی کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ کوئی معاہدہ یا شرط جو اسلامی احکام کے برعکس ہو' شرعاً" ناجائز اور باطل ہے۔

۳۶۳۔ بعض ایسے معاہدات بھی ہیں جنہیں اسلامی احکام کے منافی ہونے کی بنا پر باطل اور غیر موثر قرار دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۲۷۵ دیکھئے جس میں اللہ تعالیٰ نے تجارت کرنے کی اجازت دی ہے اور سود کے لین دین کی ممانعت کی ہے۔ مزید کہا گیا ہے کہ جو لوگ سود لینے سے باز نہیں آئیں گے۔ وہ دوزخ کے صحیح سزاوار ہوں گے۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جہاں تجارتی معاہدہ قانوناً" درست ہے' وہاں سود کا معاملہ یا سود پر مبنی سمجھوتہ سود کی حد تک قابل نفاذ نہیں ہوتا۔

درخواست گزاروں کا تجاہل عارفانہ

۳۶۴۔ یہاں ہم اس بات کا اضافہ کرنا چاہیں گے کہ جملہ درخواست گزاران' ماسوائے چند کے بنکوں' مالیاتی اداروں یا کوآپریٹو فنانس کارپوریشنوں اور سوسائٹیوں کے مقروض ہیں۔ مسلمان ہونے کی بناء پر ان سے یہ بات بخوبی جاننے کی بجاطور پر توقع کی جاتی ہے کہ اسلام میں سود حرام ہے۔ جیسا کہ انہوں نے خود اپنی درخواستوں میں صراحتاً" اس کا ذکر کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ قرآن حکیم کا نزول آج نہیں ہوا۔ ربا کو حرام قرار دینے والا قرآنی حکم چودہ صدیوں سے موجود ہے۔ علاوہ ازیں عدالت ہذا خود کوئی قانون نہیں بناتی' صرف اس کی تشریح کرتی ہے جو پہلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے قرآن و سنت میں موجود ہوتا ہے۔

۳۶۵۔ ان درخواستوں میں کسی تغیر و تبدل کے بغیر یہ استدعا کی گئی ہے کہ سود کو ختم کردیا جائے یا اب تک جو سود ادا کیا گیا ہے اسے اصل زر کی ادئیگی میں شمار کرلیا جائے۔ یا یہ کہ بنکوں اور دوسرے مالیاتی اداروں کو ہدایات جاری کی جائیں کہ "قرض داروں کے ذمہ سود کی جو رقم بقایا ہیں' وہ وصول نہ کریں۔ ہم اس سلسلے میں یہ واضح کردینا چاہتے ہیں کہ کسی قانون یا قانون کے حکم کو اسلامی احکام کے خلاف قرار دینے کے بارے میں اس عدالت کو محدود اختیار سماعت حاصل ہے۔ کوئی حکم امتناعی جاری کرنے یا کسی عدالت میں زیر سماعت کاروائی کو روک دینے کا کوئی اختیار نہیں۔ اس لیے یہ تمام استدعائیں غلط فہمی پر مبنی ہیں اور انہیں حسب ضابطہ مسترد کیا جاتا ہے۔

کیا سود پر پابندی اقتصادی بحران کے مترادف ہوگی؟

۳۶۶۔ اب ہم مسٹر ایس ایم ظفر کی اس دلیل کو لیتے ہیں کہ چونکہ عالمی اقتصادی نظام سود پر مبنی ہے اس لیے اس سے انحراف اقتصادی بحران کے مترادف ہوگا۔ ان کا یہ استدلال ایک اندیشہ اور وسوسہ پر مبنی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں۔

۳۶۷۔ بین الاقوامی اسلامی ادارہ معاشیات (بین الاقوامی جامعہ اسلامیہ اسلام آباد) کے پروفیسر ڈاکٹر سید محمد طاہر نے اس موضوع پر چیف جسٹس کی ذاتی درخواست پر ایک دن کے مختصر نوٹس پر ایک تحقیقی نوٹ لکھ کر عدالت میں پیش کیا۔ یاد رہے کہ انہیں حال ہی میں ملائیشیا کی فیکلٹی آف اکنامکس' انٹرنیشنل اسلامی یونیورسٹی سے' جہاں وہ چار سال تک پڑھاتے رہے' واپس بلایا گیا ہے وہ اپنے نوٹ میں لکھتے ہیں :

"سود سے علیحدگی اختیار کرنے کا مطلب نفع بخش مواقع کا خاتمہ نہیں۔ بلکہ انہیں نئی شکل دی جائے گی۔ جب تک کاروبار میں منافع موجود ہے اور متعلقہ فریقین کے "مفادات" (سود کی شرح ضروری نہیں) پوری طرح محفوظ ہیں۔ لین دین کے بین الاقوامی معاملات معمول کے مطابق جاری رہیں گے۔ اس کے برعکس سوچنے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس مرحلہ پر اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ سود پر مبنی موجودہ نظام کے متبادل نظام کو اپنانے کی صورت میں حسب ذیل مسائل پیش آسکتے ہیں :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ نیا نظام عملی طور پر اس قدر پیچیدہ ہو کہ بین الاقوامی تجارتی منظر پر چھائے ہوئے اقتصادی ایجنٹ اسے خوش آمدید نہ کہیں۔

۲۔ منافع میں غیر یقینی کیفیات کے ساتھ اخلاقی خرابی کا مسئلہ مل کر اس نظام کو عملی طور پر ناکام بنادیں۔

ہم پھر یہی کہتے ہیں کہ یہ دلائل بے بنیاد ہیں۔ ٹھوس منطق یا عملی ثبوت کی بجائے بعض خدشات پر مبنی ہیں۔ اس موضوع پر نقطہ نظر کو واضح کرنے کے لئے حسب ذیل نکات سے مدد لی جاسکتی ہے۔

۱۔ اہم بین الاقوامی معاملات حسب ذیل ہیں :

(الف) تجارت میں سرمایہ کاری (برآمدات و درآمدات)

(ب) سرمایہ کے بین الاقوامی اتار چڑھاؤ جن کی بدولت کسی ملک کے رہنے والے سود کمانے کی غرض سے اپنے فنڈز اپنے ملک سے دوسرے ملک کو منتقل کرتے رہتے ہیں۔

(ج) براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری، اصولی طور پر یہ جز (ب) سے مختلف ہے۔

(د) غیر ترسیل زر کی جگہ فنڈز کی منتقلی

(ہ) حکومت کی سطح پر دوسری حکومتوں، بین الاقوامی مالیاتی اداروں (مثلاً ورلڈ بنک، آئی ایم ایف) اور بنکوں کے ساتھ قرض کا لین دین۔

(و) پرائیویٹ کاروباری (افراد اور کارپوریشنوں) کا بین الاقوامی مارکیٹوں میں قرضوں یا بانڈز کی صورت میں قرض لینا اور دینا۔ پاکستان کی صورت میں یہ چیز تقریباً" نہ ہونے کے برابر ہے۔ اس کے لیے اکثر صورتوں میں حکومت ضمانت فراہم کرتی ہے اور دراصل یہ نجی اور نیم سرکاری اداروں (مثلاً واپڈا) کی طرف سے کسی منصوبہ کی نسبت سے قرض لینا سرکاری سطح پر قرض لینا بن جاتا ہے۔

(ز) غیر ملکی زر مبادلہ کی خرید و فروخت (نقد اور ادھار) مذکورہ بالا لین دین میں آسانی پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ غیر ملکی زرمبادلہ کے ذریعے نفع کمانا۔

بات واضح ہونی چاہئے۔ اس لئے ہم اس معاملے کی نکتہ وار وضاحت کرتے ہیں۔

(الف) برآمدات میں مالکاری بنکوں کی طرف سے بطور تاجر ویسے ہی لین دین میں سرمایہ کاری کرنے والوں کی بجائے کی جاسکتی ہے۔ یعنی بنک مرابحہ کا سہارا لے کر ایسا کرسکتے ہیں اور دنیا بھر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کے اسلامی بنک موثر طور پر یہ کام پہلے ہی کر رہے ہیں۔ اس میں کم از کم اتنا "معمولی منافع" تو کمارہے ہیں جتنا کہ تجارت کی بجائے قرض کے سابقہ معاملات میں سود کے طور پر کمالیتے تھے۔ اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ غیر ملکی بنک بر آمدات و در آمدات کے اس نئے انتظام کی مخالفت کریں گے۔ اس کے برعکس حالیہ برسوں میں بین الاقوامی **بنکنگ** نظام انتہائی مقابلے کا نظام بن گیا ہے۔ آگے کی طرف دیکھیں تو مستقبل میں بنک بر آمدات و در آمدات میں تجارتی (مرابحہ) بنیادوں پر پاکستان کی بر آمدات و در آمدات کے پورے حجم سے زیادہ سرمایہ لگانے پر آمادہ ہوں گے۔

ب + ج ـ) ہم سرمایہ کے بین الاقوامی اتار چڑھاؤ کو خوش آمدید کہتے ہیں' لیکن تنقیدی نقطہ نظر سے نہیں۔ جب بر آمد و در آمد میں سرمایہ کاری کا پہلے ہی انتظام کیا جاچکا ہو تو ان کی اہمیت قانونی رہ جاتی ہے۔ اندرون ملک ایسا اتار چڑھاؤ کسی ملک کی سیال پوزیشن کو ضرور متاثر کرسکتا ہے' لیکن بیرونی پھیلاؤ جو اندرونی معیشت کے کنٹرول سے باہر ہوتا ہے۔ بصورت دیگر کام کرتا ہے۔ موجودہ دور میں پاکستان کا اس معاملے میں امریکہ' جرمنی' جاپان اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک سے کوئی مقابلہ نہیں۔

عملی مقاصد کے لئے اہم بات یہ ہے کہ یہ براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری ہے۔ اس کے لئے ہمیں غیر ملکی سرمایہ کاروں کو معقول **ملکیتی** تحفظات اور ان کے منافع کی واپسی کے لئے ضمانتیں فراہم کرنا ہوں گی۔ غیر ملکی سرمایہ کاری کا سود سے کوئی تعلق نہیں' یہ منافع کے پیچھے چلتی ہے۔

د۔ ہم دوبارہ عرض کریں گے کہ اس کا سود سے کوئی تعلق نہیں۔ نیا نظام ویسے ہی کام کرے گا جیسے آج کل کرتا ہے۔

ہ۔ یہ ایک تکلیف دہ نکتہ ہے حکومت کو اپنے (انتظامی) اخراجات و ضروریات پوری کرنے کے لئے بین الاقوامی منڈیوں سے قرض لینا بند کرنا ہوگا۔ اقتصادی لحاظ سے نفع بخش منصوبوں کے لیے فنڈز کا انتظام نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کیا جاسکتا ہے۔ ہم نے اس موضع پر ابھی تک ہوم ورک نہیں کیا۔ حقیقت میں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہماری بیورو کریسی نئے نظریات کو آزمانے پر آمادہ نہیں۔

و۔ غیر ملکی زرمبادلہ کی منڈی حسب معمول کام کرتی رہے گی۔ نقد اور ادھار پر کام کرنے والی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

مارکیٹیں وجود میں آجائیں گی (آخر الزکر بیع سلم کے خطوط پر کام کرے گی۔)

ز۔ یہاں یہ بتانا بے محل نہ ہو گا کہ سودی نظام نے اپنی تباہی کے بیج خود بوئے ہیں۔ تیسری دنیا کے لیے قرض کے مسئلہ اور بین الاقوامی بنکوں کو پہنچنے والے مابعد نقصانات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ سود کی بنیاد پر باآسانی دستیاب قرضوں کے باعث پاکستان بھی بین الاقوامی طور پر قرض کے سنگین چکر میں پھنس گیا ہے۔ اس دروازہ کو بند کرنا ہو گا۔ یہ پاکستان کے لیے مالیاتی تنظیم اور اس کی معیشت کے لیے ایک صحت مندانہ اقدام ہو گا۔ اس کے خلاف نہیں۔ اس لیے جتنی جلدی ہو ہم بین الاقوامی معاملات میں سود کے دروازہ کو بند کردیں گے' ہمارے حق میں اتنا ہی بہتر ہو گا۔

غیر مسلم ممالک میں اسلامی بنکاری

بین الاقوامی لین دین میں سود پر پابندی نہ لگانے کے حق میں یہ دلیل شاید ۱۵ برس پیشتر تو کچھ وزن رکھتی تھی۔ اب تو عالمگیر سطح پر اسلامی مالکاری اور بنکاری کے متعلق آگاہی پائی جاتی ہے۔ مالکاری کے اسلامی طریقوں کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ غیر مسلم ممالک میں بھی بہت سے اسلامی بنک کھل رہے ہیں۔ جس کی بہترین مثال سوئٹزر لینڈ کا دارالمال ہے۔ اب تو پاکستان میں غیر اسلامی بنک اور مالیاتی ادرے بھی مالکاری کے اسلامی طریقوں کی پیش کش کر رہے ہیں۔ مثال کے طور پر گرنڈ لیز بنک کی طرف سے فرسٹ مضاربہ کا آغاز کیا گیا جبکہ پروڈ ینشل انشورنس کمپنی نے فرسٹ اور سیکنڈ پروڈیشنل مضاربہ شروع کر رکھا ہے۔

مختصر یہ کہ اس بات میں کوئی حقیقت نہیں کہ سود پر پابندی بین الاقوامی نظام کی تباہی پر منتج ہو گی۔ منطق اور شہادت دونوں سے اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔

۳۶۸۔ اس سلسلے میں جناب انور اقبال قریشی کی کتاب "Islam and Theory of Interest" سے بھی ایک اقتبا س نقل کرنا بے محل نہ ہو گا۔

"یہ لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ سود کی مقررہ شرح اقتصادی ترقی پر انتہا مضر اثرات مرتب کررہی ہے اور اعلانیہ یہ مطالبہ کرنے کی بجائے کہ معاشرہ کو بانڈز اور ڈی بنچرز (سودی قرضے) ختم کردینے چاہئیں اور صرف "حصص" (نفع و نقصان میں شراکت) کی اجازت دینی چاہیے۔ دراصل سود کی متغیر شرح والے بانڈز اور دیگر پیچیدہ اقدامات کا مطالبہ کرکے وہ ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور سود کو ختم کرنے کے واحد حقیقی مسئلہ سے آنکھیں چرا رہے ہیں۔ (صفحہ ۲۴۱)"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۶۹۔ جہاں تک پاکستان کے بنکاری نظام کا تعلق ہے اسے تبدیلی کے لیے نفع نقصان میں شراکت کی مختلف صورتوں مثلاً مضاربہ' مشارکہ وغیرہ سے گزرنا ہو گا۔ رواں کھاتوں کو ممکنہ حد تک مستثنیٰ کر کے بنک امانتوں کی نوعیت قرض کی بجائے سرمایہ کاری میں بدلنی ہو گی' بنکوں کو یہ اجازت دینا بھی مددگار ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ نصفت (Equity) کی بنیاد پر کمپنیوں کے حصص خرید کر سرمایہ کاری کر سکتے ہیں۔ گزشتہ چند برسوں کے دوران یورپ کے بعض ممالک میں بنکوں کو بے ضابطہ (سرکاری کنٹرول سے آزاد) کر دیا گیا ہے جس کے نتیجہ میں بنک نصفت کی بنیاد پر سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔

سود پر بین الاقوامی ورکشاپ کی رپورٹ

۳۷۰۔ یہاں یہ ذکر کرنا مفید ہو گا کہ ۱۹۸۴ء میں بین الاقوامی ادارہ اسلامی معاشیات' اسلام آباد نے "سرکاری لین دین سے سود کے استیصال" پر ایک بین الاقوامی ورکشاپ کا اہتمام کیا تھا۔ اس ورکشاپ نے اپنی رپورٹ میں مسئلہ پر تفصیل سے بحث کرنے کے بعد اس صورتحال سے نمٹنے کے لئے جو سرکاری معاملات سے سود کے خاتمہ کے نتیجہ میں پیدا ہو سکتی ہے' کار آمد سفارشات پیش کی تھیں۔ اس کی تجاویز ذیل میں نقل کی جا رہی ہیں۔

۱) یہ حقیقت جانتے ہوئے کہ سود کے استیصال سے معیشت میں بچت کے مجموعی طور پر متاثر ہونے کا کوئی امکان نہیں' شرکا نے محسوس کیا کہ تطابق (Adjustment) کے مسائل پر مناسب توجہ دی جانی چاہیئے جس کا حکومت کو مختلف اسکیموں سے سرکاری وصولیوں میں متوقع کمی کے باعث سامنا کرنا پڑے گا۔ اس سلسلے میں شرکاء نے حسب ذیل کثیر پہلوؤں پر مبنی نقطہ نظر کا اظہار کیا۔

(الف) جملہ سرکاری اخراجات کی مکمل جانچ پڑتال کی جائے تاکہ ان اخراجات میں سے فضول اخراجات کو ختم اور نسبتاً" کم ضروری اخراجات کو کم کیا جا سکے۔

(ب) فنڈز کے لیے حکومتی ضروریات کو پیداواری و معاشرتی دونوں شعبوں میں نجی شعبہ کی شراکت کو وسعت دے کر کم کیا جائے۔ اگرچہ یہ درست ہے کہ حکومت نے نجی شعبہ کے اس اہم کردار کا اعتراف کر لیا ہے جو وہ معیشت کی پیداواری صلاحیت کے فروغ میں ادا کر سکتا ہے اور حکومت نے اسے بہت سی مراعات فراہم کی ہیں تاہم اب بھی نجی شعبہ کی حقیقی قوت کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کنٹرول میں مزید کمی اور نجی سرمایہ کاری کی نگرانی کرنے والے نوکر شاہی کے ہتھکنڈوں میں کمی کے ذریعے وسعت کی خاصی گنجائش موجود ہے۔ اس کے علاوہ حکومت کو ایسی تمام ذمہ داریوں سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ جنہیں نجی شعبہ نبھا سکتا ہے۔ ماسوائے ان کے جو مجموعی مفاد عامہ کی رو سے ناگزیر ہوں' سرکاری شعبہ کی املاک کے ایسے نقائص کو دور کرکے اس کی نفع بخشی کو بڑھانے کے اقدامات کرنے چاہئیں' جن میں دیگر باتوں کے علاوہ پیشہ وارانہ انتظامیہ کو داخل کرنا شامل ہے۔ معاشرتی بہبود کے میدان میں بھی نجی شعبہ کی شراکت کی خاصی گنجائش موجود ہے۔

(ج) اوقاف کے ادارہ میں' جس نے اسلام کے ابتدائی دور میں معاشرتی بہبود کے کاموں میں بہت اہم کردار ادا کیا تھا۔ دوبارہ جان ڈالنے کی ضرورت ہے۔

(د) حکومت کو ایسی سرگرمیوں میں سرمایہ لگانے کے لئے وسائل جمع کرنے کی غرض سے بانڈز کی پیش کش کے ذریعے کوششیں کرنی چاہئیں مثلاً مضاربہ بانڈز سے بچت کرنے والوں کے لیے معقول منافع کا امکان۔

(ہ) حکومت کو غیر سودی سرکاری بانڈز جاری کرنے چاہئیں۔ لوگوں کو ان میں سرمایہ کاری کی ترغیب دینے کے لیے ٹیکس میں مناسب چھوٹ کی پیش کش کی جائے۔

(و) حکومت کو محاصل میں اضافہ کرکے اور ٹیکس کے نظام میں مناسب اصلاحات کے ذریعے ٹیکس چوری کا سدباب کرکے اضافی وسائل اکٹھے کرنے چاہئیں۔

(ز) لوگوں میں نیک مقاصد کے لیے ایثار و قربانی کے جذبہ کو ابھارنے کی کوشش کی جائے' مثلاً انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ ملک کی دفاعی صلاحیت کو مضبوط بنانے کے لئے غیر سودی بنیاد پر اپنی بچت کا کچھ حصہ حکومت کو پیش کریں۔

ii۔ مذکورہ بالا اقدامات سود کے خاتمہ کے بعد بچت کی اسکیموں میں واقع ہونے والی کمی کو دور کرنے میں حکومت کی مدد کر سکتے ہیں۔ صورتحال کا اس طرح انتظام کرنے کے لیے انتہائی کوششیں اس طرح بروئے کار لانی چاہئیں کہ بنکاری نظام سے قرض لینے کے بڑھتے ہوئے سہارے سے بچا جا سکے۔ بنکوں سے حد سے زیادہ قرض گیری افراط زر پر منتج ہوتی ہے جو اسلام کے انصاف اور مساوات کے اصولوں کی نفی کرتی ہے۔ شرکاء ورکشاپ نے محسوس کیا کہ حکومت کی طرف سے اخراجات کو کم کرنے اور اضافی وسائل اکٹھا کرنے کی انتہائی کوشش کے باوجود بنکوں سے کسی قدر زیادہ قرض لینا ضروری ہو گا۔ کیونکہ توازن پیدا کرنے والے اقدامات'

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

حذف کردیا جائے۔

VII- قواعد انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۷ء

(The Co-operative Societies Rules, 1927)

۳۱۶۔ حکومت نے یہ قواعد قانونی انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۲۵ء کی رو سے حاصل اختیار کو بروئے کار لاتے ہوئے مذکورہ قانون کے تحت کاروائی کو باقاعدہ بنانے کی غرض سے وضع کیے ہیں۔

۳۱۷۔ عدالت میں قواعد ۱۴ (۱) (ایچ)، ۲۲ اور ۴۱ معہ ضمیمہ جات ۱ تا ۴ کو چیلنج کیا گیا ہے۔ ان کی عبارت درج ذیل ہے :

"قاعدہ۔ ۱۴(۱) (ایچ) سود کا حساب :

"قاعدہ۔ ۲۲۔ منافع کی تقسیم

کسی سال کے لیے انجمن کا منافع شمار کرتے وقت، اصل منافع معلوم کرنے کے لیے وصول کردہ سارے سود کو مجموعی منافع میں سے منفی کردیا جائے گا۔ وصول شدہ سارا سود جسے سال بھر کے منافع میں سے نفی کردیا گیا ہو، اگلے سال کے دوران واقعتاً" وصول ہونے والا سود ہو گا۔

"قاعدہ۔ ۴۱۔ تحلیل کی کاروائی میں سود

ایسے قرض پر جو زیر تحلیل کمپنی کے ذمہ ہو، قرض خواہ رجسٹرار کے حکم کی تاریخ تک سود کی ایسی شرح کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے جس کی اجازت صوبائی کوآپریٹو بنک یا ضلعی کوآپریٹو بنک یا کسی دیگر کوآپریٹو بنک کی صورت میں، رجسٹرار نے انجمنوں کو سرمایہ فراہم کرنے کے لیے دی ہو، طے کردہ شرح سمجھی جائے گی --- دوسری صورتوں میں ایسی شرح ہوگی جس کا تعین رجسٹرار نے کیا ہو اور وہ معاہدہ کی شرح سے زیادہ نہ ہو۔

تاہم شرط یہ ہے کہ اگر تمام ذمہ داریاں بشمول حصص پر ذمہ داریوں کے، ادا کرنے کے بعد کچھ فاضل اثاثے بچ جائیں تو ویسے قرضوں پر اس شرح سے، جو رجسٹرار مقرر کرے اور جو معاہدہ کی شرح سے زیادہ نہ ہو، مزید سود اس تاریخ سے جس کا ذکر اوپر کیا گیا، اصل زر کی واپسی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

کی تاریخ تک وصول کرنے کی اجازت دی جا سکتی ہے۔"

۳۱۸۔ قواعد انجمن ہائے امداد باہمی ۱۹۴۷ء میں شامل قاعدہ ۱۴ کے ذیلی قاعدہ (۱) کی کلاز (ایچ) منجملہ دیگر امور کے سود کا حساب کتاب رکھنے کو لازمی ٹھہراتی ہے۔

۳۱۹۔ قاعدہ ۲۲ حاصل شدہ تمام سود کی مجرائی سے تعلق رکھتا ہے جو اصل منافع معلوم کرنے کے لیے سال بھر کے مجموعی منافع میں سے منفی کیا جاتا ہے۔ اس میں مزید کہا گیا ہے کہ سارا حاصل شدہ سود، جسے اس طرح سال بھر کے منافع میں سے مجرا کر دیا گیا ہو اور صحیح معنوں میں اگلے سال وصول کیا جاتا ہے، اگلے سال کے منافع میں جمع کیا جائے گا۔

۳۲۰۔ قاعدہ ۴۱، منجملہ دوسرے امور کے، کہتا ہے کہ قرض دار تحلیل کی بابت رجسٹرار کے حکم کی تاریخ تک سود کا ثبوت پیش کر سکتا ہے نیز تحلیل کی کارروائی کے دوران رجسٹرار کی طرف سے سود کی شرح کا تعین کیا جا سکتا ہے۔ ضمیمہ جات ۱ تا ۴ میں بعض فارم دیئے گئے ہیں جن میں سود کا ذکر موجود ہے۔

۳۲۱۔ مندرجہ بالا تفصیلی بحث کے پیش نظر سود سے متعلق دفعات کو جنہیں ہمارے روبرو چیلنج کیا گیا ہے، معہ چار ضمیمہ جات کے قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔

VIII- قانون بیمہ ۱۹۳۸ء

(The Insurance Act 1938)

۳۲۲۔ اس قانون کی درج ذیل دفعات کو چیلنج کیا گیا ہے :

"دفعہ ۳ ب ب (۱) (ب)

فرد منافع کی تیاری جس میں سود کی شرح کا دائرہ (Range) یا بیمہ کنندگان کے سرمایوں کی سرمایہ کاری پر حاصل ہونے والا نفع دکھایا گیا ہو۔"

"دفعہ ۲۷ کی ذیلی دفعہ (۳)

ان اثاثوں کو گنتے وقت جو دفعہ ہذا کے تحت ایک بیمہ کنندہ کی طرف سے کاروبار میں لگے رہنے چاہئیں، اس کی ذمہ داریوں کے مساوی رقم کو جو ایسے اشخاص کی طرف سے جو پاکستان کے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

شہری نہ ہوں' بیمہ پالیسیوں کے اجراء کے حوالہ سے اس کے ذمہ واجب الادا ہوں اور انہیں پاکستانی روپیہ کے علاوہ کسی اور سکہ میں ظاہر کیا گیا ہو' کفالتوں میں لگی ہوئی ہو اور اس ملک کی حکومت نے بطور اصل زر و سود اس کی ضمانت دی ہو' جس ملک کی کرنسی میں ویسی پالیسیاں ظاہر کی گئی ہوں' تو اسے حساب میں شمار کیا جائے گا۔"

"دفعہ ۲۹(۸)(ب)

قرض اتنی رقم کا ہو کہ اصل زر اور سود کی قسط ملازم کی بنیادی تنخواہ کے ۱/۴ سے یا سال کے دوران ایجنٹ کے ۱/۴ تجدیدی کمیشن یا ایجنٹوں کے آجر کے کمیشن سے' جو بھی صورت ہو' تجاوز نہ کرے۔"

"سی (iii) قرض اس رقم سے تجاوز نہ کرے جتنی کہ مقرر کی جائے اور ان شرائط کے تابع ہو' بشمول سود کی اور مدت کی شرائط کے جیسا کہ طے کی جائیں۔"

"دفعہ ۴۷(بی)

(۱) جہاں بیمہ کنندہ کی طرف سے جاری کردہ پالیسی پر ادائیگی واجب الادا ہو جائے اور اس کے حقدار شخص نے ادائیگی کے بارے میں تمام تقاضے پورے کر دیئے ہوں' بشمول کاغذات کی خانہ پری اور بیمہ کار' ادائیگی کے واجب الادا ہو جانے کی تاریخ سے ۹۰ دن یا دعویدار کی طرف سے ضروری تقاضوں کی تکمیل کی تاریخ سے' جو بھی موخر ہو' ۹۰ دن کے اندر قابل ادائیگی رقم پر ذیلی دفعہ (۲) میں تصریح کردہ شرح سے سود ادا کرنے میں ناکام رہے' تاوقتیکہ وہ یہ ثابت نہ کر دے کہ ویسی کوتاہی ان حالات کے باعث رونما ہوئی جو اس کے کنٹرول سے باہر تھے' تو (۲) ذیلی دفعہ (۱) کے تحت سود اس مدت کے لیے واجب الادا ہو گا جب تک ادائیگی نہ کی جائے اور اس کا شمار ماہوار قسطوں پر بنک کی شرح سے ۵ فیصد زائد شرح سے کیا جائے گا۔"

دفعہ ۸۱(۲)(ڈی) ماہر بیمہ (Actuary) کی رپورٹ میں ایک خلاصہ شامل ہو گا' جس میں درج ذیل امور بیان کیے جائیں گے۔

(ڈی) سود کی شرح جو عائد کی گئی ہو۔"

۳۲۳۔ قانون بیمہ کا تعلق بیمہ کے کاروبار سے ہے۔ سردست ہم مندرجہ بالا ان دفعات پر بحث کریں گے جو سود سے تعلق رکھتی ہیں۔ ۱۹۳۸ کے قانون بیمہ کا جائزہ الگ لیا جائے گا' کیونکہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسے عدالت میں بحیثیت مجموعی چیلنج نہیں کیا گیا۔

۳۲۴۔ اوپر جو دفعات نقل کی گئی ہیں' ان پر سرسری نظر اس امر کا قائل کرنے کے لیے کافی ہے کہ متعدد دفعات میں سود کی شرحوں کا دہراؤ' اصل رقم کی ضمانت اور اس پر وارد ہونے والے سود' رقم کی اقساط پر سود کی ادائیگی اور دیگر شرائط کے علاوہ سود سے متعلق شرط کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ تمام دفعات ان وجوہ کی بناء پر' جو پہلے زیر بحث آچکی ہیں' جس حد تک وہ سود کے عائد' وصولی اور ادائیگی سے تعلق رکھتی ہیں' حذف کردی جائیں۔

IX- سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء

(The State Bank of Pakistan Act, 1956)

۳۲۵۔ اس قانون کی دفعہ ۲۲(۱) کو چیلنج کیا گیا ہے جس کی عبارت درج ذیل ہے :

"دفعہ ۲۲

(۱) بنک وقتاً" فوقتاً" اس معیاری شرح کا اعلان کرے گا جس شرح پر وہ مبادلہ ہنڈی (Bill of Exchange) یا دیگر کاغذات خریدنے یا دوبارہ ہنکارنے پر آمادہ ہو' اور جن کی خرید کا وہ قانون ہذا کے تحت سود کی بنیاد پر حقدار ہو۔

۳۲۶۔ قانون سٹیٹ بینک آف پاکستان ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۲۲(۱) جسے چیلنج کیا گیا ہے' سٹیٹ بینک کو یہ اختیار دیتی ہے کہ وہ اس معیاری شرح کو مشتہر کرے جس پر وہ مبادلہ' ہنڈی یا دوسرے تجارتی کاغذات سود کی بنیاد پر خریدنے کے لئے آمادہ ہو۔

۳۲۷۔ سرکاری بل سٹیٹ بینک میں آسانی کے ساتھ قابل مجرائی (Discountable) ہوتے ہیں اور تجارتی بنک انہیں زیادہ تر اس غرض سے خریدتے ہیں کہ ان پر قلیل نفع کما سکیں۔

۳۲۸۔ بلوں اور دیگر دستاویزات مثلاً ڈی بنچرز اور بانڈز وغیرہ کی سود کی بنیاد پر خریداری اسلامی احکام کے خلاف ہے' جیسا کہ وہ قرآن و سنت میں متعین کئے گئے ہیں'

X- مغربی پاکستان آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء

(West Pakistan Money Lendors Ordinance 1960)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

XI- مغربی پاکستان قواعد بابت ساہوکاران ۱۹۶۵ء

(West Pakistan Money Lendors Rules Ordinance 1965)

XII- پنجاب آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء

(Punjab Money Lendors Ordinance 1960)

XIII- سندھ آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء

(Sindh Money Lendors Ordinance 1960)

XIV- سرحد آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء

(N.W.F.P Money Lendors Ordinance 1960)

XV- بلوچستان آرڈیننس بابت ساہوکاران ۱۹۶۰ء

(Baluchistan Money Lendors Ordinance 1960)

۳۲۹- عدالت میں مذکورہ بالا چھ قوانین کی بہت سی دفعات کو چیلنج کیا گیا ہے۔ یہ سب قوانین ایک جیسے ہیں کیونکہ ون یونٹ کے خاتمہ کے بعد چاروں صوبوں نے یکساں آرڈیننس نافذ کیے تھے' اس لیے ہم ان کا ایک ساتھ جائزہ لے رہے ہیں۔

۳۳۰- محولہ بالا آرڈیننسوں کے جائزہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سارے قوانین اور قواعد جو پنجاب' سندھ' سرحد اور بلوچستان میں نافذ ہیں' اسلامی احکام کے خلاف ہیں۔ ان قوانین میں سود پر قرض دینے والوں (ساہوکاروں) کی رجسٹریشن اور سود کی وصولی کو باضابطہ بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ان میں سود کی بعض شرحیں بھی بتائی گئی ہیں' جو ساہوکار قرض داروں سے وصول کرسکتے ہیں۔ جبکہ مقررہ شرح سے زیادہ شرح سود کی وصولی کو قابل تعزیر قرار دیا گیا ہے جس پر چھ مہینے تک سزائے قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

۳۳۱- چونکہ سود پر قرض دینے کا بنیادی تصور ہی اسلامی احکام اور اسلامی کے معاشرتی انصاف کے تصور کے لیے اجنبی ہے' اس لیے ہم مذکورہ بالا پانچوں قوانین اور ان کے تحت وضع کردہ قواعد کو' جن کا اطلاق چاروں صوبوں پر ہوتا ہے' اسلامی احکام سے متصادم قرار دیتے ہیں۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

XVI- زرعی ترقیاتی بینک کے قواعد' مجریہ ۱۹۶۱ء

Agricultural Development Bank Rules, 1961

۳۳۲- ان قواعد میں سے قاعدہ ۱۷' جسے چیلنج کیا گیا ہے' اس طرح ہے :

"۱۷- سود' فیس' کمیشن اور ضمنی واجبات

(۱) بنک کی طرف سے قرضے سود کی اس شرح یا شرحوں پر دیئے جائیں گے جو بورڈ کی طرف سے وقتاً" فوقتاً" مشتہر کی جائے/ جائیں۔

(۲) ذیلی قاعدہ (۱) کے تحت شرح یا شرحیں مشتہر کرتے وقت بورڈ ایسی زیادہ شرح سود کا اعلان بھی کر سکتا ہے جو بنک قرضہ یا اس کی کسی قسط کی عدم ادائیگی کی صورت میں وصول کر سکتا ہے' بشرطیکہ وہ عدم ادائیگی کسی قدرتی آفات کا نتیجہ نہ ہو۔

(۳) سود کے علاوہ بنک اتنا کمیشن اور ضمنی حق الخدمت بھی وصول کر سکتا ہے جیسا کہ بورڈ کی طرف سے وقتاً" فوقتاً" صراحت کی جائے۔"

۳۳۳- زرعی ترقیاتی بنک کے قواعد ۱۹۶۱ء صنعتی ترقیاتی بنک کے آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے تحت وضع کیے گئے تھے' زرعی بینک کا قیام زراعت کی ترقی اور دیہی علاقوں میں گھریلو صنعتوں کے فروغ کی غرض سے عمل میں آیا تھا۔

۳۳۴- قاعدہ ۱۷' جیسا کہ اوپر نقل کیا گیا' بنک کو سود کی وصولی کا اختیار دیتا ہے۔ آرڈیننس کے تحت تشکیل پانے والا بورڈ عدم ادائیگی کی صورت میں ۰یادہ شرح سود عائد کرنے کا اختیار بھی رکھتا ہے۔

۳۳۵- ان دلائل کی بناء پر جو سود کے مسئلہ پر پہلے دیئے جا چکے ہیں' قاعدہ ۱۷(۱) (۲) کے احکام کو اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے' انہیں حذف کر دیا جائے۔

۳۳۶- ذیلی قاعدہ (۳) میں الفاظ "In addition to interest" بھی حذف کر دیئے جائیں۔

XVII- بنکاری کمپنیات آرڈیننس ۱۹۶۲ء

(The Banking Companies Ordinance, 1962)

۳۳۷- محولہ بالا آرڈیننس کے جن احکام کو چیلنج کیا گیا ہے' وہ درج ذیل ہیں :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۲۵(۲) ذیلی دفعہ (ا) کی رو سے تفویض کردہ اختیار کی عمومیت کو متاثر کیے بغیر سٹیٹ بینک بنکار کمپنیوں کو عمومی طور پر یا کسی ایک کمپنی یا کمپنیوں کے گروپ کو بطور خاص ایسی ہدایات دے سکتا ہے جن کا تعلق درج ذیل امور سے ہو'

(الف) قرض کی انتہائی حد کو قائم رکھا جائے' قرض کے اہداف مختلف مقاصد/میدانوں اور علاقوں میں حاصل کیے جائیں۔ وہ مقاصد جن کے لیے قرضے دیئے جائیں گے یا نہیں دیئے جائیں گے' ان قرضوں کے بارے میں انتہائی حد' جس سے تجاوز نہ کیا جائے' سود کی شرح' پیشگیوں پر قابل وصول حق الخدمت یا مارک اپ اور نفع میں شراکت کی زیادہ سے زیادہ یا کم سے کم نسبتیں' اور

(ب) کسی قرض دار یا قرضہ داروں کے گروپ کو قرض کی بنیاد پر قرض' پیشگی یا ادھار دینے کی ممانعت' خواہ وہ قرض کسی خاص مقصد کے لیے ہو یا دوسرے عام مقصد کے لیے' ہر کمپنی اس طرح دی گئی ہدایات کی پابند ہوگی۔"

۳۳۸۔ دفعہ ۲۵ کی ذیلی دفعہ (۲) کلاز (الف) سٹیٹ بینک کی طرف سے بنکاری کرنے والی کمپنیوں کو ہدایات دینے سے تعلق رکھتی ہے جن میں سود یا مارک اپ کی شرح کا تعین بھی شامل ہے اور کسی قرض دار یا قرضہ داروں کے گروپ کو سود پر قرض نہ دینے کی ہدایت بھی اس میں شامل ہے۔

۳۳۹۔ گزشتہ تفصیلی بحث کی روشنی میں سود اور مارک اپ کے بارے میں مندرجہ بالا دفعات کو قرآن و سنت میں متعین اسلامی احکام کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔

بنکاری کمپنیوں کے قواعد ۱۹۶۳ء

(The Banking Companies Rules, 1963)

۳۴۰۔ ان قواعد میں سے قاعدہ ۹ کے احکام کو چیلنج کیا گیا ہے۔ اس کا متنازعہ حصہ درج ذیل ہے :

"قاعدہ ۹ کلاز ۲' ۳۔۔۔ امانتوں پر سود

(۲) غیر ملکی منظور کردہ کفالتوں پر وصول شدہ سود' اگر متعلقہ بنکنگ کمپنیوں نے ایسی خواہش ظاہر کی' جس قدر جلد ممکن ہوگا معمول کے واجبات کے تابع کھولے گئے حساب میں اس مقام پر

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جمع کرادیا جائے گا۔ جہاں نیشنل بنک کا ایسا دفتر واقع ہو' جس میں قاعدہ کے ذیلی قاعدہ (۱) کے تحت دیسی کفالتیں رکھی جاتی ہوں۔ دوسری صورتوں میں اس سود کو نیشنل بنک کا دفتر سٹیٹ بینک کے بڑے دفتر کو تبادلہ کی مروجہ شرح پر معمول کے واجبات میں وضع کرنے کے بعد بھیج دے گا۔

(۳) سٹیٹ بینک کا مرکزی دفتر بہ عجلت ممکنہ وصول کردہ سود کو بنکار کمپنی کے کھاتہ میں روپے کی کفالتوں میں' معمول کے واجبات کے تابع' جمع کرلے گا اور ذیلی قاعدہ (۲) کے تحت نیشنل بنک کے دفتر نے بیرونی ملک سے کوئی رقوم بھیجی ہوں' ان کے ساتھ جمع کرلیا جائے۔

۳۴۱۔ ان قواعد میں قاعدہ ۹ (۲) میں غیر ملکی منظور کردہ کفالتوں پر سود وصول کرنے کو کہا گیا اور ذیلی قاعدہ (۳) کا تعلق روپے کی کفالتوں پر وصول شدہ سود کو کھاتہ میں جمع کرانے سے ہے۔

۳۴۲۔ اس طویل اور تفصیلی بحث کی روشنی میں جو ہم پہلے کرچکے ہیں۔ قاعدہ کے ۹ ذیلی قواعد (۲) و (۳) جہاں تک وہ سود سے تعلق رکھتے ہیں' قرآن و سنت میں مذکور اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا جاتا ہے۔

IXIX- بنکوں کو قومیانے (معاوضہ کی ادائیگی) کے قواعد ۱۹۷۴ء

(The Bank Nationalizatoin (Payment) of Compensation Rules 1974

۳۴۳۔ ان قواعد کے جن احکام کو چیلنج کیا گیا ہے' وہ یہ ہیں :

۹۔ سود کی ادائیگی

(۱) سود حصص کے حصول کی تاریخ سے لاگو ہوگا اور سال میں دو مرتبہ قابل ادائیگی ہوگا۔ ایسا سود قانون انکم ٹیکس ۱۹۲۲ء کے تحت قابل محصول ہوگا۔

(۲) بانڈز پر سود کی ادائیگی کے لئے بنکوں کے کراچی اور لاہور میں واقع دفاتر میں تظہیر لکھی جائے گی۔

(۳) بانڈز پر سود کی ادائیگی ان قواعد کے ساتھ منسلک فارم "ب" میں دیئے گئے سود وارنٹ کے ذریعے کی جائے گی اور سود وارنٹ کے اجراء کی تاریخ افسر مجاز کی چھوٹے دستخطوں کے اوپر سود کے خانوں میں جو بانڈز کی پشت پر بنائے گئے ہیں' درج کی جائے گی۔

(۴) سود اور اصل زر کی ادائیگی کے لئے بانڈز کا حامل جب بھی اسے ضرورت پڑے اپنے بانڈز بنک میں پیش کرے گا اور بانڈز کے پیش کئے بغیر کوئی ادائیگی نہیں کی جائے گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

(۴۔الف) ضمنی قواعد (۲)(۴) میں شامل کسی چیز کے باوجود حسب ذیل تقاضوں کی تکمیل کے لئے جمع کرائے گئے بانڈز (الف) سٹیٹ بینک آف پاکستان ایکٹ ۱۹۵۶ء کی دفعہ ۱۷ کی ذیلی دفعہ (۴) یا

(ب) بنکار کمپنیات کے آرڈیننس ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۱۳ کے تحت قرض کے دفتر میں جنرل لیجر اکاؤنٹ میں سب سڈی جمع کرنے کی غرض سے تطہیر مکرر لکھی جائے گی۔

(۵) سود ادا کرتے وقت بنک سود کی مجموعی رقم میں سے انکم ٹیکس وضع کرنے کے بعد اصل رقم ادا کرے گا اور حامل کو ان قواعد سے منسلک فارم "سی" پر انکم ٹیکس کی کٹوتی کا سرٹیفکیٹ جاری کرے گا۔

(٦) اس صورت میں جبکہ بانڈز کے حامل کو انکم ٹیکس کی چھوٹ دی گئی ہو' سود کی ادائیگی کے لئے بانڈز پیش کرتے وقت انکم ٹیکس حکام کی طرف سے جاری کردہ چھوٹ سرٹیفکیٹ دکھائے گا چنانچہ ویسا سرٹیفکیٹ دکھانے پر انکم ٹیکس وضع نہیں کیا جائے گا نیز انکم ٹیکس سے چھوٹ کے کوائف سود وارنٹ کے ساتھ ساتھ سود وارنٹ کے اجراء کے رجسٹر میں بھی درج کئے جائیں گے۔"

۳۴۴۔ قاعدہ ۹ کے ذیلی قاعدہ (۱) میں حصص کے حصول کی تاریخ سے سود کے شمار اور سال میں دوبار ادائیگی کا اہتمام کیا گیا ہے نیز سود کو انکم ٹیکس ایکٹ ۱۹۲۲ء کے تحت قابل محصول ٹھہرایا گیا ہے۔

۳۴۵۔ ذیلی قاعدہ (۲) میں کہا گیا ہے کہ بانڈز پر سود اور اصل زر کی ادائیگی کے لئے بنکوں کے کراچی اور لاہور میں واقع دفاتر میں تطہیر (Endorsement) لکھی جائے گی۔

۳۴۶۔ ضمنی قاعدہ (۳) میں سود وارنٹ کے ذریعے سود کی ادائیگی نیز سود وارنٹ کے اجرا کی تاریخ بنک کے افسر مجاز کے چھوٹے دستخطوں کے اوپر درج کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

۳۴۷۔ ضمنی قاعدہ (۴) بانڈز کے حامل کے لئے لازمی قرار دیتا ہے کہ وہ اصل زر اور سود کی وصولی کے لئے ہر مرتبہ اپنا بانڈ بنک میں پیش کرے۔

۳۴۸۔ ضمنی قاعدہ (۴۔الف) کا تعلق قرض آفس میں بانڈز پر تطہیر لکھنے سے ہے۔

۳۴۹۔ ذیلی قاعدہ (۵) بانڈ پر واجب الادا سود کی مجموعی رقم سے انکم ٹیکس کی کٹوتی کے بارے میں ہے جبکہ ذیلی قاعدہ (٦) بانڈ کے حامل کو ٹیکس میں دی گئی چھوٹ سے بحث کرتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۳۵۰۔ اس تفصیلی بحث کے پیش نظر جو سود کے بارے میں ہم پہلے کر چکے ہیں، قاعدہ ۹ کے احکام، جن کا تعلق سود سے ہے اسلامی احکام کے منافی قرار دیئے جاتے ہیں۔

XX- بنکاری کمپنیات (قرضوں کی وصولی) کا آرڈیننس ۱۹۷۹ء

The Banking Companies (Recovery of Loans Ordinance 1979

۳۵۱۔ اس آرڈیننس کی دفعہ ۸ کے احکام کو چیلنج کیا گیا ہے جس کی متعلقہ عبارت ذیل میں نقل کی جاتی ہے۔

۸ (۲) ڈگری میں قرض پر سود کی ادائیگی کا مقدمہ کے دائر کرنے کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک معاہدہ میں طے کردہ شرح سے یا بنک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ کے حساب سے (جو بھی زیادہ ہوا) حکم دیا جائے گا۔"

(۳) ڈگری میں قرض پر سود یا منافع، جو بھی صورت ہو، کی ادائیگی کا حکم ڈگری کی تاریخ سے ادائیگی کی تاریخ تک۔

(الف) سودی قرضوں کی صورت میں معاہدہ میں طے کردہ شرح سے سود سے یا بنک کی شرح سے ۲ فیصد زیادہ کے حساب سے (جو بھی زیادہ ہو)

(ب) ایسے قرضوں کی صورت میں جو قیمت میں مارک اپ، پٹہ داری، ملکیتی کرایہ داری یا حق الخدمت کی بنیاد پر جاری کئے گئے ہوں، مارک اپ، کرایہ داری، پٹہ داری یا حق الخدمت جو بھی صورت ہو، کی معاہدہ میں طے کردہ شرح سے یا اسی طرح کے قرضوں کے لئے بنکار کمپنی کی تازہ ترین شرح سے، جو بھی زیادہ ہو، وصول کیا جائے۔

۳۵۲۔ مندرجہ بالا آرڈیننس پر حبیب بینک لمیٹڈ بنام محمد حسین و دیگران (پی ایل ڈی ۱۹۸۷ء کراچی ۶۱۲) نامی مقدمہ میں ہم میں سے ایک (ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن بحیثیت جج سندھ ہائی کورٹ) نے غور کیا تھا۔ جس میں منجملہ دیگر امور کے کہا گیا تھا کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی اجارہ داری کے خلاف قوانین کے ذریعے سرمایہ داری کا عام طور پر راستہ بند کرتے ہیں اور سود کی تمام شکلوں اور شرحوں کے خاتمہ کا بطور خاص اہتمام کرتے ہیں۔ محولہ بالا قانون میں سود کا عنصر پایا جاتا ہے۔ آرڈیننس کی دفعہ ۸ سود کی شرح کو منضبط کرتی ہے۔ اس آرڈیننس کے نفاذ سے پہلے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جو اوپر تجویز کئے گئے ہیں ان سے مطلوبہ نتائج حاصل ہونے میں کچھ وقت لگے گا۔ حکومت کے بنکوں سے زیادہ قرض لینے کا رجحان مالیاتی پھیلاؤ کی شرح کو تیز کرنے کا موجب بن سکتا ہے۔ اس لیے یہ قرین مصلحت ہو گا کہ نجی شعبہ اور سرکاری شعبہ بنک وسائل کو آج کل جس طرح استعمال میں لا رہا ہے اس کا جائزہ لیا جائے اور بنکاری نظام پر نسبتاً" کم ضروری استعمالات میں انحصار کو کم کیا جائے۔ سردست بنک سے لیے گئے قرض کا بڑا حصہ ساز و سامان (Inventories) پر سرمایہ کاری میں اٹھ جاتا ہے جبکہ مال و اسباب پر اس طرح خرچ ہونے والے بنک قرضوں میں کمی کی گنجائش موجود ہے۔ علاوہ ازیں بڑی فرموں کے بنک قرضوں پر انحصار کو اس طرح کم کیا جاسکتا ہے کہ نصفت کے سرمایہ (Equity Capital) میں اضافہ کے ذریعے زیادہ وسائل جمع کرنے میں حوصلہ افزائی کی جائے۔" (اقتباس از۔ سرکاری لین دین سے سود کے خاتمہ پر ورکشاپ کی رپورٹ)

عالم اسلام میں غیر سودی بنکاری

۳۷۱۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ غیر سودی بنک ایران، مصر، اردن، ملائیشیا اور بعض دیگر ممالک میں بھی کام کر رہے ہیں۔ اسلامی ترقیاتی بنک جدہ کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ وہ بلا سود بنیادوں پر چل رہا ہے۔

ایران میں غیر سودی معیشت کا قیام

۳۷۲۔ جمہوریہ ایران کی مجلس نے ۳۰ اگست ۱۹۸۳ء کو بلا سود بنکاری پر بل کی آخری منظوری دی جس کی توثیق گارڈین کونسل سے کرائی گئی۔ دو دن بعد یعنی یکم ستمبر کو مذکورہ بالا قانون میں منجملہ دیگر باتوں کے ایک نئی دفعہ شامل کی گئی جس میں کہا گیا تھا کہ اس قانون سے نقیض اور منافی جملہ قوانین اور ضوابط باطل اور کالعدم ہوں گے۔ مزید کہا گیا کہ ضمنی قوانین وزارت اقتصادی امور و خزانہ سینٹرل بنک کی سفارش پر وضع کرے گی اور ان کا نفاذ کابینہ کی منظوری کے بعد عمل میں آئے گا۔ ان ضمنی قوانین کی تسوید اور منظوری کے لیے چار ماہ کی مدت رکھی گئی تھی۔

۳۷۳۔ بلا سود بناری کے لیے قانون اور اس کے تحت وضع کئے گئے ضمنی قواعد کی منظوری سے حسب ذیل ادارے وابستہ تھے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

۱۔ کونسل آف پروٹیکٹرز
۲۔ مجلس شوریٰ
۳۔ وزارتی کونسل
۴۔ وزارت اقتصادی امور و خزانہ
۵۔ سینٹرل بنک

اعلیٰ سطح کی اس وابستگی سے مسئلہ کی وہ اہمیت اور سنجیدگی ظاہر ہوتی ہے جو ایران میں بینکاری سے سود کے خاتمہ کو دی گئی۔

۳۷۴۔ ایران کے سود سے پاک بنکاری کے قانون میں بنکاری نظام کے ٹیکنیکل فرائض بیان کرنے کے علاوہ تقویٰ اور انصاف پر مبنی مالیاتی اور قرضوں کے نظام کی تشکیل کو سب سے زیادہ ترجیح دی گئی ہے اور عام لوگوں کے مابین تعاون اور قرض حسنہ کو فروغ دینے کے لئے فاضل سرمایہ جمع کرنے اور نفع بخش روزگار اور سرمایہ کاری کے مواقع پیدا کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ جیساکہ دستور کے آرٹیکل ۴۳ میں کہا گیا ہے۔

۳۷۵۔ دستور کے آرٹیکل ۴۳ کے مقاصد حاصل کرنے کی غرض سے قرض حسنہ کے تصور کو فروغ دینے کے لیے بنکوں کے لیے لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے وسائل کا ایک حصہ قرض حسنہ کے لیے مختص کریں یہ قرض سرمایہ اور قرض کی کونسل (Money and Credit Council) کے بنائے ہوئے قواعد کے تحت' جن کی توثیق وزیر اعظم نے کی' حسب ذیل مقاصد کے لئے دیا جاتا ہے :

۱۔ ساز و سامان' اوزار اور دیگر ضروری وسائل فراہم کرنا تاکہ امداد باہمی کے اداروں کو ان لوگوں کے لیے جو ضروری ذرائع سے محروم ہوں' روزگار کے مواقع پیدا کرنے کے قابل بنایا جاسکے۔

۲۔ پیداوار میں زرعی' حیوانی اور صنعتی پیداوار کے خصوصی حوالہ سے اضافہ کرنے کے لئے۔

۳۔ لازمی ضروریات پوری کرنے کے لئے۔

۳۷۶۔ قرض حسنہ کی فراہمی پر بنکوں کو جو اخراجات برداشت کرنے پڑتے ہیں' وہ قرضہ داروں سے وصول کیے جاتے ہیں اور ان کے اخراجات کا حساب لگانا مرکزی بنک کی ذمہ داری ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اردن کا اسلامی بنک

۳۷۷۔ ادھر اردن کے دارالحکومت عمان میں "جارڈن اسلامک بنک" کے نام سے ایک بنک عرصے سے کام کر رہا ہے جسے ۲۸ نومبر ۷۸ء کو رجسٹر کرایا گیا۔ یہ بنک نفع و نقصان میں شراکت کی بنیاد پر کام کرتا ہے جو شریعت کی رو سے جائز ہے۔ اس بنک میں مالکاری کے طریقوں میں مشارکہ کے ساتھ ساتھ انفرادی مضاربہ اسکیم بھی شامل ہے۔ یہ بنک بنکاری خدمات' سود سے پاک مالکاری اور سرمایہ کاری کے منصوبوں کے میدان میں اقتصادی اور معاشرتی ضروریات پوری کرنے کے لیے کام کر رہا ہے اور پیداواری و صرفی مقاصد کے لیے غیر سودی قرضے جاری کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو : of Jordon.(8th Annual Report Amman 1986 P-9)

The Islamic Bank

جرمنی اور فرانس میں غیر سودی اقدامات

۳۷۸۔ بہرحال ہمیں اس حقیقت کا پوری طرح احساس ہے کہ تجارتی بنکوں کے کام کو اسلامی خطوط پر ڈھالنا روایتی انگریزی بنکاری نظام سے' جیسا کہ وہ اس وقت پاکستان میں رائج ہے' ایک انقلابی روگردانی ہوگی۔ تاہم یہ بات قابل ذکر ہے کہ مجوزہ اسلامی بنکاری نظام کی بعض خصوصیات کئی ممالک کے بنکاری نظام میں اپنائی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر جرمنی کے بنک شروع سے ہی وسیع پیانہ پر نصفت (Equity) کی بنیاد پر مالکاری کرنے میں مصروف ہیں۔ فرانس میں "Banques 'd Affairs" جو بنکاری کے اہم حصہ کی نمائندگی کرتا ہے' شراکت کی بنیاد پر سرمایہ قبول کرتا ہے۔ حالیہ برسوں میں کئی ملکوں کے تجارتی بنکوں نے مالکاری کے نئے طریقے اختیار کرلئے ہیں۔ مثلاً پٹہ داری' ملکیتی کرایہ داری اور "Convertibility Options" کا استعمال جن کے ذریعے سود کو نصفت میں بدل دیا جاتا ہے۔

کیا حکومت مزید مہلت کی مستحق ہے؟

۳۷۹۔ مسٹر ایس ایم ظفر کی آخری استدعا کہ حکومت کے مقرر کردہ کمیشن کی رپورٹ کا انتظار کرلیا جائے' حقیقت میں ایک پہلی درخواست کا اعادہ ہے' جس پر ہم پہلے بحث کر چکے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم صرف اس قدر کہنا چاہیں گے کہ حکومت کے پاس سرمایہ داری پر مبنی نظام سے

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اسلامی نظام معیشت کی طرف جانے کے لیے بہت وقت تھا۔ یہ مدت اس وقت شروع ہو گئی تھی' جب پاکستان کی پہلی مجلس دستور ساز نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو قرارداد مقاصد کی منظوری دی۔ ۲ مارچ ۱۹۸۵ء سے وہ قرارداد دستور کا جزو بن چکی ہے۔ اس کے بعد ۱۹۵۶ء کے پہلے ہی دستور میں قوم کو سود کے استیصال کے لیے حکومت کی کوششوں کا یقین دلایا گیا۔ اس یقین دہانی کی توثیق بعد ازاں ۱۹۶۲ء کے آئین اور ۱۹۷۲ء کے عبوری دستور کے علاوہ ۱۹۷۳ء کے موجودہ آئین میں بھی کی گئی۔ جیساکہ اس کے آرٹیکل ۲۳۰(۴) سے ظاہر ہے' اسلامی نظریاتی کونسل نے (ہم میں سے ایک ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی سربراہی میں) ملکی معیشت سے سود کے استیصال پر اپنی قطعی رپورٹ جون ۱۹۸۰ء میں حکومت کو پیش کی۔ اس رپورٹ کو ۶ مہینے کے اندر اندر پارلیمینٹ کے دونوں ایوانوں کے سامنے پیش کرنا تھا' اس کے بعد پارلیمنٹ کو' دو سال کے عرصہ میں استیصال سود سے متعلق قانون بنانا تھا۔ چونکہ وہ مارشل لاء کا دور تھا' اس لیے رپورٹ کو نظرانداز کردیا گیا لیکن ۲۹ دسمبر ۸۵ء کے بعد ۹۱ء تک تو کسی وقت بھی پیش کی جاسکتی تھی اور اب تک ضروری قانون سازی ہوسکتی تھی' خصوصا" اس صورت میں کہ ۱۰ اپریل ۱۹۹۱ء سے شریعت کو ملک کا "سپریم لا" قرار دیا جاچکا ہے مگر افسوس اب تک کچھ نہیں ہوا' اس لیے عدالت کمیشن کی رپورٹ کا انتظار نہیں کرسکتی۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل ایک آئنی ادارہ ہے جو اپنی حیثیت میں نفاذ شریعت ایکٹ ۱۹۹۱ء کے تحت قائم کیے گئے کمیشن سے بدرجہا بلند ہے۔

۱۹۸۸ء کے اقتصادی کمیشن کی رپورٹ دریا برد ہوگئی

۳۸۰۔ شاید یہاں یہ ذکر کرنا بے محل نہ ہو کہ مرحوم جنرل محمد ضیاء الحق نے بحیثیت صدر پاکستان ۱۵ جون ۱۹۸۸ء سے نافذالعمل شریعت آرڈیننس ۱۹۸۸ء کی تعمیل میں ایک اقتصادی کمیشن مقرر کیا تھا۔ ۱۵ اکتوبر ۸۸ء کو اس کی میعاد ختم ہونے پر صدر غلام اسحاق خاں نے اسی دن اس کی میعاد میں توسیع کردی لیکن اسے پھر بھی قومی اسمبلی میں پیش نہیں کیا گیا' اسلیے ۱۵ فروری ۹۰ء کو وہ آرڈیننس اپنی موت آپ مرگیا۔ مذکورہ بالا کمیشن نے آٹھ مہینے تک کام کیا۔ اس عدالت کی طرف سے استفسار پر وفاق کے hسٹینڈنگ وکیل جناب افتخار حسین چوہدری نے بتایا کہ کمیشن کی عبوری رپورٹ کا وزارت خزانہ میں کوئی سراغ نہیں ملا۔ اس لیے وہ اس موضوع پر کمیشن کے نقطہ نظر کی بابت کچھ کہنے سے قاصر ہیں' ان کی اس گزارش سے ہم نے جو تاثر لیا' وہ فارسی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس ضرب المثل سے ملتا جلتا ہے کہ ؎

"آں دفتر را گاؤ خورد آں گاؤ را قصاب برد" ☆

بہرحال یہ بات قابل غور ہے کہ اس کمیشن کے چیئرمین ڈاکٹر احسان رشید وہی ماہر معاشیات تھے جنہیں اسلامی نظریاتی کونسل نے ماہرین معاشیات و بنکاری کے پینل کا صدر نشین مقرر کیا تھا۔

۳۸۱۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو اس پینل کی رپورٹ نے بڑا فائدہ پہنچایا۔ حقیقت میں وہ رپورٹ کونسل کی ان بہت سی سفارشات کی بنیاد بنی جو ملک کی معیشت سے سود کے خاتمہ کے بارے میں کونسل نے پیش کیں۔

۳۸۲۔ ہم سے یہ توقع کی جاتی ہے اور حقیقت میں ہم اس فرض کے پابند ہیں کہ ان مالیاتی قوانین کو جو ہمارے سامنے چیلنج کیے گئے ہیں، جائزہ لینے کے سلسلہ میں اپنا آئینی فرض ادا کریں اور اس سوال کا فیصلہ کریں کہ آیا سود سے تعلق رکھنے والی یہ دفعات اسلامی احکام کے خلاف ہیں یا نہیں؟ حکومت کو قریباً" ایک سال پہلے نوٹس دیا جاچکا تھا اور عدالت گزشتہ ۸ ماہ سے سود سے متعلق مسئلہ کی سماعت کر رہی ہے، جس میں بعض وقفے بھی آئے لیکن وفاق اور صوبائی حکومتوں نے، گو ان کی طرف سے سینئر وکلاء پیش ہوئے، اس سلسلے میں عدالت کی کوئی مدد نہیں کی، ماسوائے نئی نئی تنقیحات وضع کرنے کے۔ بہت سے نوٹسوں میں جو انہیں بھیجے گئے، واضح طور پر کہا گیا تھا کہ اگر ماہر گواہ کے طور پر ممتاز اسکالرز یا ماہرین معاشیات کے افکار پر بھروسہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ انہیں پیش کرسکتے ہیں۔ لیکن انہوں نے نہ تو کسی کو پیش کیا، نہ ہی اندرون یا بیرون ملک سے کسی کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کی۔

عدالتی حکم

۳۸۳۔ بہرحال ہم نے مسٹر ایس ایم ظفر کی درخواست پر پوری توجہ سے غور کیا ہے اور وفاق نیز چاروں صوبائی حکومتوں کو اب بھی مہلت دیتے ہیں کہ وہ ان قوانین یا ان کی دفعات کو اسلامی احکام کے مطابق بنالیں۔ اس مقصد کے لیے ہم ۳۰ جون ۱۹۹۲ء کی تاریخ مقرر کرتے ہیں جس تاریخ سے یہ فیصلہ موثر ہوگا۔ ان قوانین کی وہ متعدد دفعات، جن پر فیصلہ میں بحث کی گئی

☆ یعنی کاغذات کو گائے کھاگئی اور گائے کو (ذبح کرنے کے لئے) قصاب لے گیا

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اور انہیں اسلامی احکام کے خلاف قرار دیا گیا ہے' یکم جولائی ۱۹۹۹۲ء سے غیر موثر ہو جائیں گی۔

۳۸۴۔ درخواستیں/مذکورہ بالا حد تک' منظور کی جاتی ہیں اور حسب ضابطہ نمٹائی جاتی ہیں معہ ایس ایس ایم نمبر ۲' ۳' ۴/ آئی بابت ۱۹۹۱ء کے ☆

(بہ شکریہ ہفت روزہ "زندگی" لاہور)

ترجمہ : مجاہد لاہوری۔

نظر ثانی : از مصنف

☆ نوٹ : عدالتی فیصلہ اختتام پذیر ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دو ضمیمہ جات ہیں۔ ضمیمہ "الف" اور ضمیمہ "ب"۔ ضمیمہ الف ان ماہرین معاشیات اور علماء کرام کے ان سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جس کا ذکر فیصلہ کے پیراگراف نمبر ۲۰ میں کیا گیا ہے۔ یہ ضمیمہ عدالت کے اصل فیصلہ میں شامل ہے جو پی ایل جے لاہور ۱۹۹۲ء شریعت کورٹ صفحہ ۱۵۳ میں شائع ہوا ہے اور عدالت کے Select Judgements 1992 میں بھی شامل ہے۔ البتہ ضمیمہ ب جو اسلامی نظریاتی کونسل کے سود کے خاتمہ کے سلسلہ میں سفارشات اور تجاویز پر مشتمل ہے' وہ صدیقی ٹرسٹ نے کتابی صورت میں خلاصہ رپورٹ کے طور پر علیحدہ چھاپ دیا ہے۔ جو ٹرسٹ کے دفتر سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

فیصلہ کے بعد

14 نومبر 1991ء کو چیف جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے اپنا تاریخی فیصلہ سنایا' جس کی رو سے سود پر مبنی 23 مالیاتی قوانین قرآن و سنت کے منافی ٹھہراتے ہوئے کالعدم قرار دے دیئے گئے۔ عدالت کا فیصلہ تھا کہ بینکوں کے منافع سمیت سود اپنی ہر شکل میں حرام ہے' خواہ اسے منافع کہا جائے یا "مارک اپ" کا خوبصورت نام دیا جائے۔ عدالت نے متبادل قانون سازی کے لئے حکومت کو چھ ماہ کی مہلت دی اور واضح کردیا کہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں یکم جولائی 1992ء سے متذکرہ مالیاتی قوانین خودبخود کالعدم ہوجائیں گے۔

چھ ماہ کے عرصے میں متبادل قانون سازی مشکل نہ تھی۔ ماہرین قانون کا کہنا تھا کہ جن قوانین میں باسانی ترمیمات ہوسکتی ہیں' پہلے انہیں قرآن و سنت کے مطابق بنالیا جائے اور باقی قوانین کے لئے جنہیں تبدیل کرنے کے لئے طویل عرصہ درکار ہے' وفاقی شرعی عدالت سے مدت میں توسیع کی درخواست کرکے مزید مہلت حاصل کرلی جائے لیکن حکومت نے دونوں میں سے کوئی راہ اپنانے کے بجائے بظاہر خاموشی اختیار کی مگر اندر ہی اندر اس فیصلے کو غتربود کرنے کی راہ تلاش کرتی رہی۔ وزارت خزانہ میں ایک خفیہ سیل قائم کیا گیا جس میں قانون اور مالیات کے شعبوں کے ماہرین بیرونی اشاروں پر سودی معاشی نظام کو بچانے اور غیر سودی نظام کا راستہ روکنے کی تجاویز پر غور کرتے رہے۔ وقت تیزی سے گزر رہا تھا لیکن ایسے آثار نظر نہیں آرہے تھے جن سے حکومت کی نیت یا ارادوں کا پتا چلتا' البتہ مقررہ مہلت ختم ہونے سے قریباً ایک ماہ پہلے ایک ایسے بینک نے جو حال ہی میں نجی شعبے کے حوالے کیا گیا تھا' وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں چیلنج کردیا۔ بعدازاں سرکاری شعبے کے کچھ دیگر مالیاتی اداروں نے بھی اس کی تقلید کی۔ غالباً کسی عوامی ردعمل سے بچنے کی خاطر حکومت نے براہ راست اپیل دائر کرنے سے اجتناب برتا تھا لیکن جب عوام کی جانب سے مالیاتی اداروں کے خلاف کوئی ردعمل سامنے نہیں آیا تو حکومت نے اپنا تکلف ختم کردیا اور آخر وقت میں خود بھی سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل دائر کردی۔

یہاں یہ اہم ترین بات یاد دلانا ضروری ہے کہ 1984ء میں جنرل ضیاء الحق نے ایک صدارتی فرمان کے ذریعے آئین کے آرٹیکل 203- ڈی (2) میں ایک ایسی شرط کا اضافہ کردیا تھا جس کی رو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

سے سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے کے خلاف درخواست دائر کرنے کے ساتھ ہی درخواست کنندہ کو کسی سرکاری سماعت کے بغیر' خود بخود حکم امتناعی حاصل ہو جاتا ہے۔ جو اس وقت تک جاری رہتا ہے' جب تک اپیل زیر التواء ہے اور حتمی طور پر نمٹا نہ دی جائے۔ یہ شرط نہ صرف انصاف کے فطری تقاضوں کے خلاف ہے بلکہ اس کے ذریعے درخواست کنندہ کو جو بالعموم حکومت ہی ہوتی ہے' ایک موثر حربہ بھی فراہم کر دیا گیا ہے۔

آئین میں اس شرط کے اضافے کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے ہر اس فیصلے پر غیر معینہ مدت کے لئے عمل درآمد روک دیا جائے جو ارباب اقتدار کو ناگوار خاطر ہو اور جس سے ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کی راہ ہموار ہونے کا خدشہ پایا جائے۔ یہ سراسر اللہ اور امت مسلمہ بالخصوص اہل پاکستان کو دھوکا دینے کا عمل ہے جو آج تک جاری ہے۔ قرآن پاک میں (ایسے لوگوں کے لئے) کیا خوب کہا گیا ہے۔

"وہ اللہ اور اور ایمان لانے والوں کے ساتھ دھوکا بازی کر رہے ہیں مگر دراصل وہ خود اپنے ہی کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں لیکن انہیں اس کا شعور نہیں۔" (سورۃ البقرۃ۔ 9)

سال پر سال گزرتے رہے' حکومتیں بنتی اور بگڑتی رہیں لیکن یہ اہم معاملہ بدستور زیر التوا رہا۔ 1992ء سے 1997ء تک پانچ وزرائے اعظم تبدیل ہوئے لیکن کسی نے پلٹ کر اس معاملے کی خبر نہیں لی اور متعلقہ وزارتوں نے بھی مقدمے کی باقاعدہ سماعت کی درخواست کرنے کے بجائے مجرمانہ خاموشی اختیار کر لی جیسے ان کا حقیقی مقصد یہی تھا کہ سماعت کی نوبت نہ آنے پائے اور یہ معاملہ طاق نسیاں کی نذر ہو جائے۔

3 فروری 1997ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں نواز شریف دوبارہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے 31 مارچ 1997ء کو سینیٹر راجا محمد ظفرالحق کی سربراہی میں ایک اور نئے کمیشن کے قیام کا اعلان کیا حالانکہ (Commission for Islamization of the Economy) کے نام سے وہ ایک کمیشن 1991ء میں بھی قائم کر چکے ہیں (جس کا تذکرہ اس مضمون میں پہلے گزر چکا ہے) اس نئے کمیشن کو چھ ماہ کی مدت میں اپنی سفارشات پیش کرنا تھیں لیکن تاحال ایسا نہیں ہوا' البتہ راجا ظفرالحق نے اخبار نویسوں کو یہ "خوشخبری" سنائی کہ کمیشن اپنا کام مکمل کر چکا ہے اور جلد ہی اس کی سفارشات منظر عام پر آجائیں گی۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

یکم جولائی 1997ء کو وزیر اعظم کے پریس سیکریٹری صدیق الفاروق نے ایک پریس کانفرنس میں اعلان کیا کہ حکومت نے سپریم کورٹ میں ربوا سے متعلق دائر کردہ اپنی اپیل واپس لے کر وفاقی شرعی عدالت سے استدعا کی ہے کہ اس اہم معاملے کی سماعت اور فیصلے کے لئے ایک بڑا بنچ تشکیل دیا جائے اور حکومت کو مزید دو سال کی مہلت دی جائے۔ پریس کانفرنس کے دوسرے دن قانون' انصاف اور پارلیمانی امور کے وفاقی سیکریٹری کے ذریعے حکومت نے نظر ثانی کی درخواست وفاقی شرعی عدالت کو پیش کردی' روزنامہ جنگ کے مطابق درخواست میں کہا گیا ہے کہ حکومت قوانین کو قرآن و سنت کے مطابق ڈھالنا چاہتی ہے' اگر حکومت کی اپیل سپریم کورٹ میں بدستور معرض التوا میں رہی تو ربوا سے متعلق قوانین کی اسلامائزیشن میں تاخیر ہوگی۔ درخواست میں ملکی وغیر ملکی قرضوں "نظام بینکاری" کے مسائل' بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے طریق کار' پاکستان کی بین الاقوامی ذمے داریوں' عالمی سطح پر نادہندہ قرار دیئے جانے کے خدشے اور اس کے اثرات پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے عدالت سے استدعا کی گئی ہے کہ وہ اس حوالے سے حکومت کی رہنمائی کرے۔ درخواست میں افراط زر کی سنگینی کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس وجہ سے بینکوں کے کھاتے داروں کی جمع شدہ رقم کی قدر کم ہوجاتی ہے اگر (سود/منافع نہ دیا جائے تو) رقم جمع کرانے والا شخص اصل رقم سے کم قدر کی رقم لینے پر تیار نہیں ہوگا۔ درخواست میں ایسے قابل عمل حل کی استدعا کی گئی ہے کہ جس سے ملک کو نادہندہ ہونے سے بچایا جاسکے اور جس کے تحت بینکاری نظام کو اسلامی شریعت کے مطابق چلایا جاسکے۔

وفاقی شرعی عدالت نے حکومت کی درخواست سماعت کے لئے منظور کرلی اور مدعا علیہان کو نوٹس کے اجراء کا حکم دے دیا تاہم اسی دن سپریم کورٹ کے رجسٹرار نے صحیح قانونی پوزیشن کی وضاحت کرتے ہوئے بتایا کہ فنی طور پر حکومت کی درخواست کی واپسی کا فیصلہ صرف سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بنچ ہی کرسکتا ہے جو طویل مدت سے قائم نہیں کیا گیا ہے اور ممکنہ طور پر جس کی تشکیل اکتوبر میں ہوگی۔ لہٰذا سودی نظام کے غیر اسلامی اور غیر آئینی قرار دیئے جانے کے فیصلے کے خلاف حکومت کی درخواست واپس کئے جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس سارے پس منظر کو دیکھتے ہوئے مختلف علماء اور ماہرین اقتصادیات نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ حکومت کا یہ طریقہ کار مزید تاخیر کا سبب بن سکتا ہے۔ جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد نے روزنامہ جنگ کی اطلاع کے مطابق کہا :

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

"وفاقی شریعت عدالت کے سود کی حرمت سے متعلق فیصلے کے خلاف اپیل کی واپسی کے حکومتی اعلان کے ذریعے عوام کو دھوکا اور فریب دیا جارہا ہے۔ سماعت کے لئے فل بنچ کی تشکیل اور بہت سے دوسرے مبہم سوالات اٹھاکر حکومت وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کو اپنی مرضی کے مطابق تبدیل کرانا چاہتی ہے۔ عدالت سے سود کے خاتمے کے لئے دو سال کی مہلت طلب کرنے والوں کے پاس کیا ضمانت ہے کہ ان کی حکومت مزید دو سال چل بھی سکے گی۔"

ممتاز ماہر اقتصادیات ڈاکٹر طاہر حسن صدیقی کا کہنا تھا :

"حکومت کی نظر ثانی کی اپیل میں بہت سے ایسے مسائل کو غیر ضروری طور پر چھیڑا گیا ہے جو امت مسلمہ میں تسلیم شدہ رہے ہیں۔ حکومت کی نظر ثانی کی اپیل بہت سے تکلیف دہ شبہات کو جنم دے رہی ہے اور صاف نظر آرہا ہے کہ حکومت اسلامائزیشن کے عمل کو غیر معینہ مدت تک زیر التوا رکھنا چاہتی ہے۔"

ایک اہم ترین قانونی معاملے میں وفاقی حکومت کا اختیار کردہ یہ طریقہ کار عجلت یا جلد بازی کا نتیجہ ہے یا کسی حکمت عملی کا حصہ' اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کرے گا۔ تاہم حکومت نے طے شدہ قانونی قواعد سے انحراف کرتے ہوئے جو راستہ اختیار کیا' اس کا چیف جسٹس آف پاکستان' جسٹس سجاد علی شاہ نے بھی نوٹس لیا۔ 4 جولائی 97ء کو روزنامہ جنگ ہی میں شائع ہونے والی ایک خبر کے مطابق انہوں نے وفاقی شرعی عدالت میں حکومت کی طرف سے دائر کی جانے والی نظر ثانی کی درخواست میں دیئے گئے تاثر کو نامناسب قرار دیتے ہوئے اٹارنی جنرل آف پاکستان کو اپنے چیمبر میں طلب کرنے کے احکامات جاری کردیئے' تاکہ وہ بیان کرسکیں کہ حکومت نے اس انداز کی زبان کیوں استعمال کی ہے۔ چیف جسٹس نے اس بات کا بھی نوٹس لیا کہ اس سے پہلے سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بنچ حکومت کی اپیل کی واپسی کی درخواست نمٹاتا حکومت نے وفاقی شرعی عدالت میں نظر ثانی کی درخواست دائر کردی اور وفاقی شرعی عدالت نے یہ درخواست سماعت کے لئے منظور کرکے فریقین کو نوٹس بھی جاری کردیئے۔ چیف جسٹس آف پاکستان نے اپنے حکم میں مزید کہا :

"وفاقی حکومت نے شریعت اپیل نمبر 73 کی واپسی کے لئے ایک درخواست دی ہے جو قواعد کے مطابق جب بنچ دستیاب ہو' سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ کو پیش کردی جائے گی تاکہ اسے نمٹایا جاسکے' پتا چلا ہے کہ حکومت نے ساتھ ساتھ وفاقی شرعی عدالت میں بھی نظر ثانی کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اپیل کردی جس کا متن اخبار میں بھی شائع ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حکومت کی درخواست میں چند پیراگراف ایسی زبان میں لکھے گئے کہ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ نے پانچ سال تک اپیل نہیں نمٹائی اس لئے وفاقی حکومت مجبور ہوکر واپس لینے کی درخواست کررہی ہے' شریعت اپیلٹ بنچ کے لئے جو سپریم کورٹ کا ہی حصہ ہے' اس طرح کا تاثر پیش کرنا مناسب نہیں تھا۔ جبکہ دوسری جانب آئین کے آرٹیکل 203- ڈی (2) کے تحت حکم امتناع اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک درخواست نمٹا نہیں دی جاتی۔ شریعت اپیلٹ بنچ خود اس امر کا جائزہ لے سکتا ہے کہ سماعت میں تاخیر کیوں ہوئی اور کون اس کا ذمہ دار تھا۔ وفاقی حکومت کی درخواست کے پیراگراف 3' 4' 5 اور 6 میں واضح تاثر دیا گیا ہے کہ تاخیر کی ذمہ داری سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بنچ پر عائد ہوتی ہے۔ ان پیراگراف میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ حکومت قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا چاہتی ہے مگر سپریم کورٹ تاخیر کا سبب بن رہی ہے۔"

"دلچسپ امر یہ ہے کہ حکومت نے نظر ثانی کی درخواست کے پیراگراف 9 اور 10 میں قوانین کو بدلنے کے لئے وفاقی شرعی عدالت سے رہنمائی مانگی ہے۔ صحیح قانونی پوزیشن یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت جو کچھ کرسکتی ہے وہی کام سپریم کورٹ کا شریعت اپیلٹ بنچ بھی کرسکتا ہے جو اپیل کا صحیح پلیٹ فارم ہے۔ تاآنکہ اپیلٹ بنچ پر کسی جانبداری کا الزام لگایا جائے۔ حکومت جو ریلیف چاہتی ہے وہ اپیلٹ بنچ دے سکتی ہے۔ حکومت نے قوانین کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لئے جائزہ لینے کی جو درخواست نظر ثانی کی اپیل میں کی ہے وہ اپیلٹ بنچ سے بھی کرسکتی تھی۔"

جناب چیف جسٹس آف پاکستان نے ایڈیشنل رجسٹرار سپریم کورٹ کو ہدایت جاری کی کہ وہ اس بات کا جائزہ لیں کہ 14 جولائی کے بعد گرمیوں کی تعطیلات کے دوران کیا شریعت اپیلٹ بنچ تشکیل دیا جاسکتا ہے تاکہ حکومت کی اپیل کی واپسی کی درخواست کی سماعت ہوسکے اور معاملہ نمٹایا جاسکے۔

یہ اتفاق تھا یا کسی خفیہ حکمت عملی کی کارفرمائی' شریعت اپیلٹ بنچ کی تشکیل سے پہلے ہی سپریم کورٹ کے ججوں کی تعداد کے تعین کے سوال پر ایک ایسا تنازع اٹھ کھڑا ہوا یا اٹھادیا گیا جس نے آگے چل کر ایک سنگین بحران کی شکل اختیار کرلی' پورا ملک اس بحران کی لپیٹ میں تھا' یوں محسوس ہورہا تھا جیسے یہ بحران حکومت اور ریاست کے تمام اداروں کو لے ڈوبے گا' یہ کرب

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تاک صورتحال کم و بیش تین ماہ تک جاری رہی۔ صدر مملکت کے عہدے سے فاروق احمد خان لغاری کے مستعفی ہونے اور سجاد علی شاہ کی بطور چیف جسٹس آف پاکستان تقرری کا نوٹیفکیشن غیر قانونی قرار دیئے جانے کے بعد بحران تو ٹل گیا مگر ملکی اقتصادی نظام سے سود کے خاتمے کی منزل بھی قریب آکر دور چلی گئی۔ اب کوئی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ آئندہ کیا ہوگا' آیا موجودہ حکومت اپنے وعدے کے مطابق سود کا خاتمہ کردے گی یا اس معاملے کو بدستور قانونی موشگافیوں اور آئینی پیچیدگیوں میں الجھا کر اپنے سیاسی مقاصد کے حصول کے لئے ایک دل خوش کن نعرے کے طور پر استعمال کرتی رہے گی' ماضی کا مشاہدہ کم از کم یہی ظاہر کرتا ہے۔

پاکستان میں غیر سودی معاشی نظام کے لئے کی جانے والی کوششوں کا یہ جائزہ ہمیں بتاتا ہے کہ آئینی' قانونی اور علمی سطح پر بلا سود نظام معیشت کے سلسلے میں بہت کام ہوچکا ہے اور بہت سا کام آج بھی ہورہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ علمائے کرام' ماہرین قانون' ماہرین معاشیات' ماہرین بینکاری اور دیگر اہل علم و دانش سب ہی اپنی اپنی جگہ پر' اپنی اپنی صلاحیت کے مطابق اپنا حق ادا کرچکے ہیں اور انہوں نے جدید عہد کے تقاضوں کے مطابق ایک عملی غیر سودی معاشی نظام کا خاکہ تیار کرکے پیش کردیا ہے۔ بالخصوص اسلامی نظریاتی کونسل کی بلا سود بینکاری پر رپورٹ پاکستان ہی نہیں' کسی بھی ملک کی داخلی معیشت کو مکمل طور پر سود سے پاک کرنے کا بڑا حقیقت پسندانہ نقشہ پیش کرتی ہے۔ دو درجن ایسی تحقیقی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں جن میں بلا سود معیشت' بینکاری کے اصول و ضوابط' نظام کار اور سرمایہ کاری کے بنیادی خدوخال واضح کئے گئے ہیں۔

پروفیسر خورشید احمد رقمطراز ہیں :

"اس سلسلے کی ابتدائی کوششیں تو 1930ء اور 40ء کے عشروں میں ہوئی تھیں اور اس میں سب سے زیادہ راہ کشا کام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم' ڈاکٹر انور اقبال قریشی مرحوم اور الاستاذ باقرالصدر شہید نے کیا تھا۔ پھر جدید معاشیات کے ماہرین میں ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی' ڈاکٹر محمد عزیر اور ڈاکٹر محمود ابو سعود نے ابتدائی کام کیا جسے گزشتہ پچیس برسوں میں محققین کی ایک ٹیم نے سنوارنے اور مزید آگے بڑھانے میں قابل قدر حصہ لیا ہے۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر احمد نجار' ڈاکٹر سامی محمود' ڈاکٹر عمر چھاپرا' ڈاکٹر صدیق فرید' ڈاکٹر معبد جرحی' ڈاکٹر ضیاء الدین احمد' ڈاکٹر وقار مسعود' ڈاکٹر محمد انور' ڈاکٹر محمد فہیم خاں' ڈاکٹر محمد عارف اور درجنوں اہل علم نے بڑی مفید خدمات انجام دیں۔"

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

اس علمی و تحقیقی کام کے علاوہ مختلف سرکاری کمیشنوں اور کمیٹیوں کی رپورٹس موجود ہیں جبکہ مختلف سیمنارز اور کانفرنسوں میں جو 1980ء سے ہوتی چلی آرہی ہیں' جو مقالات پڑھے گئے اور جو سفارشات پیش کی گئیں' وہ ان کے علاوہ ہیں' ان میں سے بیشتر کتابی صورت میں شائع ہو چکی ہیں۔ اس سارے کام کی موجودگی میں ملکی معیشت سے سود کے خاتمے کے لئے نئے سرے سے کسی کمیشن یا کمیٹی بٹھانے کی گنجائش نہیں نکلتی' اگر کوئی گنجائش ہے تو صرف حقیقی عزم کی اور حوصلے کی اور مستحکم ارادے کی۔ جس کی ہر دور کی قیادتوں میں کمی رہی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ ہر دور میں سرکاری سطح پر غیر سودی معاشی نظام کے نام پر جو بھی اقدامات کئے گئے وہ سب کے سب مصنوعی اور دوغلے پن پر مبنی تھے۔ ان میں "خیر" کا پہلو کم اور دکھاوا زیادہ تھا۔

نہ تم بدلے نہ دل بدلا نہ دل کی آرزو بدلی
میں کیوں کر اعتبار انقلاب آسماں کرلوں

طاہر حبیب' روزنامہ جنگ کراچی' مڈویک ایڈیشن۔ یکم اپریل 1998ء صفحہ نمبر9

(۲)

میں لاہور سے باہر ضلع بونیر میں ایک دعوتی دورے پر تھا کہ مجھے اطلاع ملی کہ حکومت پاکستان نے شرعی عدالت کے سود کے خلاف اسلام ہونے کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر کردہ اپیل واپس لینے کی درخواست کردی ہے۔ یہ خبر یقیناً" میرے لئے خوشی کا باعث تھی۔ میں نے لاہور میں تنظیم اسلامی کے شعبہ نشرواشاعت کو اس کا خیرمقدمی بیان پریس کو جاری کرنے کی ہدایت کردی۔ اگلے روز یہ بیان قومی اخبارات میں شائع ہوگیا۔ بعد میں موقع ملنے پر میں نے جب اخبارات کا تفصیلی مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ بظاہر تو اپیل واپس لی جارہی ہے لیکن درپردہ دھوکہ دہی کے ذریعے وفاقی شرعی عدالت سے فیصلہ پر نظرثانی کرائی جارہی ہے اس لئے کہ سپریم کورٹ میں دائر کردہ اپیل کی واپسی کی درخواست پر شریعت اپیلیٹ بینچ کی جانب سے اپیل واپس ہی نہیں ہوئی اور حکومت نے شرعی عدالت میں اس کے فیصلے پر نظرثانی کی درخواست دائر کردی۔

اگلے روز ۴ جولائی کے نوائے وقت میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس سجاد علی شاہ کا بیان اخبارات میں شائع ہوا انہوں نے بھی اس کی توثیق کردی۔ ان کا کہنا تھا کہ حیرت کی بات ہے کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

میری منظوری کے بغیر شرعی عدالت کے چیف جسٹس نے حکومتی درخواست سماعت کے لئے کیسے منظور کرلی۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ یہی کام سپریم کورٹ کا شرعی اپیلیٹ بینچ بھی کرسکتا ہے۔ محترم چیف جسٹس کا یہ بیان بعینہ میرے خیالات کی ترجمانی ہے۔ میرے دل سے ان کے لئے دعا نکلی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آج عدلیہ میں بعض "کالی بھیڑیں" پائی جاتی ہیں تاہم بعض روشنی کے مینار بھی موجود ہیں۔

بینک کے سود کی حرمت کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے پر نظرثانی کے لئے درخواست دائر کرنے سے حکومت کے اصل عزائم بے نقاب ہوگئے ہیں اور صاف ظاہر ہوگیا ہے کہ وہ قدم قدم پر قوم سے دھوکہ کررہی ہے۔ یہ سراسر دھوکہ اور فریب ہے کہ ایک طرف تو وزیراعظم میاں محمد نواز شریف اپنی تقریر میں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۷۰ کے حوالہ سے سود کو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ قرار دے کر' اس جنگ کو جاری نہ رکھنے کا اعلان کرتے ہیں اور دوسری طرف شرعی عدالت کے تاریخ ساز فیصلے پر نظرثانی کی درخواست کی جارہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ جنگ ختم نہیں کی جارہی ہے بلکہ اسے جاری رکھا اور طول دیا جارہا ہے۔ ایسے ہی رویہ کے بارے میں سورۃ البقرہ میں فرمایا گیا:

> "اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہی کہ ہم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لائے حالانکہ وہ ایمان نہیں لاتے (یہ لوگ اپنے نزدیک) اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے ہیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں اور حقیقت میں دھوکہ نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور وہ (اس بات کو) نہیں سمجھتے۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے' سو اللہ نے ان کی بیماری بڑھادی ہے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔" البقرہ ۸' ۹' ۱۰)

یہ روگ اور بیماری کونسی ہے؟ یہ ایمان کے ضعف اور یقین کی کمی کا روگ ہے۔

میرے نزدیک سورۃ البقرہ کی یہ آیات حکومت کے موجودہ رویئے پر صد فیصد منطبق ہوتی ہیں۔ ایمان و یقین کی اس کمزوری کو اگر دور نہ کیا جائے تو نفاق کے مرض میں مبتلا ہوجانے کا شدید اندیشہ رہتا ہے۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ آج پوری پاکستانی قوم ہی مرض نفاق کی ایک خاص قسم میں مبتلا ہے۔ یہ وہ نفاق ہے جو وعدہ خلافی کی پاداش میں دلوں میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اہل پاکستان نے اسلام کے نام پر پاکستان حاصل کیا تھا لیکن قیام پاکستان کے بعد انہوں نے اسلام کی

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

جانب پیش رفت کی بجائے اس سے روگردانی کی روش اختیار کی۔ چنانچہ قوم کے دلوں میں یہ نفاق ڈال دیا گیا۔ قرآن حکیم میں کہا گیا:

"اور (دیکھو) ان (منافقوں) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ کے ساتھ عہد کیا تھا کہ اگر اس نے اپنے فضل سے ہمیں (مال و دولت) عطا کیا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور نیک بندے بن کر رہیں گے۔ پھر جب اللہ نے ان کو اپنے فضل (مال و دولت) سے عطا کیا تو لگے اس میں بخل کرنے اور (اپنے عہد سے) پھر گئے۔ اور (حقیقت یہ ہے کہ نیکی کی طرف سے ان کے دل ہی) پھرے ہوئے ہیں۔ تو (اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ) اللہ نے ان کے دلوں میں نفاق (کا روگ) لگادیا اس دن تک کے لئے (جس دن) یہ اس سے ملیں گے اور یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا نہ کیا اور (نیز) اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے۔" (التوبہ:۷۵، ۷۶، ۷۷)

ہمارا مطالبہ حکومت سے یہ ہے کہ وہ شرعی عدالت میں اس کے فیصلے پر نظرثانی کے لئے دائر کردہ درخواست واپس لے اور سپریم کورٹ میں اس نے سود کے خلاف اسلام ہونے کے فیصلے کے خلاف جو اپیل دائر کررکھی تھی اس کی سماعت کرائے اور فراڈ کا جو نیا سلسلہ شروع کیا ہے اسے بند کردے۔

ڈاکٹر اسرار احمد امیر تنظیم اسلامی، ندائے خلافت لاہور، ۱۰ اپریل (تلخیص)

(۳)

حکومت کی طرف سے یہ اعلان سامنے آیا کہ اس نے سود کے متعلق وفاقی شرعی عدالت کے دسمبر ۱۹۹۱ء کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر کردہ اپنی اپیل واپس لے لی ہے۔ خبر جس انداز سے اخبارات کی زینت بنی، اس کا ابتدائی تاثر یہ تھا کہ شاید حکومت کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا ہے اور وہ اپیل واپس لے کر وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ پر عملدرآمد کے اقدامات کرنے والی ہے لیکن تفصیلات سے پتہ چلا کہ اپیل واپس لینے کا فیصلہ کسی احساس ندامت کے تحت نہیں ہوا بلکہ معاملہ کو الجھانے اور مزید لمبے عرصے تک لٹکانے کی شاطرانہ چال ہے۔ اسی لئے وفاقی شرعی عدالت سے دو سال کی مہلت مانگی جارہی ہے، مہلت کے لئے عبوری فیصلے کرنے کو کہا جارہا ہے، رہنما اصول پوچھے جارہے ہیں، قابل عمل "حل" مانگا جارہا ہے، وہ وجوہات پوچھی گئی ہیں کہ

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ایک خاص قانون کس طرح اسلامی اصولوں کے خلاف سمجھا جائے گا' بیرونی قرضوں کے الجھاوے پیدا کئے جارہے ہیں۔ "سسٹم" کا تحفظ مانگا گیا ہے' بڑا بنچ تشکیل دینے کو کہا گیا ہے۔

۳ر جولائی ۱۹۹۷ء کی اخباری اطلاعات نے چند اور خدشات کو ابھار دیا ہے۔ سپریم کورٹ کے رجسٹرار کا بیان ہے کہ شریعت اپیلٹ کورٹ کے فیصلے کے بغیر اپیل "ٹیکنیکی طور پر" واپس نہیں کی جاسکتی۔ نیز یہ کہ سماعت کے لئے منظور شدہ حکومت کی اس اپیل کی سماعت گرما کی چھٹیوں کے بعد ہوگی۔ اس سے یہ گمان بھی پیدا ہوتا ہے کہ حکومت کو اس بات کی سن گن مل گئی تھی' اس لئے اپیل واپس لینے کا فیصلہ کیا گیا۔

۲۔ تین جولائی ۱۹۹۷ء کی دوسری خبر وفاقی شرعی عدالت کے چیف جسٹس جناب محبوب احمد کے حوالے سے ہے کہ حکومت کی اپیل سماعت کے لئے منظور کرلی گئی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ اپیل ابھی باقاعدہ واپس نہیں ہوئی' سپریم کورٹ اس پر چند ماہ بعد سماعت کا ارادہ رکھتی ہے اور ادھر وفاقی شرعی عدالت نظرثانی پر رضامندی کا اظہار کر بیٹھی۔ بادی النظر میں یہی لگتا ہے کہ حکومت کو شریعت اپیلٹ کورٹ کے ضمن میں خدشات تھے کہ وہ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلہ کو برقرار رکھے گی جس کے بعد حکومت کے لئے فرار کے سارے راستے بند ہوتے جبکہ پیچ در پیچ سوالوں کے ساتھ وفاقی شرعی عدالت میں جانے میں حکومت کو اپنے من پسند "سسٹم" کی عافیت نظر آتی ہے اور وہ امید رکھتی ہے کہ بڑا بنچ (بلکہ تمام وفاقی شرعی عدالت) سماعت کرے تو ضروری نہیں کہ فیصلہ ۱۹۹۱ء کی طرح سخت' بے لچک اور دوٹوک سامنے آئے۔

۳۔ حکومت نے جس انداز سے اپیل واپس لینے اور دوبارہ وفاقی شرعی عدالت میں جانے کا اعلان کیا ہے' اس سے وہ یہ تاثر بھی دینا چاہتی ہے کہ شرعی عدالت کا فیصلہ' تفصیلات کا جائزہ لئے بغیر کہ ملک کی معیشت سیاست اور بین الاقوامی تعلقات پر کیا اثرات مرتب ہوں گے' رواروی میں کردیا گیا تھا۔ ذیل میں وفاقی شرعی عدالت کی اس عرق ریزی اور جاں سوزی کا ایک بہت مختصر خاکہ پیش کیا جارہا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ جو کچھ اس معزز عدالت کے بس میں تھا' اس میں کوئی علمی اور عملی کسرباقی نہیں چھوڑی گئی تھی۔

الف۔ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ دسمبر ۱۹۹۱ء میں ۱۱۵ پٹیشنوں اور ۳ سوموٹو شرعی نوٹسوں کے جواب میں تفصیلی جائزے اور مباحث کے بعد سامنے آیا۔ سوال یہ اٹھایا گیا تھا کہ ۲۰ مالیاتی قوانین میں موجود سود (ربا) کی اجازت کا کیا شرعی اور قانونی جواز ہے؟

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

ب۔ وفاقی شرعی عدالت کو ان پٹیشنوں کا باقاعدہ اختیار ساعت ۲۵؍ جون ۱۹۹۰ء کو حاصل ہوا۔ اس سے پہلے مالیاتی قوانین عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر رکھے گئے تھے۔ حکومت دس برس تک آئینی ترمیم کے ذریعے عدالت کا یہ اختیار سلب کرتی رہی تھی۔ حصول اختیار کے بعد ۱۱؍ دسمبر ۱۹۹۰ء کو پہلی پٹیشن دائر ہوئی' پھر مزید پٹیشنیں آتی رہیں۔ سماعت ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۹۱ء تک (تقریباً" ایک سال) جاری رہی اور فیصلے کا اعلان ۱۴ نومبر ۱۹۹۱ء کو ہوا۔

ج۔ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ کافی ضخیم اور مبسوط ہے۔ یہ فل اسکیپ کے ۵۶۴ صفحات پر مشتمل ہے جس میں سے اصل عدالتی فیصلہ ۲۹۸ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ساتھ میں دو ضمیمہ جات ہیں۔ (ضمیمہ (الف) ان تفصیلی جوابات پر مشتمل ہے جو وفاقی شرعی عدالت کے جاری کردہ سوالنامے کے جواب میں ۱۲ ملکی اور غیر ملکی جید علماء' ماہرین معاشیات' بینکرز اور فقہاء Jurists کی ۱۹۸۰ء کی اس رپورٹ کے خاص خاص حصوں پر مشتمل ہے جو کونسل نے "معیشت سے سود کا اخراج" کے نام پر تیار کرکے شائع کی۔

وفاقی شرعی عدالت نے جب اپنے فیصلے میں سود (ربو) کی مختلف النوع صورتیں واضح کرکے انہیں حرام ٹھہرایا تو اس نے جن مصادر سے رجوع کیا' اس کی مختصر فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) قرآ اور احادیث مبارکہ۔

(۲) فقہاء کی آراء اور عربی لغت کی مختلف کتب۔

(۳) لین کی لیکسی کان' تاج العروس' النہایہ' لابن اثیر' پیٹرک ہیوزکی' اے ڈکشنری آف اسلام' تفاسیر قرآن میں سے طبری' ابن عربی' الحصاص' الصابونی' سید قطب' ابوالاعلیٰ مودودی' مفتی شفیع اور المنتخب فی تفسیر قرآن الکریم (مصر)

(۴) محدثین کرام میں سے امام مالک' البیہقی' المنتقی' ابوداؤد اور ابن حنبل۔

(۵) فقہ میں سے احناف کی مشہور زمانہ کتاب "ہدایہ" فقہ اکادمی (انڈیا) اور "او آئی سی" کی اسلامی فقہ اکادمی کی قراردادیں۔

(۶) معاصر علماء اور فضلاء میں سے جناب حمید اللہ' فضل الرحمان انصاری' مولوی فضل الرحمان (علی گڑھ) اور ابراہام اوودوج کے فتاویٰ' فیصلوں کے حوالے۔

(۷) تاریخی شواہد کہ آنحضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے زمانہ میں قرض تجارتی مقاصد کے لئے ہوتا تھا۔ عدالتی فیصلے نے تجزیہ کرکے ثابت کیا ہے کہ ان لوگوں کی رائے غلط ہے جو

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

قرآنی ربو کو مہاجنی سود (ذاتی صرف کے لئے) تک محدود سمجھتے ہیں۔

(۸) ماہرین معاشیات کے ضمن میں شرعی عدالت "پینل آف بینکرز اینڈ اکانومسٹس" کی رپورٹ کے حوالے دیتی ہے جسے اسلامی نظریاتی کونسل نے ۱۹۸۰ء میں جاری کیا۔

(۹) دوران سماعت جب ایک وکیل نے ربوا کو "متشابہات" میں سے ثابت کرنے کی کوشش کی تو عدالت نے تفصیلی تجزیہ کے بعد ربوا کو ہر شک سے مبرا "محکمات" میں سے ثابت کیا۔ عدالت کے سامنے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش ہوئی کہ بینک سود کو "مصلحت" کے تحت جائز قرار دیا جائے۔ عدالت نے تفصیلی جائزے کے بعد قرار دیا کہ جو بات قرآن سے بطور نص ثابت ہو، اس میں اجتہاد یا مصلحت کی اجازت نہیں۔

ہم نے عدالتی کاوشوں کا یہ مختصر خاکہ اس لئے پیش کیا تاکہ پتہ لگے کہ فیصلے میں کوئی سہل انگاری قطعاً" نہیں برتی گئی اور کوئی گوشہ زیر بحث لائے بغیر نہیں چھوڑا گیا۔ حکومت بتائے کہ اتنی عظیم الشان محنت کے نتیجے میں سامنے آنے والے فیصلے پر اسے نظرثانی کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے۔

۴۔ ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت سے مطالبہ کیوں ہو رہا ہے کہ وہ ہر بات کا تفصیلی جواب دے اور متبادل عملی شکلیں بھی تجویز کرے، جبکہ حکومت یہ ضمانت بھی نہیں دے رہی کہ اگر نظرثانی کے نتیجہ میں متبادل صورتیں تجویز بھی کر دی گئیں تو مزید لیت و لعل کے بغیر انہیں قبول کر لیا جائے گا۔ حکومت نے صرف اتنا عندیہ دیا ہے کہ وہ متبادل تجویزوں کا جائزہ لے گی۔ وفاقی شرعی عدالت نے دسمبر ۱۹۹۱ء میں کچھ قوانین کو غیر اسلامی قرار دے دیا اور حکومت کو چھ ماہ کی مہلت دی کہ متبادل قوانین سامنے لائے جو حکومت، اس کی وزارت قانون اور دیگر متعلقہ اداروں اور افراد کا فرض بنتا تھا۔ جو کام جولائی ۱۹۹۲ء تک آئینی اور دستوری تقاضوں کے تحت لازماً" ہو جانا چاہئے تھا، اسے پانچ سال تک ظالمانہ طریقے سے لٹکایا گیا۔

ہم پاکستان کی عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) سے مودبانہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ حکومت کو اپیل واپس لینے کی قطعاً" اجازت نہ دے اور اپیلٹ بنچ حسب وعدہ حکومت کی اصل اپیل کی سماعت کر کے کم سے کم وقت میں اپنا فیصلہ دے تاکہ وفاقی شرعی عدالت کو بے توقیر ٹھہرانے کی کوششوں کا سدباب ہو۔

قاضی حسین احمد (امیر جماعت اسلامی پاکستان) روزنامہ جنگ کراچی۔ ۲۰ جولائی ۹۷ء (تلخیص)

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

احوالِ مصنف

جسٹس (ریٹائرڈ) ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن بمقام نگینہ ضلع بجنور (یوپی) انڈیا' میں جون ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ عربیہ امدادیہ مراد آباد میں حاصل کی۔ محکمہ تعلیمات عامہ' یو۔پی' الہ آباد اور پنجاب یونیورسٹی سے علوم شرقیہ کے اعلیٰ امتحانات پاس کیے۔ الہ آباد بورڈ سے میٹرک (۱۹۴۴ء)' انٹرمیڈیٹ (۱۹۴۶ء) اور آگرہ یونیورسٹی سے بی۔ اے (۱۹۴۸ء) میں کیا۔ اور اسی سال پاکستان ہجرت کی۔ ۱۹۵۲ء میں کراچی یونیورسٹی سے ایم۔ اے (فرسٹ کلاس فرسٹ) اور ۱۹۵۴ء میں ایل ایل بی کے امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ ۵۵۔۱۹۵۴ء کے تعلیمی سال کے دوران بحیثیت لیکچرار اردو کالج کراچی سے وابستہ رہے۔ ۱۹۵۵ء میں پیشہ وکالت میں قدم رکھا اور تقریباً" پچیس سال تک ہائی کورٹ و سپریم کورٹ میں وکالت کی۔ اس دوران ۱۹۷۱ء میں کراچی یونیورسٹی نے قانون وراثت پر تحقیقی مقالہ لکھنے پر پی ایچ۔ڈی کی ڈگری دی۔ اسی سال حکومت پاکستان نے آپ کو انگریزی۔اردو قانونی لغت لکھنے پر تمغہ امتیاز عطا کیا۔ اسلامی قانون سے خصوصی **شغف** اور وسیع مطالعہ کی بناء پر ادارۂ تحقیقات اسلامی (حکومت پاکستان کے تقریباً" ۱۴ سال تک (۷۹۔۱۹۶۵) اعزازی مشیر قانون رہے۔ مارچ ۱۹۸۰ء میں سندھ ہائی کورٹ کے جج مقرر ہوئے جہاں سے جون ۱۹۹۰ء میں بحیثیت سینئر ترین جج ریٹائر ہوئے۔ اس دوران (مئی ۱۹۸۰ء تا مئی ۱۹۸۴ء) چار سال تک اسلامی نظریاتی کونسل (حکومت پاکستان) کے چیئرمین بھی رہے۔ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے ٹرسٹی (۸۴۔۱۹۸۰ء) اور بورڈ آف گورنرز (۹۲۔۱۹۹۰ء) کے رکن رہے۔ پاکستان لاء کمیشن کے چھ سال تک رکن رہے۔ علاوہ ازیں ایل ایل۔ ایم (شریعہ) اور پی ایچ ڈی کے امتحانات کے ممتحن رہے۔

سندھ ہائی کورٹ سے ریٹائرمنٹ کے فوری بعد آپ انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملائشیا میں قانون شریعت کے پروفیسر مقرر ہو کر باہر چلے گئے۔ نومبر ۱۹۹۰ء میں صدر غلام اسحاق خان کی پیشکش پر فیڈرل شریعت کورٹ کے چیف جسٹس کی حیثیت سے پاکستان واپس تشریف لے آئے اور دو سال تک بحیثیت چیف جسٹس فیڈرل شریعت کورٹ خدمات انجام دے کر اس عہدہ سے سبکدوش ہوگئے۔ اس دوران آپ نے متعدد معرکتہ الآرا فیصلے لکھے جن میں آپ کا سود کے خلاف تاریخی فیصلہ سب سے زیادہ مشہور ہوا۔

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

www.KitaboSunnat.com

تصانیف

جسٹس تنزیل الرحمان صاحب تیس (۳۰) سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابل ذکر ہیں :

- انگریزی اردو قانونی لغت ۔ (۱۹۶۳) ۔ پی ایل ڈی پبلشرز۔ نبھا روڈ' لاہور
- مجموعہ قوانین اسلام (۶ جلدیں ۱۹۶۵ تا ۱۹۸۱)۔ ادارۂ تحقیقات اسلامی' اسلام آباد
- اسلامی قانون ارتداد (۱۹۷۳)۔ پی ایل ڈی پبلشرز' لاہور
- اسلامی نظام عدالت (۱۹۷۸) ☆
- اسلامی قوانین حدود' قصاص و دیت (۱۹۸۱)۔ پی ایل ڈی پبلشرز' لاہور
- خلاصہ مطالب قرآن (۱۹۸۱) ☆
- جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ (۱۹۸۲) ☆
- فقہ اسلامی کا تاریخی ارتقاء (۱۹۸۳) ☆
- اسلامی قانون شہادت (۱۹۸۸)۔ پی ایل ڈی پبلشرز لاہور
- قرآن حکیم اور ہماری زندگی (دو جلدیں) (۱۹۸۱' ۱۹۹۱)۔ صدیقی ٹرسٹ گارڈن ایسٹ' کراچی
- خلاصہ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل بابت خاتمہ سود مع اضافات جدیدہ (۱۹۹۸)۔ صدیقی ٹرسٹ' کراچی
- سود کے خلاف تاریخی فیصلہ (۱۹۹۸ء)۔ صدیقی ٹرسٹ' کراچی

- *Islamization Of Pakistan Law (1978)* ☆
- *A Code Of Muslim Personal Law (2 Volumes) (1978 - 1980)* ☆
- *Essays On Islam (1988), Islamic Publications, Lahore.*
- *The Judgement That Could Not Be Delievered (1994) Royal Book Co., Saddar, Karachi.*
- *Objectives Resolution And Its Impact On Constitution And Law (1996) Royal Book Co., Saddar, Karachi.*
- *Muslim Family Laws Ordinance ___ Islamic And Social Survey (1997)- Royal Book Co., Saddar, Karachi.*

علاوہ ازیں آپ کے بے شمار مضامین ملک کے مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہوئے۔ آپ نے متعدد ممالک کے سفر کیے اور قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں میں تحقیقی مقالات پیش کیے۔

آج کل مجموعہ قوانین اسلام کی بقیہ جلدوں کی تالیف کے کام میں مشغول ہیں جس کا سلسلہ جج بن جانے سے رک گیا تھا۔ گاہے گاہے روزنامۂ ڈان کراچی میں اسلامی موضوعات پر مضامین بھی لکھتے رہتے ہیں۔

نوٹ : جن کتابوں پر ☆ کا نشان ہے ان کے ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں۔

0.9368

کتاب و سنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن کی بعض اہم تصانیف

- جسٹس ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب تیس (۳۰) سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں جن میں مندرجہ ذیل کتابیں قابلِ ذکر ہیں
- انگریزی اُردو قانونی لغت ۔ (۱۹۶۳) پی ایل ڈی پبلشرز ۔ نیشنل بک فاؤنڈیشن ۔ لاہور
- مجموعہ قوانین اسلام (۶ جلدیں (۱۹۶۵ تا ۱۹۸۱) ۔ ادارۂ تحقیقات اسلامی ۔ اسلام آباد
- اسلامی قانون ارتداد (۱۹۷۳) ۔ پی ایل ڈی پبلشرز ، لاہور
- اسلامی نظام عدالت (۱۹۷۸) ★
- اسلامی قوانین حدود ، قصاص و دیت (۱۹۸۱) پی ایل ڈی پبلشرز لاہور
- خلاصہ مطالب قرآن (۱۹۸۱) ★
- جرم و سزا کا اسلامی فلسفہ (۱۹۸۲) ★
- فقۂ اسلامی کا تاریخی ارتقاء (۱۹۸۳) ★
- اسلامی قانون شہادت (۱۹۸۸) پی ایل ڈی پبلشرز لاہور
- قرآن حکیم اور ہماری زندگی (دو جلدیں) (۱۹۸۱، ۱۹۹۱) ۔ صدیقی ٹرسٹ گارڈن ایسٹ، کراچی
- خلاصۂ رپورٹ اسلامی نظریاتی کونسل بابت خاتمہ سود مع اضافات جدیدہ (۱۹۹۸) صدیقی ٹرسٹ، کراچی
- سود کے خلاف تاریخی فیصلہ (۱۹۹۸) ۔ صدیقی ٹرسٹ کراچی

- Islamization of Pakistan Law (1978) ★
- A Code of Muslim Personal Law (2 Volumes) 1978 – 1980) ★
- Introduction of Zakat in Pakistan (1980)
  Council of Islamic Ideology, Islamabad.
- Islamic Criminal Law (Hudud) (1980)
  Council of Islamic Ideology, Islamabad.
- Implementation of Shari'ah in Pakistan (1981)
  Council of Islamic Ideology, Islamabad.
- Islamization of Laws in Pakistan (1982)
  Council of Islamic Ideology, Islamabad.
- Essays On Islam (1988), Islamic Publications, Lahore.
- Judgement on RIBA (1992)
  P.L.D. Publishers, Lahore.
- The Judgement That Could Not Be Delivered (1994)
  Royal Book Co., Saddar, Karachi.
- Objectives Resolution And Its Impact On Constitution
  And Law (1996) Royal Book Co., Saddar, Karachi.
- Muslim Family Laws Ordinance —— Islamic And Social
  Survey (1997) Royal Book Co., Saddar, Karachi.

نوٹ :۔ جن کتابوں پر ★ کا نشان ہے انکے ایڈیشن ختم ہو چکے ہیں